مختار آل محمد
مصنف
علامه نجم الحسن کراروی

ISLAMIC MOBILITY.COM

پہلا باب

ناصر آل محمد

بجتا رہے گا بربط کردار تا بہ حشر خاموش ہو بھی جائے اگر ساز زندگی حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے اپنی زندگی میں جو ایمان افروز کارنامے کیے ہیں وہ تاریخی اہمیت کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتے۔ان کارناموں کا دولفظوں میں خلاصہ یہ ہے کہ آپ کمال عقیدت کے ساتھ محبت آل محمد کا جذبہ کامل سے کراٹھے۔واقعہ کربلا کے شرکاء کثیر تعداد قتل کی اور خود سر سے گزر گئے۔آپ کا عمل آپ کے کردار قرآن وحدیث کی روشنی میں رونما ہو کر سطح تاریخ پر ابھرا اور اس نے ایسے گہرے نقوش چھوڑے جو شام ابد تک مٹانے سے نہ مٹیں گے۔دنیا میں ان کے سوا ایسی کوئی ہستی نہیں۔جس نے شریکۃ الحسین حضرت زینب وام کلثوم علیہا السلام کے دلوں سے رنج وغم کے ان نہ ہٹنے والے بادلوں کو کچھ نہ کچھ چھانٹ دیا ہو۔جو واقعہ کربلا کو بچشم خود دیکھنے اور قید شام کی مصیبتوں کے جھیلنے اور بے پردگی کی تکلیف برداشت کرنے سے چھا گئے تھے۔یہی وہ ہستی ہے جس نے سر ابن زیاد وابن سعد وغیرہما بھیج کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی پیشانی مبارک سجدہ شکر میں جھکا دی۔

ان کا دل اس طرح ٹھنڈا کیا کہ انہوں نے فرط مسرت سے ان مخدرات عصمت وطہارت کو جو محرم ٦١ ھ سے ربیع الاول ٦٧ ھ تک غم کے لباس میں تھیں سر میں تیل ڈالنے آنکھوں میں سرمہ لگانے اور مناسب کپڑے بدلنے کا حکم دے کر ٩ ربیع الاوّل کو یومِ عید قرار دیا تاریخ شاہد ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے (ص) نے آپ کو ممدوح نگاہ سے دیکھا

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی آغوش میں کھلایا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپ کی مواسات قبول کی۔

حضرت امام حسین (ع) نے یوم عاشور آپ کو یاد فرمایا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کی مدح کی اور آپکے ہدایا قبول کئے۔

حضرت امام باقر (ع) نے آپ کے کارنامے کو سراہا۔حضرت امام جعفر صادق (ع) نے آپ کو دعائیں دیں۔کون نہیں جانتا کہ ہر حیرت انگیز کارنامے میں قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے مختار کی اس نے مدد کی جو واقعہ یحییٰ بن زکریا کے سلسلہ میں مدد کرتا رہا۔مختار کی اس نے مدد کی جو اپنے وجود ظاہری سے قبل انبیاء کی مدد کرتا رہا (حدیث قدسی) مختار کی اس نے مدد کی۔جس نے سلمان کو شیر سے بچایا۔مختار کی اس نے مدد کی۔جس نے حضرت رسول کریم کو کفار کے فتنہ پردازیوں کے تاثر سے محفوظ ومصوئن رکھا۔ قدرت چاہتی تھی کہ واقعہ کربلا کا (فی الجملہ) دنیا میں بدلا لے (تاریخ ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۴۹) جس کی حیثیت عذاب کی ہو (مجالس المومنین) لہذا اس نے اسباب فراہم کیے۔مختار کے دل میں اہل بیت رسول کی زبردست محبت جاگزین کی۔اور وہ صرف جذبہ انتقام لے کر میدان میں بصورت عذاب الٰہی آئے۔اور کامیابی حاصل کرنے کے فوراً بعد جاں بحق تسلیم ہو گئے اور انہیں حصول مقصد کے بعد زیادہ دن حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ابومخنف بن لوط ابن یحییٰ خزاعی کا بیان ہے۔کہ حضرت مختار کو جس قدر کامیابی نصیب ہوئی وہ توفیق الٰہی سے ہوئی (کنز الانساب و بحر المصائب ص ۱۴ طبع بمبئی ۱۳۰۲ء) اور ان کا یہ کام نہایت نیک تھا جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہوئے۔(تاریخ ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۴۹)۔اسے نہ بھولنا چاہیئے کہ حضرت امام حسین (ع) کے خون کا بدلہ عام انسانی ہاتھوں سے ناممکن ہے کیونکہ امام حسین (ع) کے خون کی قیمت عقلاً چند نجس انسانوں کے قتل سے ادا نہیں ہوسکتی خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ یزید جیسا ظالم قتل نہ کیا جاسکا ہو اس کے لیے تو ضرورت ہے کہ اصل شرکاء قتل کے ساتھ ساتھ ان

کے فعل پر راضی رہنے والے بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے سب کے سب قتل کیے جائیں اور جہنم میں داخل ہوں۔ من قتل مومنا متعمدا فجزاء ہ جھنم خالد فیھا یوں کہ یہ مسلمات سے ہے کہ العامل بالظلم والمعین علیہ والراضی بہ شرکا ئظلم کرنے والے ظلم کی مدد کرنے والے اور اس کے فعل پر راضی ہونے والے سب برابر کے شریک ہیں (نوالابصار امام اہلسنت علامہ شبلنجی ص ۱۴۸ طبع مصر) اسی لیے زیارت امام حسین نے فرمایا گیا ہے کہ لعن اللہ من قتلک وشارک فی دمک واعان علیک ولعن اللہ من بلغہ ذلک فرضی بہ خدا اس پر لعنت کر جس سے تجھے قتل کیا اور اس پر لعنت کرے جو تیرے خون میں شریک ہوا اور اس پر لعنت کرے جس نے تیرے خلاف دشمن کی مدد کی اور اس پر لعنت جسے تیرے قتل کی خبر ہو اور اس پر راضی رہے۔ (تحفۃ الزائر علامہ مجلسی طبع ایران ۱۲۶۱ء) یہ ظاہر ہے کہ یزید سرشت دنیا کے ہر عہد میں رہے اور اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ یک حسینے نیست تا گردد شہید ورنہ بسیار اندر در عالم یزید میں کہتا ہوں کہ دریں صورت جبکہ حسینی خون بہا اور انتقام انسانی دسترس سے باہر ہے ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔ حضرت مختار کے قتل کرنے اور ان کے کارناموں کو کیا کہا جائے گا؟ اسکا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ حضرت مختار نے واقعہ کربلا کے ان شرکاء کو جو دستیاب ہو سکے۔ ان کے فعل وعمل اور کردار کا عملی بدلا دیا ہے نہ یہ کہ خون حسین کا بدلا لیا ہے۔ حضرت امام حسن عسکری (ع) بحوالہ حضرت رسول کریم وحضرت علی علیہ السلام بطور پیشگوئی ارشاد فرماتے ہیں کہ یسلطہ اللہ علیھم للانتقام بما کانوا یفسقون اللہ تعالی انکے فسق وفجور کا انتقام لینے کے لیے حضرت مختار کو ان پر مسلط کرے گا (آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۴۸۱ طبع لاہور)

اسی بناء پر مختار نے فرمایا ہے کہ اگر میں ایک لاکھ آدمیوں کو بھی امام حسین کے ایک قطرہ خون کے عوض قتل کرنا چاہوں تب بھی اس کا بدلا نہیں ہوسکتا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۵۷) مختار کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا مزہ وقت موعود سے پہلے دنیا میں میرے ہاتھوں سے چکھ لیں انہیں

یہ پتہ چل جائے کہ کسی کو جو تکلیف پہنچائی جاتی ہے اس کا اثر ستم رسیدہ پر کیونکر پہنچتا ہے اور کیسے صدمہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس نے کربلا میں جو کچھ کیا تھا اس کو اسی طرح کا بدلا دیا ہے جس نے تیر مارا تھا اسے تیر مارا جس نے تلوار لگائی تھی اسے تلوار لگائی ۔جس نے لاش کو پامال کیا تھا اس کی لاش پامال کی ۔مطلب یہ ہے کہ شہدا کربلا کے خون کا بدلا بدستور باقی ہے جو قیامت میں حضرت حجت علیہ السلام کے ہاتھوں لیا جائے گا جس کے نتیجہ میں اصل ونسل کو قتل کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں بھیج دیا جائے گا ۔(مجمع البحرین ص ۶۷۲ اسرار الشہادت ص ۵۸۱) کارنامہ مختار کے سلسلہ میں اجازت امام کا تذکرہ بھی آتا ہے ۔میرے نزدیک حضرت مختار نے جس نیت وارادہ اور جس جذبہ وعقیدت سے قاتلان حسین کو قتل کیا ہے وہ اجازت کا محتاج نہیں کیونکہ اس کا تعلق حس روحی احساس دماغی اور جذبہ قلبی سے ہے ۔جو فطرۃً اجازت کا پابند نہیں ہوا کرتا ۔نالہ پابندنے نہیں ہوتا ۔تاہم یہ مسلم ہے کہ حضرت مختار نے کھلی ہوئی اجازت کی سعی کی تھی جو نصیب نہیں ہوسکی (مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۶ ص ۱۵۵) لیکن پھر بھی انہوں نے جو کچھ کیا وہ غیر ممدوح نہیں ہے (تاریخ ابو الفداء جلد ۲ ص ۱۴۹) کیونکہ علما کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار اطاعت گذار بادشاہ کی طرح اٹھے اور انہوں نے دشمنان خدا کی طرف لمبے ہاتھ بڑھائے اور ان کی ان ہڈیوں کو جو فسق وفجور سے بنی تھیں ۔بھوسہ بھوسہ کر دیا اور ان کے ان اعضاء جوارح کو جس کی نشوونما شراب سے ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔وحاز الی فضلیۃ لم یرق الی شعات نزفیھا عربی ولا عجمی واحمذ منقبۃ لم یسبقہ الیہا ہاشمی ۔مختار نے وہ فضلیت حاصل کر لی جس کی عظیم بلندی کو نہ کوئی عربی پہنچ سکا وکوئی غیر عربی اور وہ سبقت حاصل کر لی جس کی طرف کسی ہاشمی سے بھی سبقت نہیں ہوسکی (ذوب النفنار ص ۴۰۱ ء) یہی وجہ ہے کہ ان سے رسول خدا فاطمہ زہرا اور آئمہ ھدی خوش ہیں ۔(ساکبہ ص ۴۱۱)اس کے متعلق میرا کہنا ہے کہ صریحی اجازت ثابت ہو یا نہ ہو لیکن امام معصوم کی عدم رضا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے ۔کما ینطق کتابنا ھذا بالحق ۔

مختار آل محمد دوسرا باب

حضرت مختار کے مختصر خاندانی حالات

حضرت مختار بنی ہوازن کے قبیلہ ثقیف کے چشم و چراغ تھے۔ یہ قبیلہ جرات و ہمت شجاعت اور بہادری میں مشہور زمانہ تھا۔آپ کے اجداد میں ثقیف نامی ایک عظیم شخصیت گزری ہے جس کی طرف قبیلہ ثقیف منسوب ہے جس کا تعلق نبی ہوازن سے ہے۔ (صراح ص ٦٦ جلد ٢ مجمع البحرین ص ٣٧٠) حضرت مختار کے دادا مسعود ثقفی تھے۔ یہ نہایت بزرگ شخص تھے اور ابوالحسن محدث مصنف فیض الباری کے ارشاد کے مطابق انہیں اصحاب میں بڑا درجہ حاصل تھا۔ (خیرالمال فی اسماء الرجال طبع لاہور ١٣١٨ء ان کے والد عمر یا عمیر ثقفی تھے۔ (ناسخ التواریخ جلد ٢ ص ٦٦٦) علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ عمیر ثقفی کے والد عقدہ اور ان کے والد غرہ تھے۔ (ذوب الغفار ص ٤٠١ ضمیمہ بحار ج ١٠) حضرت مختار کے والد جناب ابوعبیدہ ثقفی تھے میرے نزدیک انہیں بھی صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا علامہ شبلی نے الفاروق میں انہیں صحابی تسلیم نہیں کیا۔ یہ نہایت ہی شجاع اور بہادر تھے ان کی جرات و ہمت اور میدان قتال میں ان کی نبرو آزمائی اہل کمال کی نگاہوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتی تھی انہوں نے اکثر اسلامی جہادوں میں سپہ سالاری کی ہے اور شاندار کامیابی سے اسلام کو فروغ بخشا ہے میدان جنگ میں شب و روز گزارنے میں انہیں بڑی خوشی محسوس ہوتی تھی یہ اسلام کی امداد میں سر سے گزرنے کیلئے بے چین رہتے تھے مورخ ہروی کا بیان ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر نے انہیں فتح عراق کے لیے سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر دشمن کے دانت کھٹے کردیئے اور اپنی روایتی بہادری سے

عظیم کارنامے کیے بالآخر ہاتھیوں کے ایک بہت بڑے غول پر حملہ کرتے ہوئے ایک ہاتھی کے پیر سے کچل کرجان بحق تسلیم ہوگئے ۔ (روضۃ الصفاج ۳ ص ۴۷ مجالس المومنین ص ۳۵۶ روضۃ المجاہدین ص ۱۵ الفاروق ص ۴۴) حضرت مختار کے چچا جناب مسعود کے بیٹے سعد تھے۔ جناب سعد بن مسعود ثقفی ، یہ بھی اپنی خاندانی روایات کے مطابق بڑے شجاع بہادر اور جرات و ہمت سے بھر پور تھے ۔انہوں نے بھی اکثر اسلامی جنگوں میں نبرد آزمائی کی ہے اور بڑے کارنمایاں کیے ہیں اور انہوں نے اکثر گورنری کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں فتح مدائن کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر نے انہیں وہاں کا گورنر بنایا تھا۔ یہ عہد ثالث میں بھی وہاں کے بدستور گورنر رہے اور عہد امیر المومنین میں بھی اسی عہد پر بحال رہے۔ (روضہ الصفا جلد ۳ ص ۴۷) پھر جب معاویہ کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے انہیں مدائن سے ہٹا کر موصل کا گورنر بنا دیا تھا۔ نورالابصار ص ۹ طبع لکھنو) جناب سعد دوستداران اہلبیت میں سے تھے اور آل محمد سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ (مجالس المومنین ص ۳۵۷)

حضرت رسول کریم (ص) کی زبان اقدس پر ولادت مختار کی بشارت

علما کرام کا بیان ہے کہ حضرت علی (ع) نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریم (ص) فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں اچھے اور برے، فرمانبردار اور نافرمان دونوں طرح لوگ تھے۔ اسی طرح میری امت میں بھی ہیں۔ بعض اچھے بعض برے بعض فرمانبردار بعض نافرمان ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل کے لوگوں کو دنیا میں ان کے کردار کا بدلا دیا گیا تھا۔ اسی طرح میری امت میں بھی عمل اور کردار کا بدلا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو اطاعت گزار تھا اس کو اس کی جزا اور جو نافرمان تھا اس کی اس کو سزا دنیا میں دی گئی تھی ۔ اور اس کا انداز یہ تھا کہ فرمانبرداروں کا درجہ بلند کر دیا گیا تھا اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا تھا ہماری امت میں بعض وہ ہیں جو عزت کے قابل

ہیں اور بعض وہ ہیں جو سزا کے لائق ہیں۔ بعض نافرمان ہیں جو اطاعت گزار اور تابع فرمان ہیں۔ ان کی عزت خدا اور رسول کی نگاہ میں بہت زیادہ ہے اور جو عاصی وگنہگار ہیں وہ عتاب وعذاب کے مستحق ہیں اور دنیا میں بھی اس سے ضرور دوچار ہوں گے۔ یہ سن کر اصحاب نے دست بستہ عرض کی۔ مولا ہم میں وہ لوگ ہیں جن کا شمار عاصیوں اور گنہگاروں میں ہے۔ فرمودند آنہا ئکہ بتعظیم مااہلبیت ورعایت حقوق ما مامور شدند پس مخالفت وانکار واستخفاف بآل ورزند واولاد رسول را بکشند آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر خداوند عالم نے ہم اہلیت کی تعظیم وتکریم واجب قرار دی ہے اور ہمارے حقوق کا لحاظ کرنا ان پر فرض فرمایا ہے لیکن وہ ان تمام فرائض واجبات سے بحب دنیا غفلت کرتے ہیں اور ہماری عزت کے بجائے ہماری توہین کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اولاد رسول کو قتل کریں گے۔ یہ سن کر لوگوں نے نہایت تعجب سے پوچھا کہ مولا کیا واقعی ایسا ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اور سنو یہ میرے نور نظر اور روشنی بصر حسن وحسین جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں امت ناہنجار کے ہاتھوں قتل کیے جائیں گے۔ اور اے میرے اصحاب تمہیں بھی معلوم ہو کہ اس بے دردی سے قتل ہوں گے کہ جس کا جواب نہ ہوگا پھر خداوند عالم جو عادل حقیقی ہے ان پر دنیا میں اسی طرح عذاب نازل کرے گا جس طرح اس نے قتل یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے بنی اسرائیل پر نازل تھا۔ اصحاب نے پوچھا، مولا ان پر نزول عذاب کا کیا اندازہ ہوگا فرمایا کہ خدا ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اپنی شمشیر آبدار سے انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر دم لے گا۔ اور انہیں اچھی طرح عذاب میں مبتلا کردے گا اصحاب نے پھر پوچھا مولا وہ پیدا ہونے والا کون ہوگا؟ کس قبیلہ کا ہوگا اور اس کا نام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بنی ثقیف کا چشم وچراغ ہوگا اور اس کا نام مختار ہوگا۔ (نور الابصار ص ۱۴ جلاء العیون ص ۲۲۷ بجار الانور ص ۳۹۸ جلد ۱) حضرت شہید ثالث سید نور اللہ شوشتری بحوالہ قاضی میبندی شارح دیوان مرتضوی وتفسیر حضرت امام حسن عسکری رقمطراز ہیں۔ سیقتل ولدی الحسین وسیخرج غلامہ

وسیخرج غلامہ من ثقیف ویقتل من اللذین ظلموا ثلاث مائۃ وثلاثۃ ثمانین الف رجل، گفتند من ھو گفت ھو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی۔ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرا فرزند حسین قتل کردیا جائے گا۔ اس کے بعد بنی ثقیف کا ایک شخص خروج کرے گا اوران لوگوں میں سے جنہوں نے قتل حسین میں حصہ لیا ہوگا اسی ہزار تین سو تین افراد قتل کرے گا۔ لوگوں نے دریافت کیا مولا اس کا نام کیا ہوگا فرمایا مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی۔ (مجالس المومنین ص ۳۵۹) حضرت مختار کے متعلق حضرت رسول کریم (ص) کی بشارت اور پیشگوئی حضرات علماء اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے لیکن ان کے بیان میں کمال درجہ کا تعصب موجود ہے۔ اور شاید یہ انداز بیان ہے حکومت بنی امیہ کے دباؤ اور تاثر کا نتیجہ ہو۔ مختار کے متعلق رسول کریم کی پیشگوئی کے لیے ملاحظہ ہو منہاج السنۃ امام ابن تیمیہ حسین ویزید ص ۳۴ طبع وخیر المآل فی اسماء الرجال المسمی بہ ترجمہ الاکمال طبع لاہور ۱۳۱۸ء ومشکوۃ شریف ص ۵۴۳ طبع لکھنو۔ ان کتابوں کے بعض مصنفین نے حضرت مختار پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ نزول وحی کے مدعی تھے۔ اس کی متعلق مؤرخ اسلام علامہ محمد خاوند پاشار قمطراز ہیں کہ مختار جو کچھ کہتے تھے وہی ہوتا تھا۔ جس سے جہلا نے یہ رائے قائم کرلی کہ ان پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور اسی نزول کا انتساب ان کی طرف کردیا۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ ان کا کہنا اس لیے درست ہوتا تھا کہ وہ ذہانت اور فراست کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۸۴ طبع نولکشور) بشارت محمدیہ کے مطابق حضرت مختار کی ولادت حضرت امام زین العابدین (ع) ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد اندک مدت از بشارت دادن جناب امیر علیہ السلام مختار متولد شد حضرت علی علیہ السلام کے بشارت محمدیہ بیان کرنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی پیدا ہوئے تھے۔ (جلاء العیون ص ۳۴۷ ونور الابصار ص ۱۴ طبع لکھنو)

حضرت مختار کی ولادت باسعادت

تاریخ شاید ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں کارہائے نمایاں ظہور پذیر ہوئے یا جو مقرب بارگاہ بندے گزرے ہیں۔ان کے کوائف وحالات ابتدائے نشوونما بلکہ اس سے بھی قبل سے عام انسانی حالات وصفات سے جداگانہ رہے ہیں۔مثال کے لیے حضرت علی علیہ السلام اوران کے فرزند حضرت عباس علمدار کے حالات دیکھے جاسکتے ہیں۔(مناقب ابن شہر آشوب جلد ا ص ۲۲ وذکر العباس طبع لاہور)حضرت علی کے متعلق خلیفہ دوم کا اعتراف تاریخوں میں موجود ہے وہ کہتے ہیں۔عجزت النساء ان تلدن مثل علی بن ابی طالبدنیا کی عورتیں علی ابن ابی طالب کی مثال پیدا کرنے سے عاجز ہیں(مناقب خوارزمی ص ۴۸ ینابیع المودۃ ص ۶۲)حضرت مختار کے ہاتھوں کارنمایاں عالم ظہور میں آنے والا تھا ۔اسی لیےان کے بطن مادر میں مستقر ہونے سے پہلے اوراس کے بعد عجیب وغریب حالات واقعات ظاہر ہوئے ہیں۔حضرت علامہ شیخ جعفر بن محمد بن نما علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔کان ابوعبیدہ والدہ تینوق فی طلب النساء تذکر لہ نساء قومہ فابی ان یتزوج منھن فاتاہ آت فی منامہ فقال تزوج دومۃ الحسناء۔حضرت مختار کے والد ابوعبیدہ ایک نیک سیرت،خوش سلیقہ عورت کی تلاش میں سرگرداں تھے ۔وہ چاہتے تھے کہ ایک خاندانی عورت دستیاب ہوجائے۔لوگوں نے انہیں کی قوم کی بہت سی عورتوں کی نشاندہی کی لیکن انہوں نے ان سے ایک پر بھی رضا ظاہر نہ کی اورکسی ایک کو بھی پسند نہ کیا۔ابوعبیدہ اپنے بستر پر اندرون خانہ سورہے تھے کہ خواب میں ایک آنے والے نے ان سے کہا کہ اے ابوعبیدہ تم دومۃ الحسناء سے نکاح کرلو۔وہ تمہارے لیے ویسا ہی فرزند جنے گی جیسا تم چاہتے ہو کہ وہ ایسی عورت ہے جس کی تم کبھی کوئی برائی نہ دیکھو گے اورنہ سنو گے۔خواب سے بیدار ہوکر ابوعبیدہ نے اس واقعہ کو اپنے اہل

قبیلہ سے بیان کیا کہ ان لوگوں نے ان کے اس خواب کا استقبال کیا اور سب نے اس رشتہ کے لیے رائے قائم کردی اور وہب بن عمر بن معتب کے پاس ان کی لڑکی دومۃ الحسناء کے لیے پیغام بھیج دیا گیا اور انھوں نے اس رشتہ کو بخوشی منظور کر کے ابوعبیدہ کے ساتھ اپنی لڑکی دومہ کی شادی کر دی۔ دومۃ الحسناء ابوعبیدہ کے ساتھ نہایت خوشی اور مسرت کے ایام گذار رہی تھیں کہ استقرار حمل ہو گیا اور مادر رحم میں اس بچے کا نقطہ وجود اور نطفہ شہود ونمود قائم ہوا۔ جس کے ہاتھوں کاتب تقدیر نے واقعہ کربلا کا بدلا لینا لکھا ہوا تھا اور جسے نصرت محمد وآل محمد کا شرف عظیم نصیب ہونے والا تھا۔ دومۃ کا بیان ہے کہ رایت فی النوم قائلا یقول کہ میں نے قیام نطفہ کے فوراً بعد خواب دیکھا کہ ایک شخص آیا ہے اور کہتا ہے۔ ابشری بالولد اشھہ شی بالاسد اے دومۃ تجھے بشارت ہو کہ تیرے بطن سے وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے جو شیر کی مانند ہوگا۔ وہ بڑا بہادر اور زبردست نبرد آزما ہوگا۔ وہ کہتی ہیں۔ فلما وضعت کہ جب حمل حمل ہوا اور بچہ پیدا ہو چکا تو وہی آنے والا جو بشارت دے گیا تھا پھر خواب میں آیا اور کہنے لگا۔ کہ اے دومہ یہ فرزند بڑا نہایت بہادر ہوگا۔ نبرد آزمائی میں اس کے قدم پیچھے نہ ہٹیں گے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں یہ کامیاب ہوگا۔ اور میدان جنگ میں بڑی دلیری سے کامیابی اور کامکاری حاصل کرے گا۔ (ذوب النضار فی شرح الثار ص ۴۰۱ ضمیمہ بحاالانوار طبع ایران ۱۲۸۷ء نورالابصار ص ۲۱) بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ ہاتف غیبی نے مختار کی ماں سے یہ کہا تھا کہ یہ بچہ اہل بیت پیغمبر کا دوست ہے اور آل محمد کے دشمنوں کو با امداد الٰہی قتل کرے گا۔

تاریخ ولادت

حضرت مختار کی تاریخِ ولادت کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری البتہ یہ مسلّم ہے کہ آپ سن ۱ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ناسخ التواریخ جلد ۲ المآل فی اسماء الرجال محدث ابوالحسن طبع لاہور

۱۳۸۱ء ذوب النصار شرح الثار ابن نما ص ۴۰۱ طبع ایران ۱۲۸۷ء ونور الابصار ص ۲۱ تاریخِ اسلام مسٹر ذاکر حسین جلد ۵ ص ۱۲۰ میں ہے بعض معاصرین کا کہنا ہے کہ مختار کی ماں کا نام حلیہ تھا۔ نیز یہ کہ مختار کا باپ مختار کے پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا تھا اور یہ کہ اس روز پیدا ہوئے تھے جس روز رسولِ خدا جنگ تبوک ا میں تشریف لے گئے تھے میرے نزدیک یہ سب امور غلط ہیں۔ مختار اوران کے بھائی بہن کے اسماء علامہ ابن نما اور علامہ محمد ابراہیم رقمطراز ہیں کہ مختار کی ولادت کے بعدان کے والد ابوعبیدہ ثقفی نے ان کا نام مختار رکھا (ذوب النضار ا۴۰ ونور الابصار ص ۲۱) میرے نزدیک یہ نام قدرتی طور اس لیے قرار پایا کہ یہی خدا ورسول وائمہ کی نگاہ میں واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کے لیے چنے ہوئے تھے ۔کیونکہ لفظ مختار کے معنی چنے ہوئے کہ ہیں علما نے کہا ہے کہ مختار کے چار اور سگے بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں۔1۔جبیر،2۔ابوجبیر،3۔ابوالحکم ابوجبیر امیہ اور ایک بہن تھی جس کا نام صفیہ تھا جو عبداللہ ابن عمر سے منسوب تھی (نور الابصار ص ۲۱) تواریخ میں ہے کہ آپ کی ایک بہن عمر سعد کے پاس تھی۔

حضرت مختار کی کنیت

کتاب ذوب النضار فی شرح الثار علامہ جعفر بن نما ص ۴۰۱ وکتاب روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷۸ میں ہے کنیۃ ابواسحاق حضرت مختار کی کنیت ابواسحاق تھی۔حضرت مختار نے اس کنیت کا جوان ہونے کے بعد اکثر مواقع کارکردگی میں ذکر کیا ہے اور علامہ خاوندشاہ ہروی اپنی کتاب روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ آغاز واقعہ انتقام کے موقع پر جب لوگ توثیق مختار کے لیے محمد بن حنیفہ کے پاس مدینہ جا کر واپس ہو ئے تھے تو مختار نے کمال مسرت کے ساتھ کہا تھا۔اللہ اکبر من ابواسحاق ام کہ بہ تیغ آبدار من ظالمان خاکسار بادیہ پیما آتش دوزخ خواہند رفت۔میں ابواسحاق ہوں میری تیغ آبدار سے عنقریب دشمنان آل محمد جہنم رسید ہوں گے۔

حضرت مختار کا لقب

کتاب مجمع البحرین ص ۵۷۳ وجلا العیون ص ۲۴۷ میں ہے کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا لقب کیسان تھا۔صراح جلد ۲ ص ۲۴۲ میں ہے۔کیسان بمعنی زیرکی است،کیسان کے معنی عقل مندی اور ہوش مندی کے ہیں۔المنجد ص ۷۵۱ طبع بیروت میں ہے کہ کیسان کیس سے مشتق ہے جس کے معنی عاقل اور ذہین کے ہیں اور اسی ذیل میں صاحب فہم اور صاحب ادب کے معنی بھی ہیں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ یہ لقب حضرت علی علیہ السلام کا عنایت کردہ ہے (جلاء العیون ص ۲۴۷ طبع ایران)علامہ ابن نما ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی لقب کی وجہ سے شیعوں کا فرقہ کیسانیہ مختار کی طرف منسوب ہے (ذوب النضار ص ۴۰۲ وبحاالانور ص ۴۰۰)۔علامہ ابو القاسم لاہوری تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کی طرف شیعوں کا جو فرقہ منسوب تھا اسے مختاریہ کہتے تھے۔وہ فرقہ علامہ شہرستانی اسی کی تحریر کے مطابق محمد بن حنیفہ کو امام مانتا تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ مختار اوران کے ماننے والے حضرت امام زین العابدین کو امام زمانہ مانتے تھے اسی حالت میں مختار ہمیشہ رہے اور اسی اعتقاد پر ان کی شہادت واقع ہوئی۔اعلیٰ اللہ مقامہ (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ص ۵۲ طبع لاہور ۱۲۹۶ ءء) علامہ مجلسی کا فیصلہ یہ ہے کہ الکیسانیہ ہم المختاریہ کیسانیہ اور مختاریہ فرقہ ایک ہی ہے جو حضرت مختار کی طرف منسوب ہے (بحاالانوار جلد ۱۰ ص ۴۰۰) میرے نزدیک کیسانیہ یا مختاریہ کوئی فرقہ نہ تھا۔بلکہ مختار کے اس گروہ اور پارٹی کیسانیہ اور مختاریہ کہتے تھے جو واقعہ کربلا کا بدلہ لینی میں حضرت مختار کے ساتھ تھا۔

تیسرا باب

حضرت مختار کے بچپن کے حالات

مثل مشہور ہے کہ ہونہار بردے کے چکنے چکنے پات، جس کا مستقبل روشن ہوتا ہے جس سے کارہائے نمایاں کا ظہور ہونے والا ہوتا ہے اسکے بشرہ سے آیندہ کے آثار عالم طفلی میں ہی ظاہر ہونے لگتے ہیں عام لوگ چاہے اس خصوصیت کا ادراک نہ کرسکیں لیکن وہ نگاہیں جو بمفاد قرآن مجید، اعراف پر خطہ پیشانی پڑھ کر دخول جنت اور دخول جہنم کا حکم لگاسکیں گی۔ وہ یقینا دل کی گہرائیوں میں اپنی چھپی ہوئی محبت کا مطالعہ کرکے اس کے اثرات کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

جناب مختار حضرت امیرالمومنین (ع) کے زانوئے مبارک پر

علامہ ابوعمر محمد بن عمر ابن عبدالعزیز الکشی اور علامہ محمد باقر مجلسی اور علامہ شیخ ابن نما، اصبغ ابن نباۃ صحابی حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مختار کمال کمسنی کی حالت میں حضرت کے زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ کمال محبت ورحمت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں اے عقل منداوراے بہادر ہوشیار (رجال کشی ص ۸۴ بحارالانوار ص ۴۰۰ جلد اذوب النضار ص ۲۰۲) اس واقعہ کی تفصیل حافظ عطا الدین حسام الواعظ بحوالہ شیخ ابوجعفر ابن بابویہ القمی یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب مدینہ کی ایک ایسی گلی سے گذر رہے تھے جس میں چھوٹے چھوٹے بچے کھیل

رہے تھے۔انہیں کھیلنے والوں میں مختار بھی تھے۔مختار کے کندھوں پر گیسو لہرا رہے تھے۔حضرت علی کی جونہی نگاہ مختار پر پڑی آپ ٹھہر گئے اور آپ نے پوچھا یہ بچہ کس کا ہے۔کہا گیا کہ ابو عبیدہ صحابی رسول کا ہے۔یہ سن کر حضرت علی آگے بڑھے اور بڑھ کر مختار کو آغوش میں اٹھا لیا پھر اپنے زانو پر بیٹھا کر دست مبارک ان کے سر پر پھرنے لگا۔اس کے بعد فرمایا اے پسر من کے باشند کہ تو خون مارا ازاعادی ماباز خواہی۔اے میرے فرزند وہ زمانہ کب آئے گا کہ ہمارے دشمنوں سے بدلا لے گا۔(روضۃ المجاہدین ص ۳ طبع ایران)

عہد طفلی اور کسب کمالات میں شوق وانہماک

حضرت مختار کو بڑے ہو کہ چونکہ ایک بہت بڑے کام کو پروان چڑھانا تھا۔لہذا قدرتی طور پر انہیں کسب کمالات میں دلچسپی لابدی اور لازمی وضروری تھی یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن سے ایسے کمالات حاصل کرنے میں منہمک رہے جو آگے چل کر ان کے قدرتی منصوبہ میں مداور معاون ثابت ہوئے۔علامہ محمد احمد نجفی بحوالہ زید ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ مختار نے چار سال کی عمر سے لکھنا پڑھنا شروع کر کے علم وقرآن وحدیث اور دینیات حاصل کرنے کے بعد فن شہسواری، تیراندازی، نیزہ بازی اور پیرا کی میں تیرہ سال کی عمر سے پہلے پہلے کمال حاصل کرلیا اور ان کمالات کے مظاہرے کو واقعہ قیس الناطف میں بروئے کار لا کر اپنے والد ابو عبید اور چچا سعد کو خوش کیا۔(مختار نامہ ص ۲۶۳) فاضل معاصر مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کو فن سپاہ گری میں کمال حاصل تھا تیراندازی میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔(ملاحظہ ہو مختصر مختار نامہ ص ۳۰)

۱۳ سال کی عمر میں جذبہ نبرد آزمائی

علامہ شیخ جعفر بن محمد بن نما تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کی عمر جب تیرہ سال کی ہوئی تو آپ میں جذبہ اظہار شجاعت کمال کو پہنچ گیا۔ اتفاقاً اسی دوران میں واقعہ قیس الناطف ظہور پذیر ہوا حضرت مختار اس معرکہ میں اپنے والد اور چچا کے ہمراہ موجود تھے وکان ینقلت للقتال جب معرکہ تیز ہوا تو مختار بے تحاشا میدان کارزار کی طرف دوڑے اور جنگ کی آگ میں کود پڑنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ فیمنعہ سعد بن مسعود عمہ یہ دیکھ کر مختار کے چچا سعد بن مسعود نے بڑھ کر اس شیر ہیجا کو قابو میں کیا اور جنگ کرنے سے روکا۔ (ذوب النضار فی شرح الثار ص ۴۰۱) یہ واقعہ فتح ایران کے سلسلے ہیں ۱۳ ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس جنگ کو جنگِ قیس ناطف یا واقعہ جسر کہتے ہیں (تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۷۲)

حضرت مختار کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا

(جنگ عراق میں ابوعبیدہ کی موت) علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ فارس کی حکومت کا چوتھا دور جو ساسانی کہلاتا ہے نوشیرواں عادل کی وجہ سے بہت نام آور تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں اسی کا پوتا پرویز تخت نشین تھا۔ اس مغرور بادشاہ کے زمانے تک سلطنت نہایت قوی اور زور آور رہی لیکن اس نے مرنے کے ساتھ دفعۃً ایسی ابتری پیدا ہوگئی کہ ایوان حکومت مدت تک متزلزل رہا۔ شیرویہ اس کے بیٹے نے کل آٹھ مہینے حکومت کی اور اپنے بھائیوں کو جو کم وبیش ۱۵ تھے قتل کرا دیا، اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر ۷ سات برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ لیکن ڈیڑھ برس کے بعد دربار کے ایک افسر نے اس کو قتل کر دیا، اور آپ بادشاہ بن بیٹھا سن ہجری کا بارہواں سال تھا۔ چندروز کے بعد درباریوں نے اس قتل

کر کے جواں شیر کو تخت نشین کیا وہ ایک برس کے بعد قضا کر گیا۔اب چونکہ خاندان میں یزدجرد کے سوا جونہایت صغیر السن تھا۔اولاد ذکور باقی نہیں رہی تھی۔پوران وخت کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا کہ یزدجرد سن شعور کو پہنچ جائے گا تو وہی تاج وتحت کا مالک ہوگا۔

پرویز کے بعد جو انقلاب حکومت ہوتے رہے اس کی وجہ سے ملک میں جابجا بے امنی پھیل گئی۔ چنانچہ پوران کے زمانے میں یہ مشہور ہو گیا کہ فارس میں کوئی وارث تاج وتحت نہیں۔ برائے نام ایک شخص کو ایوان شاہی میں بیٹھا رکھا ہے۔اس خبر کی شہرت کے ساتھ عراق میں قبیلہ وائل کے دوسرداروں مثنی شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی تھوڑی جمعیت بہم پہنچا کر عراق کی سرحد حیرہ وابلہ کی طرف غارت گری شروع کی (اخبار الطوال ابو حنیفہ دنیوری) یہ حضرت ابو بکر کی خلافت کا زمانہ تھا اور خالد یمامہ اور دیگر قبائل عرب کی مہمات سے فارغ ہو چکا تھا۔مثنی نے حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہو کر عراق پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی مثنی خود اگر چہ اسلام لا چکے تھے لیکن اس وقت تک ان تمام کا قبیلہ عیسائی یا بت پرست تھا۔حضرت ابو بکر کی خدمت سے واپس آ کر انھوں نے اپنے قبیلہ کو اسلام کی ترغیب دی۔اور قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۴۱) ان نومسلموں کا بڑا گروہ لے کر عراق کا رخ کیا ادھر حضرت ابو بکر نے خالد کو مدد کے لیے بھیجا خالد نے عراق کے تمام سرحدی مقامات فتح کر لیے اور حیرہ پر علم فتح نصب کیا۔یہ مقام کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور چونکہ نعمان بن منذر نے خورنق میں ایک مشہور محل بنایا تھا۔وہ ایک یادگار مقام خیال کیا جاتا تھا۔

حضرت ابو بکر نے ربیع الثانی ۱۳ھ ۶۳۴ء میں (بلاذری ص ۲۵۰) خالد کو حکم بھیجا کو فوراً شام کو روانہ ہوں اور مثنی کو اپنا جانشین کرتے جائیں اور خالد ادھر روانہ ہوئے اور عراق کی فتوحات دفعۃً رک گئیں۔حضرت عمر مسند خلافت پر بیٹھے سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ بیعت خلافت کے لیے تمام اطراف دیار سے بے شمار آدمی آئے تھے اور تین دن تک ان کا تانتا بندھا رہا تھا۔حضرت عمر نے

اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا لیکن چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ عراق حکومت فارس کا پایہ تخت ہے اور وہ خالد کے بغیر فتح نہیں ہوسکتا۔ اس لیے سب خاموش رہے۔ عمر نے کئی دن تک وعظ کیا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر چوتھے روز اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل ہل گئے۔ مثنی شیبانی نے اٹھ کر کہا۔ مسلمانو میں نے مجوسیوں کو آزمالیا ہے۔ وہ مرد میدان نہیں ہیں۔ عراق کے بڑے بڑے اضلاع کو ہم نے فتح کرلیا ہے اور عجم ہمارا لوہا مان گئے ہیں۔ حاضرین میں ابوعبیدہ ثقفی بھی تھے جو قبیلہ ثقیف کے سردار تھے اور وہ جوجوش میں آکر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ انا لھذا یعنی اس کام کے لیے میں ہوں۔ ابوعبیدہ کی ہمت نے تمام حاضرین کو گرما دیا۔

ہر طرف سے غلغلہ اٹھا کہ ہم بھی حاضر ہیں۔ حضرت عمر □ نے مدینہ منورہ اور مضافات سے ہزارہا آدمی انتخاب کیے اور ابوعبیدہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ (بلاذری) حضرت ابوبکر کے عہد میں عراق پر جو حملہ ہوا اس نے ایرانیوں کو چونکا دیا تھا۔ پوران دخت نے رستم کو جو فرخ زاد گورنر خراسان کا بیٹا اور نہایت شجاع اور صاحب تدبیر تھا۔ دربار میں طلب کیا اور وزیر حرب مقرر کر کے کہا کہ تو سیاہ سفید کا مالک ہے یہ کہہ کر اس کے سر تاج رکھا۔ اور درباریوں کو جن میں تمام امرا اور اعیان سلطنت شامل تھے۔

تاکید کی کہ رستم کی اطاعت سے کبھی انحراف نہ کریں۔ چونکہ اہل فارس اپنی نااتفاقیوں کا نتیجہ دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے دل سے ان احکام کی اطاعت کی۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ چند روز میں تمام بد انتظامیاں مٹ گئیں۔ اور سلطنت نے پھر وہی زور وقوت پیدا کرلی۔ جو ہرمز و پرویز کے زمانے میں اس کو حاصل تھی۔

رستم نے پہلی تدبیر یہ کی کہ اضلاع عراق میں ہر طرف ہرکارے اور نقیب دوڑائے جنہوں نے مذہبی حمیت کا جوش دلا کر تمام ملک میں مسلمانوں کے برخلاف بغاوت پھیلا دی چنانچہ ابوعبیدہ کے پہنچنے سے پہلے فرات کے تمام اضلاع میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔

اور جو مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ پوران دخت نے رستم کی اعانت کے لیے ایک اور فوج گراں تیار کی۔نرسی و جاپان کو سپہ سالار مقرر کیا۔جاپان عراق کا ایک مشہور رئیس تھا۔اور عرب سے اس کو خاص عداوت تھی۔نرسی کسری کا خالہ زاد بھائی تھا اور عراق کے بعض اضلاع قدیم سے اس کی جاگیر تھی۔یہ دونوں افسر مختلف راستوں سے عراق کی طرف بڑھے ادھر ابوعبیدہ اور مثنی حیرہ تک پہنچ چکے تھے کہ دشمن کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا مصلحت دیکھ کر خفافان کو ہٹ آئے۔جاپان نمارق پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ابوعبیدہ نے اس اثنا میں فوج کو ساز و سامان سے آراستہ کرلیا اور پیش قدمی کر کے خود حملے کے لیے بڑھے۔نمارق پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔جاپان کے میمنہ اور میسرہ پر جوش شاہ اور مردان شاہ دو مشہور افسر تھے۔جو بڑی ثابت قدمی سے لڑے لیکن بالاخر شکست کھائی اور عین معرکہ میں گرفتار ہو گئے۔مردان شاہ بدقسمتی سے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔جاپان اس حیلے سے بچ گیا کہ جس شخص نے اس کو گرفتار کرلیا تھا وہ اس کو پہنچانتا نہ تھا۔

جاپان اس بڑھاپے میں میں تمہارے کس کام کا ہوں مجھ کو چھوڑ دو۔اور معاوضے میں مجھ سے دو غلام لے لو۔اس نے منظور کرلیا۔بعد میں لوگوں نے جاپان کو پہچانا تو غل مچایا کہ ہم ایسے دشمن کو چھوڑ نا نہیں چاہتے۔لیکن ابوعبیدہ نے کہا کہ اسلام میں بدعہدی جائز نہیں۔ابوعبیدہ نے اس معرکہ کے بعد کسکر کا رخ کیا۔

جہاں نرسی فوج لیے ٹھہرا تھا۔سقاطیہ میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں۔نرسی کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا۔اور خود کسریٰ کے دو ماموں زاد بھائی بندویہ و تیرویہ میمنہ اور میسرہ پر تھے۔تاہم نرسی اس وجہ سے لڑائی میں دیر کر رہا تھا کہ پایہ تخت سے امدادی فوجیں روانہ ہو چکی تھیں۔ابوعبیدہ کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔انہوں نے بڑھ کر جنگ شروع کر دی بہت بڑے معرکے کے بعد نرسی کو شکست فاش ہوئی اور ابوعبیدہ نے خود سقاطیہ میں مقام کیا اور تھوڑی سی فوجیں ہر طرف بھیج دیں۔کہ ایرانیوں نے جہاں جہاں پناہ لی

ہے ان کو وہاں سے نکال دیں۔فرخ اور فراونداد جو بادوسما اور زوابی کے رئیس تھے مطیع ہو گئے چنانچہ اظہار خلوص کے لئے ایک دن ابوعبیدہ کو نہایت عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر بھیجے ابوعبیدہ نے دریافت کیا کہ یہ سامان کل فوج کے لیے ہے یا صرف میرے لئے؟ فرخ نے کہا کہ اس جلدی میں ساری فوج کا اہتمام نہیں ہوسکتا تھا۔

ابوعبیدہ نے دعوت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اور کہا کہ مسلمانوں میں ایک کو دوسرے پر کچھ ترجیح نہیں۔اس شکست کی خبر سن کر رستم نے مردان شاہ کو جو عرب سے دلی عداوت رکھتا تھا اور جس کو نوشیرواں نے تقدس کے لحاظ سے بہمن کا خطاب دیا تھا ۔چار ہزار فوج کے ساتھ اس سامان سے روانہ کیا کہ درفش کا دیانی جو کئی ہزار برس سے کیانی خاندان کی یادگار چلا آتا تھا اور فتح وظفر کا دیباچہ سمجھا جاتا تھا۔اس کے سر پر سایہ کرتا جاتا تھا۔مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحہ تھا۔دونوں حریف صف آرا ہوئے چونکہ بیچ میں دریا حائل تھا۔بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تم اس پار اتر کر آؤ یا ہم آئیں۔ابوعبیدہ کے تمام سرداروں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کو اسی طرف رہنا چاہیئے لیکن ابوعبیدہ جو شجاعت کے نشہ میں سرشاد تھے سمجھے کہ یہ نامردی کی دلیل ہے سرداروں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ جانبازی کے میدان میں مجوسی ہم سے آگے بڑھ جائیں۔ مروان شاہ جو پیغام لے کر آیا تھا۔اس نے کہا کہ ہماری فوج میں عام خیال ہے کہ عرب مرد میدان نہیں ہیں۔

اس جملہ نے اور بھی اشتعال دلایا اور ابوعبیدہ نے اسی فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا کشتیوں کا پل باندھا گیا اور تمام فوج پار اتر کر غنیم سے معرکہ آرا ہوئی۔ پار کا میدان تنگ اور ناہموار تھا اس لیے مسلمانوں کو موقع نہیں مل سکتا تھا کہ فوج کو ترتیب سے آراستہ کر سکتے۔ایرانی فوج کا نظارہ نہایت مہیب تھا۔بہت سے کوہ پیکر ہاتھی جن پر گھنٹے لٹکتے تھے۔اور بڑے بڑے زور سے بجتے چلے جاتے تھے

۔گھوڑوں نے یہ مہیب نظارہ بھی نہیں دیکھا تھا۔بدک کر پیچھے ہٹے ابو عبیدہ نے دیکھا کہ ہاتھیوں کے سامنے کچھ زورنہیں چلتا۔گھوڑے سے کود پڑے اور ساتھیوں کا للکارا! کہ جانباز و ہاتھیوں کو بیچ میں لے لو اور ہودوں کو سواروں سمیت الٹ دو۔

اس آواز کے ساتھ سب گھوڑوں سے کود پڑے اور ہودوں کی رسیاں کاٹ کر فیل نشینوں کو خاک پر گرادیا۔لیکن ہاتھی جس طرف جھکتے تھے۔صف کی صف پس جاتی تھی۔ابوعبیدہ یہ دیکھ کر پیل سفید پر جو سب کا سردار تھا حملہ آور ہوئے اور سونڈ پر تلوار ماری کہ مستک سے الگ ہوگئی۔ہاتھی نے بڑھ کر ان کو زمین پر گرادیا اور سینے پر پاؤں رکھ دیئے کہ ہڈیاں تک چور چور ہوگئیں۔ابوعبیدہ کے مرنے پر ان کے بھائی حکم نے علم ہاتھ میں لیا اور ہاتھی پر حملہ آور ہوئے۔اس نے ابوعبیدہ کی طرح ان کو بھی پاؤں میں لپیٹ کر مسل دیا۔

اسی طرح سات آدمیوں نے جو سب کی سب ابوعبیدہ کے ہم نسب اور خاندان ثقیف سے تھے ۔باری باری علم ہاتھ میں لیے اور مارے گئے۔آخر میں مثنٰی نے علم ہاتھ میں لیا۔

لیکن اس وقت لڑائی کا نقشہ بدل چکا تھا اور فوج میں بھاگڑ پڑ چکی تھی۔یہ واقعہ حسب بیان بلاذری ہفتہ کے دن رمضان ۱۳ھ میں واقع ہوا۔(الفاروق ص ۴۴ تا ۴۹ طبع دہلی ۱۸۹۸ء) مؤرخ اعظم اسلام مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کے ۹ ہزار آدمی تھے۔چار ہزار لڑنے اور ڈوبنے میں ضائع ہوئے دو ہزار بھاگ گئے۔اور تین ہزار باقی رہ گئے تھے۔لشکر فارس کے چھ ہزار آدمی کام آئے۔یہ واقعہ ماہ شعبان ۱۳ھ (تاریخ اسلام جلد ص ۳۷ طبع دہلی ۱۹۱۳ء) علامہ خاوندشاہ لکھتے ہیں کہ جس دن ابوعبیدہ قتل ہوئے ہیں اس شب میں ابوعبیدہ کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک شخص جام خوشگوار لیے ہوئے اترا ہے۔

اور اس نے وہ جام ابوعبیدہ کو دیا۔انہوں نے خود نوش کیا اور اپنے کئی ساتھیوں کو پلایا۔

ابوعبیدہ نے جب یہ خواب سنا تو کہا کہ میں اور میری بہت سے ساتھی اس جنگ میں شربت شہادت نوش کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔(روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۲۴۴ طبع نولکشور) حضرت مختار کے والد کی وفات کے بعد واقعہ جسر یعنی قیس الناطف میں اظہار شجاعت اور والد کے انتقال و وفات کے بعد حضرت مختار اپنے چچا سعد بن مسعود کے ہمراہ کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے اور وہیں ایام حیات گزار رہے تھے تا اینکہ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت واقع ہوئی۔(روضۃ المجاہدین ص ۵) فتح مدائن کے بعد گورنری کا مسئلہ اور حضرت مختار حضرت مختار اپنے والد ابوعبیدہ کی موت کے بعد کوفہ میں تھے کہ صفر ۱۶ھ میں مدائن فتح کر لیا گیا۔(تاریخ ابوالفداء) فتح مدائن کے بعد وہاں کی گورنری کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا۔ بالاخر فیصلہ ہوا کہ حضرت مختار کو ان کی والد کی خدمات کے لحاظ سے وہاں کی گورنری تفویض کی جائے۔

چون مدائن را بکشاوند امیری مدائن را بمختار دادند چنانچہ وہاں کی گورنری ان کے حوالہ کر دی گئی۔(روضۃ المجاہدین حافظ عطا الدین حسام الواعظ ص ۵ طبع ایران) لیکن چونکہ ان سے زیادہ کار آزمودہ ابو عبیدہ کے بھائی اور حضرت مختار کے چچا سعد ابن مسعود تھے۔ لہذا انہیں اس منصب پر بمشورہ مختار فائز کر دیا گیا۔ علامہ خاوندشاہ ہروی لکھتے ہیں۔ چوں مدائن درتحت تسخیر اسلام آمد عمر امارت آل دیار را بسعد بن مسعود کہ عم مختار بود ارزانی داشتکہ جب مدائن اہل اسلام کے قبضہ میں آ گیا تو خلیفہ دوم نے وہاں کی گورنری مختار کے چچا سعد کے سپرد کر دی۔ سعد ۱۶ھ میں وہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔ اور حضرت عثمان اور حضرت امیر المومنین کے عہد میں بھی بدستوار اسی عہدٍ پر مدائن میں کام کرتے رہے۔(روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۴۷ روضۃ المجاہدین ص ۳) ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتا ہے کہ حضرت امام حسن (ع) نے بھی انہیں مدائن کی گورنری کے عہدے پر فائز رکھا۔(دمعۃ ساکبہ ص ۲۳۹) علامہ محمد ابراہیم مجہتد بحوالہ کتاب نقض الفضائح علامہ رازی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار کے چچا

جناب سعد عہد معاویہ میں موصل کے گورنر مقرر کر دیئے گئے۔(نور الابصار ص ۹ طبع لکھنوء)

مختار آل محمد

چوتھا باب

حضرت مختار کی شرافت ذاتی

تاریخ الفخری ص ۸۹ طبع مصر ۱۹۴۷ء میں ہے۔ کان رجلاً شریفاً فی نفسہ عالی الھمۃ کریما کہ حضرت مختار فی نفسہ شریف بلند ہمت اور کریم الطبع تھے۔ روضۃ جلد ۳ ص ۸۴ طبع لکھنوء میں ہے کہ حضرت مختار بے انتہا ذہانت کے مالک اور فراست کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ ہونے والے واقعات کو قبل وقوع بیان کر دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ان کے پاس جبرائیل آتے اور وحی لاتے تھے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۴۹) میں ہے کہ مختار مردولاور بود حضرت مختار نہایت ہی بہادر اور اشجاع تھے۔ اصدق الاخبار فی الاخذ بالثار ص ۳۶ میں ہے کہ مختار فصاحت و بلاغت میں اپنی نظر آپ تھے۔ وہ مسجع اور مقفیٰ کلام اور عبارت پر پوری قدرت رکھتے تھے اور مافی الضمیر کی ادائیگی میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ کتاب ذوب النضار فی شرح الثار ص ۴۰۱ ضمیمہ بحار میں ہے کہ حضرت مختار نہایت زبردست بہادر تھے وہ حملہ آوروں میں کسی چیز کی پروانہ کرتے تھے اور بڑے بڑے مہالک میں کود پڑنے میں ہچکچاتے نہ تھے۔ وہ زبردست عقل و فہم کے مالک تھے۔ اور بے مثل حاضر جواب تھے۔ اور سخاوت میں یکتائے زمانہ تھے۔ اور فراست میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ وہ ستاروں سے زیادہ ہمت میں بلند تھے اور سوجھ بوجھ میں اپنی مثال آپ تھے اور تدبر و تفکر میں ٹھیک منزل پر پہنچنے والے تھے میدانِ جنگ میں نہایت ہوشیار اور دشمنوں کے حملوں

سے بے انتہا باخبر رہتے تھے۔ ہر قسم کے تجربہ میں کمال رکھتے تھے۔اور بڑے بڑے مہلکوں میں کود کر ان پر قابو پا لیتے تھے۔کتاب روضۃ المجاہدین ص ۳ میں ہے کہ حضرت مختار زبردست مرد میدان اور دلیری میں یکتا زمانہ تھے۔امداد خداوندی اور توجہ محمدی و مرتضوی آپ کے شامل حال تھی ص ۴ آپ دوستداران اہلبیت میں سے تھے۔اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بیعت کے لیے مردانہ وار تبلیغ کیا کرتے تھے۔کتاب نور الابصار فی اخذ الثار ص ۲۲ میں ہے کہ حضرت مختار شجاعت و جسارت ،عقل وفہم ، ہمت وسخاوت ، حاضر خوابی و بدیہہ گوئی میں یگانہ اور امثال و اقران میں فخر زمانہ تھے۔وہ بڑے بڑے امور میں جا پڑنے میں دلیر اور بہادر تھے۔انہیں خداوند عالم نے ذہن وذکا میں ممتاز قرار دیا تھا وہ فصاحت بیان اور طاقت زبان میں یکتائے روزگار اور دلیری و دانائی اور تدبیر و اصابت رائے میں عجوبہ اعصار تھے یعنی ان امور میں ان کے نظیر مادر گیتی کی آغوش میں نہ تھی۔انہوں نے کسب علوم وفنون حضرت محمد حنیفہ سے کیا تھا اور علم و فضل میں درجہ کمال پر فائز تھے۔کتاب حدیقۃ الشیعہ علامہ اردبیلی میں ہے کہ حضرت مختار کے حسن عقیدہ میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں علامہ حلی نے انہیں مقبولین میں تسلیم کیا ہے۔مختار اور ان کے جیسے لوگوں کے لیے یہ مسلم ہے۔کہ من اہل الدرجات الرفیعۃ والمراتب العالیۃ ان کا شمار بلند درجہ کے لوگوں اور بلند مرتبہ حضرات میں ہے۔کتاب دمعۃ ساکبہ ص ۴۰۴ میں ہے زبان میں ایسی برکت تھی کہ انکے منہ سے جو کچھ نکلتا تھا صحیح ہوتا تھا ان کے کلام میں لغزش نہیں ہوتی تھی ۔وہ سجع میں کلام کرتے تھے۔ان کا بیان بہت بلند ہوتا تھا دل کے اتنے مضبوط تھے۔جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔وہ شجاعت میں بہت ہی بلند درجہ رکھتے تھے۔بہادروں پر پل پڑنا ان کے لئے بالکل معمولی سی بات تھی ان کے فہم وفراست کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگتا تھا۔وہ سوجھ بوجھ میں کامل تھے۔انہیں کسی اقدام میں شرمندگی نہیں ہوتی تھی۔یہ بلندیوں پر ہمیشہ فائز رہے۔علامہ محمد ابراہیم تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مختار کے حالات احادیث وسیر میں بغور ملاحظہ کرے گا۔اسے معلوم ہوگا کہ وہ از سابقین مجاہدین

بودان سابقین مجاہدین میں سے تھے۔جن کا ذکر خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔اور دعائے حضرت سجاد سے یہ واضح ہے کہ او از برگزیدگاں ونیکو کاراں است کہ حضرت مختار برگزیدہ کردگار اور نیک شعار تھے۔(نورالابصار ص ۱۳) مؤرخ اسمٰعیل ابوالفدا لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت امام حسین (ع) کا انتقام مختار کے ہاتھ سے لیا۔یہ کارنیک بظاہر اس سے ظہور میں آیا۔یہ حالت محاصرہ میں بھی لڑے یہاں تک مقتول ہوئے۔انہیں شہادت کا درجہ نصیب ہوا۔(ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد ۲ ص ۱۴۹) مؤرخ ابن جریر کا بیان ہے کہ حضرت مختار جو کچھ کہتے تھے بقدرت خدائے عزوجل وہی ہوتا تھا (تاریخ طبری ج ۴ ص ۶۵۹)

حضرت مختار کا ولی اللہ ہونا

مثل مشہور ہے کہ ولی را ولی میشناسد ولی کو ولی پہنچانتا ہے۔حضرت مختار کو حضرت رسول کریم (ص) کا سراہنا، امیر المومنین علیہ السلام کا اپنی آغوش میں کھلانا۔امام حسن (ع) کا آپ سے امداد حاصل کرنا امام حسین (ع) کا کربلا میں بار بار یاد کرنا امام زین العابدین (ع) کا آپ کو دعا دینا، امام محمد باقر (ع) کا آپ کو کلمات خیر سے یاد کرنا۔امام جعفر صادق (ع) کا خدمات کو سراہنا یہ بتاتا ہے کہ حضرت مختار ولی اللہ تھے اور یہ حضرات ان کے مراتب جلیلہ سے واقف اور باخبر تھے۔اس کے علاوہ روایات میں ان کو لفظ ولی اللہ سے یاد کیا گیا ہے۔حضرت شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مزار میں ان کی جو زیارت تحریر فرمائی ہے۔اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے۔السلام علیک ایھا الولی الناصح۔سلام ہو تم پر اے ولی ناصح (نورالابصار ص ۱۹) اسی طرح وہ مکتوب جو رسول خدا نے حضرت مختار کے نام بذریعہ امیر المومنین ارسال فرمایا ہے اور جسے ایک شخص غیبی نے حضرت مختار تک پہنچایا۔اس سلسلہ میں بھی تواریخ میں یہ مرقوم ہے کہ اس آنے والے نے حضرت مختار کو جن لفظوں اور جملوں سے مخاطب کیا وہ یہ ہے

۔السلام علیک یا ولی اللہ اے اللہ کے ولی آپ پر میرا اسلام ہو۔(روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷۵)ان کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت مختار جو کچھ منہ سے کہہ دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔اب یہ ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ انہیں علم غیب تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ کچھ ہونے والا ہے یا یہ کہ ان میں اثرات ولایت تھے جو ان کے منہ سے نکل جاتا تھا وہی ہوتا تھا۔بہر دو صورت ان کی ولایت سے استدلال ہوتا ہے علامہ ہروی فرماتے ہیں کہ مختار میں یہ بات ضرور تھی کہ جو کچھ کہتے تھے ہوتا تھا انہوں نے محاربہ موصل کے موقع پر یہ کہا تھا کہ عنقریب ابراہیم ابن مالک اشتر فتح حاصل کر کے ابن زیاد اور حصین بن نمیر کا سر میرے پاس بھیجیں گے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں یہ امر ظہور پذیر ہو گیا کہ جس کی وجہ سے لوگ کہنے لگے کہ مختار پر وحی نازل ہوئی ہے۔نزول وحی کا قائل ہونا جہلا کی خوش فہمی ہے۔ان پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ ان میں قدرتی طور پر ایسی فراست موجود تھی کہ جس سے وہ آئندہ کے حالات جانتے تھے اور وہ بمفاد قول رسول کریم فراسۃ المومن لاتخطی مومن کی فراست خطا نہیں کرتی۔ جو کچھ کہتے تھے ٹھیک ہوتا تھا۔(روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۸۴) میرے نزدیک قول کا خطا نہ ہونا یہ بھی ولایت اور علم غیب کی دلیل ہے۔مثال کے لیے ولی خدا حضرت امام موسیٰ کاظم (ع) کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو کتاب چودہ ستارے ص ۳۱۵ میں بحوالہ امام شبلنجی مرقوم ہے کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کی قید کی سختیاں جھیل رہے تھے۔امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ابو یوسف اور محمد بن حسن ایک شب قید خانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے بحر علم کی انتہا معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ علم کے کتنے پانی میں ہیں وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے سلام کیا۔امام (ع) نے جواب سلام عنایت فرمایا۔ابھی یہ حضرات کچھ پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک ملازم ڈیوٹی ختم کر کے گھر جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ کل واپس آؤں گا ۔اگر کچھ منگوانا ہو تو مجھ سے فرما دیجئے، میں لیتا آؤں گا۔آپ نے ارشاد فرمایا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں جب وہ چلا گیا تو آپ نے ابو یوسف وغیرہ سے فرمایا کہ یہ بیچارہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں اس سے

اپنی حاجت بیان کروں۔تا کہ یہ کل اس کی تکمیل وتعمیل کردے لیکن اسے خبر نہیں ہے کہ یہ آج کی رات کو وفات پا جائے گا۔ان حضرات نے جو یہ سنا تو سوال وجواب کے بغیر ہی واپس چلے آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم ان سے حلال وحرام واجب وسنت کے متعلق سوالات کرنا چاہتے تھے۔فاخذ یتکلم معنا علم الغیمگر یہ تو ہم سے علم غیب کی باتیں کررہے ہیں۔ان کے بعد دونوں حضرات نے اس ملازم کے حالات کا پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ وہ ناگہانی طور پر رات ہی میں وفات پا گیا۔یہ معلوم کرکے یہ حضرات سخت متعجب ہوئے۔(نور الابصار شبلنجی) بعض روایات سے مستفادہ ہوتا ہے کہ حضرت مختار جس زمانہ میں قید خانہ ابن زیاد میں تھے اسی زمانہ میں ان (۴۵۰۰) مومنین کے ساتھ جو بجرم محبت آل محمد قید کیے گئے تھے حضرت میثم تمار بھی تھے۔حضرت میثم نے مختار سے کہا تھا کہ تم عنقریب رہا ہو جاؤ گے اور رہا ہو کر قاتلان حسین سے بدلا لوگے اور حضرت مختار نے کہا تھا کہ تم رہا ہو جاؤ گے لیکن محبت آل محمد میں تمہارے اعضاء وجوارح زبان سمیت قطع کیے جائیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن زیاد نے آپ کے ہاتھ پاؤں اور زبان قطع کرکے شہید کردیا۔(لواعج الاحزان جلد ۲ ص ۱۴۷) اسی طرح حضرت مختار نے قید خانہ میں عمر بن عامر ہمدانی معلم کوفہ سے فرمایا تھا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہو جاؤ گے۔چنانچہ وہ اسی وقت رہا ہو گئے۔(قرۃ العین واخذ الثار ابی مخنف)

حضرت مختار کی شادی خانہ آبادی

۱۳ھ میں جناب ابوعبیدہ ثقفی کی وفات کے بعد سے حضرت مختار اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کے ہمراہ رہنے لگے۔جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی تو جناب سعد نے آپ کی شادی ام ثابت بنت سمرۃ ابن جندب الفراری سے کردی۔پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کی دوسری شادی عمرۃ بنت نعمان بن بشیر الانصاری سے ہوئی۔یہ بیویاں حضرت مختار کی زندگی بھر موجود رہیں۔اور ان سے اولادیں ہوئیں

۔حضرت مختار کی شہادت کے بعد ۶۷ھ ء میں اول الذکر بیوی تو محفوظ رہی اور آخر الذکر بیوی مصعب ابن زبیر کے لشکر کے ہاتھوں قتل کردی گئی۔ (نور المشرقین حصہ اول باب ۶ ص ۱۰۹ طبع کراچی ۱۹۵۲ءء)

حضرت مختار کا ذکر کتب آسمانی میں

علما کا بیان ہے کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی اور ان کے کارنامے کا ذکر کتب آسمانی میں ہے علامہ محمد ابراہیم مجتہد کتب سلف کا ذکر کرتے ہوئے۔بحوالہ معید ابن خالد جدلی رقمطراز ہیں کہ کتب سابقہ میں مرقوم ہے کہ شخصے از ثقیف پیدا خواھد شد و ظالمان را خواہد کشت و بداد مظلومان خواہد رسید وانتقام ضعفا خواہد کشید کہ بنی ثقیف سے ایک زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوگا۔

وہ ظالموں کو قتل کرے گا۔اور مظلوموں کی دادرسی اور دلجوئی کا سبب بنے گا۔اور ضعیف و کمزور لوگوں پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کا بدلہ لے گا۔ (نور الابصار ص ۲۲) علامہ محمد باقر علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید میں جو یہ آیت ہے۔لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔تم لوگ روئے زمین پر ضرور دو مرتبہ فساد پھیلاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے (پ 15 رکوع) اس میں حضرت مختار کا ذکر ہے۔اس آیت کی تفسیر کے دو پہلو میں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ظاہر طور پر اس کی تفسیر یہ ہے کہ پہلی دفعہ ارمیا پیغمبر کا حکم نہ ماننا اور اشعیا پیغمبر کا قتل کرنا۔دوسری دفعہ حضرت زکریا (ع) و یحیٰی (ع) کو شہید کرنا اور حضرت عیسیٰ (ع) کے قتل کا ارادہ کرنا ہے اور باطنی تفسیر اس کی یہ ہے۔حضرت امام جعفر صادق (ع) ارشاد فرماتے ہیں کہ دو بار فساد پھیلانے کے متعلق جو خداوند عالم نے فرمایا ہے اس میں ایک تو حضرت علی (ع) کا قتل کرنا اور حضرت امام حسن پر طعنہ زنی ہے اور دوسرے امام حسین (ع) کا قتل ہے ظہور قائم آل محمد سے قبل ان کا بدلہ لیا جائیگا اور بدلا لینے والا ایسا ہوگا کہ کسی دشمن آل رسول (ص) کو نظر انداز نہ

کرے گا۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ بدلہ لینے والا وہی بہادر ہے جس کا نام ہے مختار اور آیت کی باطنی تفسیر میں مختار ہی صرف اس لیے آتے ہیں کہ ظہور قائم آل محمد سے قبل محمد و آل محمد پر جو مظالم ہوئے ہیں دنیا میں ان کا بدلہ مختار کے سوا کسی نے نہیں لیا۔

(دمعۃ ساکبہ ص 412 وتفسیر صافی ص 258) حضرت آقائے دربندی تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین (ع) کا ذکر کتب سماوی میں ہے۔ فلذا الک انتقام المختار من الکفار۔ اس طرح حضرت مختار کے انتقام لینے کا ذکر بھی کتب سماویہ میں ہے۔ (اسرار شہادت ص 571) علامہ حسام ابواعظ، عطاالدین تحریر فرماتے ہیں کہ واقعہ مختار کے سلسلہ میں نہروان کی جنگ کے موقع پر ایک راہب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت مختار کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے۔ (روضۃ المجاہدین)

جناب مختار حضرت رسول کریم (ص) کی نظر میں

یہ ظاہر ہے کہ جناب مختار نے جو کارنامہ انظار عالم کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ مختار کے دست و بازو کی تنہا کارکردگی نہیں تھی بلکہ ان کے ساتھ تائیدات شامل حال تھیں۔ تواریخ وسیر اور تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار کے ساتھ خداوند عالم، رسول کریم (ص) اور شیر خدا کی خصوصی تائید تھی رب العزت کا قرآن مجید میں ذکر فرمانا۔ رسول کریم (ص) کا ولادت مختار سے قبل بشارت دینا حضرت علی (ع) کا آغوش میں لے کر مختار کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور ایسے الفاظ زبان مبارک پر جاری کرنا جو ہمت افزا ہوں یہ بتاتا ہے کہ ان حضرات کی تائید شامل حال تھی اور ان لوگوں کی نگاہ میں مختار کو بلند مقام حاصل تھا۔ پھر رسول خدا (ص) کا وہ خط جو مختار کو بوقت خروج دیا گیا وہ سونے پر سہاگہ ہے اور چونکہ ان حضرات کی نظر میں مختار کو بلند مقام حاصل تھا اور ان کی تائیدات غیبی شامل حال تھیں۔ اسی وجہ سے مختار قہر خدا بن کر

دشمنان آل محمد کیلئے ابھرے اور انہیں ان کے کردار کا وہ مزہ چکھایا جس کی تلخی ان کی نسلوں کے حلقوں سے شام ابد تک نہ جائے گی۔ علامہ راشد الخیری لکھتے ہیں، مختار کا دَور حقیقۃً خدائی قہر تھا جس نے دشمنان اہل بیت (ع) کو ان کے اعمال کا مزا چکھا دیا۔ ورنہ مختار کو حکومت یا سلطنت سے واسطہ نہ تھا۔ (سیدہ کا لال ص 224 طبع نہم محبوب المطابع دہلی 1943ء)

عبداللہ ابن سبا اور مختار ثقفی

آنحضرت کے بعد حضرت عثمان غنی کے ابتدائی نصف عہد خلافت تک بظاہر ملت اسلامیہ میں امن وسکون تھا۔ اور 30ء ہجری تک مسلمانوں نے دنیا کا اتنا بڑا رقبہ اہم فتح کر کے اپنی حکومت وسیاست میں شامل کر لیا تھا کہ باقی بچا ہوا تاریک رقبہ اس منور رقبہ کے مقابلہ میں کوئی قدر قیمت اور اہمیت نہیں رکھتا تھا اور اسلام دنیوی طاقتوں کے مجموعہ کو بآسانی کچل سکتی تھی۔ لیکن راس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بروز ثانی عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامہ پہن کر اور دوسرے منافقوں سے تقویت پا کر اور بہت سے نو مسلموں کو فریب دے کر وہ سب سے پہلا فتنہ امت کے مسلمہ میں برپا کیا جس نے اسلام کو مٹاتے ہوئے خاندانی امتیاز اور نسلی عصبیت کو تعلیمات اسلامیہ اور مقاصد ایمانیہ کے مقابلہ میں پھر زندہ اور بیدار کر کے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب اور خانہ جنگی میں مصروف کر دیا۔ اور مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کا انتقامی جذبہ کے مقابلہ میں گوارا کیا۔ بلکہ عبداللہ ابن سبا کے بروز ثانی مختار ابن ابی عبیدہ بن مسعود ثقفی کی مشرکانہ تعلیم اور کفریہ دعاوی کو بھی جزو ایمان سمجھ لیا سلیمان بن صرد خزاعی ہاشمیوں اور شیعیان علی کو فراہم کر کے جنگ عین الوردہ میں ہزار ہا مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا چکا تھا کہ مختار مذکور نے محمد بن حنفیہ (ع) برادر امام حسین (ع) اور عبداللہ ابن عمر کو دھوکا دے کر کوفہ میں اپنی مقبولیت ورسوخ کیلئے راہ نکالی اور حضرت امام حسین (ع) کی شہادت اور حادثہ

کربلا کے دل گداز واقعات وحسرتناک تذکرہ کو آلہ کار بنا کر عبداللہ ابن سبا والے فتنہ خفتہ کو بیدار کر کے خاندانی امتیازات اور قبائلی عصبیتوں میں جان ڈال دی پھر اس کے بعد قوت، شوکت اور کوفہ کی حکومت حاصل کر چکا تو بجائے اس کے کہ ابتدائی دعادی واعلانات کے موافق علویوں کو حکومت دلاتا، مسلمانوں کو مشرک وکافر بنانا شروع کیا۔ اس نے نہایت چالاکی سے کوفہ والوں کو اپنی کرامتوں اور خوارق عادات طاقتوں کا یقین دلایا کوفیوں کی مدد سے حاکم کوفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے خود حاکم کوفہ بن گیا......

بہر حال کوفہ والوں نے جو مختار مذکور کے فریب میں آ گئے اس کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ان کی غالب تعداد حقائق قرانی سے غافل اور تعلیمات اسلامیہ میں ادھوری تھی۔ الخ ص 9۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ مضمون نگار نے مذکورہ عبارت میں اپنے ان جذبات کو پیش کیا ہے جو بعض للہی کے طور پر اس کے دل میں پیدا تھے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ بنی امیہ کی پرستاری کا یہی جذبہ شاہکار ہوتا ہے انہیں حقیقت سے بحث نہیں ہوتی یہ وہ سب کچھ کہنا چاہتے ہیں جو ان کے دل میں محبت بنی امیہ کے جذبہ کے ماتحت پیدا ہو۔ اس مضمون میں انتشار اسلام کی تمام تر ذمہ دار عبداللہ ابن سبا اور حضرت مختار پر عائد کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت کے نصف عہد تک ملت اسلامیہ میں امن و سکون ابن سبا نے اس سکون کو برباد کیا اور اسی کی پیروی مختار ثقفی نے کی۔ میں کہتا ہوں کہ مضمون نگار نے مذکورہ بیان میں اپنی تاریخ سے مکمل ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے اس میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا جواب ہماری کتاب مختار آل محمد کے صفحات سے حاصل ہوگا ہم اس مقام پر صرف دو باتیں بتانا چاہتے ہیں۔

(1) حضرت عثمان کے نصف عہد خلافت سے فتنہ کی ابتداء ناقابل تسلیم ہے۔ اسلام میں فتنہ کی بنیاد اسی وقت پڑ گئی تھی جس وقت حضرت رسول اکرم (ص) کو قلم ودوات دینے سے انکار کر دیا گیا تھا ورنص خدا ورسول (ص) کے خلاف خلافت کی بنیاد رکھ دی گئی تھی جیسا کہ علامہ شہرستانی نے کتاب ملل ونحل میں

تحریر فرمایا ہے۔(2) حضرت مختار کو جس کا بروز ثانی قرار دیا گیا ہے اس کا وجود ہی نہیں ہے یعنی عبداللہ ابن سباء کے وجود سے تاریخ ورجال کا استناد قاصر ہے یہ بالکل اسی طرح کا ایک افسانوی ہیرو ہے جس طرح آج بھی ناولوں میں بنائے جاتے ہیں۔

یزید کی موت چار ہزار پانچ سو محبان علی کی قید سے رہائی

یزید کی موت چار ہزار پانچ سو محبان علی کی قید سے رہائی شام میں مروان کی حکومت اور حضرت مختار کی مکہ سے کوفہ کو روانگی رسیدگی و گرفتاری اور سلیمان ابن صرد وغیرہ کی انتقامی مہم و شہادت حضرت مختار ابھی مکہ ہی میں اور بروایت مدینہ میں تھے کہ یزید لعین کا انتقال ہو گیا انتقال یزید کے متعلق مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ یزید شام کے ایک دیہات میں فوت ہوا جس کا نام حوارین تھا اس کی عمر 39 سال تھی۔اس کی وفات بروز بدھ 10 ربیع الاول 63،64ھ کو ہوئی ہے مدت حکومت تین سال آٹھ مہینے تھی۔(تاریخ طبری جلد 4 ص 644) علماء کا بیان ہے کہ واقعہ کربلا کی وجہ سے یزید ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔جس کی تشخیص ناممکن تھی۔تمام اطبا نے بالاتفاق کہہ دیا۔کہ اسے کوئی خاص بیماری معلوم نہیں ہوتی۔

سوا اس کے کہ قتل فرزند رسول کا تاثر اسے ستا رہا ہے اور اس کا علاج سیر و تفریح اور شکار کے سوا کچھ نہیں ہے۔اسی بنا پر یزید اکثر شکار کو جایا کرتا تھا۔ایک دن وہ دس ہزار سواروں کو ہمراہ لے کر شکار کے لیے نکلا۔اور دمشق سے دو شبانہ روز کی دوری تک چلا گیا ناگاہ اس کو ایک خوبصورت ہرن نظر پڑا اس نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ کوئی میرے ہمراہ نہ آئے وہ لوگ تو اپنے اپنے مقام پر ٹھہر گئے اور یہ اس کے پیچھے بڑھتا چلا گیا۔ہرن جو تیزی سے ایک کے بعد دوسرے جنگل کو طے کر رہا تھا وہ ایک ایسی اوجاڑ اور خوفناک وادی میں پہنچا جو دل ہلا دینے والی تھی۔ جب یہ دونوں اس

وادی کے درمیان میں پہنچے اور یزید نے چاہا کہ جھپٹ کر اس پر حملہ کر دے تو ناگاہ وہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ دیکھ کر یزید سخت حیران ہوا اور چونکہ اس پر پیاس کا شدید حملہ ہو چکا تھا اس لیے وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں ہو رہا تھا کہ ایک شخص مشکیزہ لیے ہوئے نظر پڑا یہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ کر بولا خدارا مجھے ذرا سا پانی پلا دو اس نے پوچھا تو کون ہے یزید نے جواب دیا میں امیر یزید ہوں شام کا بادشاہ اس نے کہا تجھے شرم نہیں آتی۔ فرزند رسول حضرت امام حسین (ع) کو پیاسا قتل کر کے ہم سے پانی مانگتا ہے۔ اے ملعون ہم تجھے پانی نہیں دے سکتے اور اب ہم تجھ پر حملہ کرتے ہیں تو اس کو رد کرنے کی سعی کر۔ یہ کہہ کر اس شخص نے جو در اصل ملک تھا ایک زبردست حملہ کیا۔ یزید نے شمشیر نکالنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کے حملہ کرتے ہی اس کا گھوڑا بھڑکا اور یہ زمین کی طرف مائل ہوا، ناگاہ ایک آگ کا گرز اس کے چہرے پر پڑا اور اس کے ٹکڑے اڑ گئے اور حکم خدا سے ایک عظیم طائر نے اسے نگل لیا اور وہ طائر قیامت تک اسے اگل کر نگلتا رہے گا اور خداوند عالم اسے زندہ کر کے طائر کی پارید گی کے ذریعہ سے اسے تا قیامت عذاب الٰہی کا مزہ چکھاتا رہے گا۔ ایک روایت کی بنا پر جب یزید کا گھوڑا بھڑکا تھا اس کی رکاب میں اس ملعون کا ایک پیر رہ گیا تھا۔ علامہ حسام الواعظ کا بیان ہے کہ یزید کتے کی شکل میں مسخ ہوگیا تھا۔ یزید کے لشکر میں دس افراد ہم نوالہ و ہم پیالہ بھی تھے جب یزید کی واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تو یہ لوگ اس کے تفحص اور تجسس میں آگے بڑھے ایک روایت کی بنا پر وہ بھی وہاں پہنچ کر جس کا نام بروایت قرۃ العین وادی جہنم تھا واصل جہنم ہو گئے اور دوسری روایت کی بنا پر جب وہ لوگ وادی کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں یزید کا گھوڑا نظر آیا انہوں نے دیکھا کہ اس کا رکاب میں یزید کا ایک پیر لٹکا ہوا ہے یہ دیکھ کر فریاد و فغاں کرتے ہوئے دمشق کی طرف واپس چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جیسے ہی ان لوگوں کی نگاہ رکاب فرس پر پڑی ایک خوفناک فضائی آواز نے ان کے دل ہلا دیئے ے یہ آواز ایسی تھی جس کے صدمہ سے بعض دم دے بیٹھے اور بعض بھاگ کر نیم

جاں دمشق جا پہنچے۔ایک روایت میں ہے کہ اس آواز نے جوزبانیہ جہنم کی تھی سب کو نیست ونابود کردیا۔ اخذ الثار وانتصار المختار لابی مخنف ضمیمہ بحار جلد 10 ص 485 وقرۃ العین ص 133 ونور الابصار ص 55) وفات یزید سے ملک میں انتشار اور شیعیان علی کی قید سے رہائی یزید کی گم گشتگی اوراس کے دس خصوصی دوستوں کی عدم واپسی اور ناپیدگی کی وجہ سے لشکر یزید سخت حیران و پریشان چکر کھاتا رہا۔ بالاخر اسے یقین ہوگیا کہ یہ لوگ کسی عذاب میں مبتلا ہوکر جان عزیز دے بیٹھے ہیں اس تیقن کے بعد یہ لشکر سرگرداں وارد دمشق ہوا۔

اس کے دمشق میں پہنچتے ہی انتشار عظیم پیدا ہوگیا۔ مما لک محروسہ میں طوائف الملوکی کا دوردورہ ہوگیا جو یہاں یزید کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ وہ خودمختار حاکم بن گیا دمشق میں دوقسم کے خیالات رونما ہوگئے بعض خیالات یزید کی ہمدردی سے متاثر تھے اور بعض اس کی موت سے فرحناک تھے۔

واستنبہ المومنون فتبا درواالی وارہ وذبحوا اولادہ وحریمہ واخذ واجمیع مالہ۔ یزید کے مرنے کی جونہی اطلاع شیعیان علی بن ابی طالب کو ہوئی وہ والئی کوفہ کی طرف دوڑ پڑے اور انہوں نے مکان کو گھیرے میں لے کر اس کے بعد اولاد اور حریم کو قتل کردیا اور مال و دولت لوٹ لیا۔ (قرۃ العین ص 134) مومنین ان لوگوں کے قتل وغارت میں مشغول ہی تھے کہ بنی امیہ کا ایک عظیم فوجی دستہ آ گیا دونوں میں باہمدگر تا دیر جنگ ہوئی بالآخر لوٹا ہوا مال واپس ہوگیا۔ (نور الابصار ص 56) علماء ومؤرخین کا بیان ہے کہ یزید کے مرنے کی جونہی خبر کوفہ میں پہنچی شیعیان علی بن ابی طالب (ع) جو اپنے کو شیعہ ظاہر نہ کرسکتے تھے رونما ہوگئے اور سب نے یکجا ہوکر ابن زیاد کے مکان پر حملہ کیا ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا یہ لوگ ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کے مسلسل نعرے لگا رہے تھے ان لوگوں نے اس کے مکان کو گھیر لیا اور اسے اچھی طرح لوٹا انہیں جو مِلا اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ لوگ اس قید خانہ کی طرف چلے جس میں چار ہزار پانچ سو شیعیان علی بن ابی طالب گرفتار تھے یہ

وہی قید خانہ تھا جس میں اس سے قبل حضرت مختار بھی گرفتار تھے اس قید خانہ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی اس کے قیدی عموماً بھوکے پڑے رہتے تھے اور اکثر زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل جب کوفہ تشریف لائے تھے تو ان کے منصوبہ میں ان لوگوں کی رہائی بھی تھی یہ قیدی کوفہ اور اطراف کوفہ کے باشندے تھے انہیں اس درجہ مجبور رکھا گیا تھا کہ یہ زندگی کی سانس لینے سے بھی عاجز تھے ان کی اسی قید نے انہیں مسلم بن عقیل اور حضرت امام حسین (ع) کی امداد سے روک رکھا تھا۔ عالم اہل سنت امام عبداللہ ابن محمد لکھتے ہیں۔

كان يزيد مولى ابن زياد على الكوفه والبصرة فكان يقيم فى كلاهما ستة اشهر و كان فى ذالك الوقت فى البصرة و كان فى جسه الذى بالكوفة اربعة الاف و خمساة فارض وهم الذين كانوا مع المختار مقيدون مظلومون لم يتمكنوامن ذالك على نصرة الحسين فلما جاالخبربهلاك يزيد فادل مافعلوااهل الكوفة نهبرادار ابن زياد و قتلوا اصحابه واولاد وهتكم احريمه واخذ واخيل رجاله و كرواجبه وارخرجوامن فيه فكان فيهم سليمان من صرد الخزاعى وسعيد بن صفوان ويحيى من عوف ومثلهم من الابطال واشجعان فلما خرجواتقا سمو الخيل والمال وهلكو الباقين من اهل ابن زياد ولم يبق منهم الانفر قدهرب وسار الى البصرهوا عمله بما حصل

(قرۃ العین ص 134، طبع بمبئی) یزید ابن معاویہ نے عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ اور بصرہ کا گورنر بنا رکھا تھا۔ وہ دونوں مقامات پر چھ چھ ماہ قیام کیا کرتا تھا۔

ہلاک یزید کے وقت وہ بصرہ میں مقیم تھا اس کے اس قید خانہ میں جو کوفہ میں تھا چار ہزار پانچ سو بہادر قید تھے یہ وہی لوگ تھے جو حضرت مختار کے ساتھ گذشتہ دنوں میں وہاں موجود تھے اور مقید تھے

اور سخت ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ حضرت امام حسین (ع) کی امداد نہ کر سکے تھے جب یہ خبر پہنچی کہ یزید ہلاک ہو گیا ہے تو اہل کوفہ نے سب سے پہلے ابن زیاد کے مکان کو لوٹا اور اس کے ہرکاروں اور اولاد کو قتل کیا اور اس کے داشتہ یا دیگر عورتوں کی بے حرمتی کی اور اس کے مال مویشی کو لوٹا اور اس کے قید خانہ کو توڑ کر اس میں سے ان سب کو رہا کر دیا جو اس میں تھے...... اسی قید خانہ میں سلیمان بن صرد خزاعی، سعید ابن صفوان یحییٰ بن عوف اور انہیں کے مثل بڑے بڑے بند تھے۔ جب یہ لوگ قید خانہ سے نکلے تو انہوں نے گھوڑے اور مال بانٹ لیا اور ابن زیاد کے جو کچھ لوگ باقی رہ گئے تھے سب کو قتل کر ڈالا یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص کے علاوہ جو بھاگ کر بصرہ پہنچا اور اس نے اس واقعہ کی خبر دی اور کوئی باقی نہ بچا۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ اسی قید خانہ میں حضرت ابراہیم بن مالک اشتر نخعی اور صعصعۃ العبدی بھی تھے۔ (اخذ الثارص 486 طبع ایران نور الابصار ص 56 طبع لکھنو) قید خانہ سے رہائی کے بعد بالاتفاق یہ فیصلہ ہوا کہ سب کو مجتمعاً امام حسین کے خون کا بدلا لینا چاہیے چنانچہ جملہ سرفروشان اسلام جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہو گئے یہ بزرگ صحابی رسول ہونے کے علاوہ اور بہت سے صفات سے متصف تھے۔ استیعاب میں ہے کہ یہ مرد نیک فاضل و عابد اور بڑے مجاہد تھے، فتح مکہ جمل و صفین میں انہوں نے کارہائے نمایاں کیے تھے ان کا نام عہد جاہلیت میں "یسار" تھا لیکن سرور عالم (ص) نے سلیمان رکھ دیا تھا۔ ابن زیاد کی قید میں ہونے کی وجہ سے یہ بھی واقعہ کربلا میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ حضرات امام حسین (ع) کی مدد نہ کر سکے ان میں نمایاں حیثیت حضرت سلیمان بن صرد خزاعی ا مسیب ابن نخبہ ضراری عبداللہ ابن سعید بن نفیل ازدی عبداللہ ابن والی تمیمی رفاعہ بن شداد کو حاصل تھی ۔ یہ حضرات رسول کریم اور علی حکیم کے اصحاب کبار میں سے تھے۔ جب تمام حضرات جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہو گئے تو سلیمان بن صرد نے کھڑے ہو کر ایک درد بھری تقریر کی جس میں آپ نے اس وقت کے موجود حالات پر روشنی ڈالی اور

اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں میں لگی ہوئی صدمہ کی آگ اس طرح بجھ سکتی ہے کہ ہم میدان عمل میں نکل آئیں اور دشمنان و قاتلان حسین کو گن گن اور چن چن کر ماردیں آپ کی تقریر کے بعد رفاعہ بن شداد کھڑے ہوگئے۔

اور انہوں نے آپ کی تقریر کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ بے شمار دشمنوں سے چونکہ اس سلسلہ میں مقابلہ کرنا پڑے گا۔اس لیے ضروری ہے کہ ہم کسی کو اپنا (کمانڈر) سردار مقرر کرلیں تاکہ منظم طور پر بدلا لینے میں کامیابی حاصل کرسکیں۔اور سنو میری نگاہ میں اس منصب کیلئے سلیمان بن صرد سب سے زیادہ موزوں ہیں۔رفاعہ کے بعد مسیب بن نخبہ نے کہا کہ میں رفاعہ کی پوری پوری تائید کرتا ہوں۔بے شک ہم سب میں ان کو مختلف حیثیتوں سے تفوق حاصل ہے مسیب کی تقریر کے بعد سب نے متفقہ طور پر جناب سلیمان بن صرد کو اپنا رئیس و سردار تسلیم کرلیا اور سب کے سب خون بہا کی خاطر جنگ کے لیے تیار ہوگئے۔حضرت سلیمان بن صرد نے قوم کے ابھرتے ہوئے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اپنے خصوصی جذبہ انتقام کی رعایت سے پوری پوری توجہ مبذول کردی اور یہ طے کرلیا کہ یا تو قاتلان حسین (ع) کو قتل کردیا جائے گا۔یا ہم لوگ خودسر سے گزرجائیں گے۔اس کے بعد انہوں نے دیار و امصار میں خطوط روانہ کرنا شروع کردیے اور اپنی پوری کوشش سے کثیر تعداد میں شیعیان علی بن ابی طالب کو فراہم کرلیا۔حضرت سلیمان نے سب سے پہلے جن لوگوں کو خطوط لکھے ان میں سعد بن خذیفہ یمانی اور مثنی بن مخزمۃ العبدی تھے۔یہ لوگ مدائن میں قیام پذیر تھے۔انہوں نے حضرت سلیمان کو نہایت امید افزا جواب دیا۔(ذوب النضار ص 403،نور الابصار ص 60) حضرت سلیمان تکمیل خروج کی تیاری میں مصروف و مشغول تھے کہ حضرت مختار مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ابن زیاد کی بصرہ سے روانگی اور سلیمان کی پیش قدمی

ادھر حضرت مختار قید خانہ میں داخل کر دیئے گئے ادھر سلیمان بن صرد خزاعی کو اطلاع ملی کہ ابن زیاد بصرہ سے بہ ارادہ شام روانہ ہو رہا ہے۔ سلیمان بن صرد نے فیصلہ کیا کہ کوفہ سے روانہ ہو کر شام کے راستے ہی میں ابن زیاد کو قتل کر دیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد حضرت سلیمان بن صرد بارادہ قتل ابن زیاد کوفہ سے سمت بصرہ روانہ ہو گئے ایک روایت کی بنا پر آپ کے ہمراہ چار ہزار پانچ سو بہادر تھے آپ نے شام اور بصرہ کے ایک درمیانی شارع پر اپنا پڑا جما دیا۔ خیال تھا کہ ابن زیاد اسی طرف سے گذرے گا۔ اور ہم اسے پکڑ کر قتل کر دیں گے تھوڑے عرصہ انتظار کے بعد بصرہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ابن زیاد جو حاکم بصرہ بھی تھا کو یزید کی موت کی جونہی اطلاع ملی سخت حیران و پریشان ہوا وہ ابھی اسی تردد میں تھا کہ کوفہ کی خبریں اسے وصول ہو گئیں۔ اب تک وہ یہ رائے قائم نہ کر سکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کہ ناگاہ بروایت روضۃ المجاہدین نامہ برکبوتر نے مروان بن حکم کا ایک خط پہنچایا جس میں لکھا تھا کہ یزید کا انتقال ہو گیا ہے اور ہر طرف طوائف الملوکی نے زور پکڑ لیا ہے دمشق پر قبضہ جمانے کے لیے عبداللہ بن عمر پوراز ور لگا رہا ہے لہٰذا جس طرح ممکن ہو سکے تو جلد سے جلد دمشق پہنچ جا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے ابن زیاد نے فورا منادی کے ذریعہ سے مسجد جامع میں لوگوں کو جمع کیا۔ جب اجتماع ہو گیا تو وہ منبر پر گیا لوگوں کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ یزید ہلاک ہو گیا ہے اور لوگ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کس لیے سب جمع کیے گئے ہیں ابن زیاد نے اہل بصرہ سے کہا کہ یزید کو کوئی ضرورت لاحق ہو گئی ہے اور اس نے مجھے جلد سے جلد دمشق پہنچے کا حکم دیا ہے اس لیے میں یہاں سے جا رہا ہوں اور تم پر اپنا قائم مقام اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو کیے جاتا ہوں تم لوگ اس کی اطاعت کرنا اور اس کے حکم کو ناقد سمجھنا۔ اگر مجھے وہاں زیادہ دنوں تک رہنا پڑا۔ تو میں تمہیں مسلسل خطوط لکھتا رہوں گا ورنہ خیال ہے کہ جلد سے جلد تم تک واپس پہنچ جاؤں گا ان لوگوں نے سمعا وطاعۃ کہہ کر جواب دیا اور وہ منبر سے نیچے اتر آیا اس کے بعد کہنے لگا کہ تم میں کون ایسا ہوشیار شخص ہے جو مجھے مناسب راستے سے شام پہنچا دے، اور سنو جو

اس خدمت کو میری مرضی کے مطابق سر انجام دے گا اسے میں اپنے دونے وزن کے برابر سونا دوں گا۔
یہ سن کر عمر بن جارود جو اپنی قوم کا سردار اور بنی امیہ تھا اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔ اے امیر یہ فریضہ میں ادا کروں گا اور تجھے اس خوبصورتی وسہولت سے دمشق پہنچا گا کہ تو بھی تا قیامت یاد رکھے گا اے امیر میں تجھے اپنے بزاقہ میں سوار کر کے لے چلوں گا اور دمشق پہنچا دوں گا

اور سن میں تیری حفاظت کے لیے اپنے جملہ فرزند اور خادم ہمراہ لے چلوں گا میرے اکیس بیٹے ہیں اور سب بڑے بہادر ہیں میرا ایک بیٹا بیس سواروں کے برابر ہے یہ سن کر ابن زیاد خوش ومسرور ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر تیرے یہ خیالات اور تیرا یہ عزم ہے تو سن میں تجھے دونی کے بجائے چوگنی بخشش دوں گا یعنی اپنے وزن کے چار گنا برابر تجھے سونا دوں گا اور یہی نہیں بلکہ ایسا بھی کروں گا کہ تجھے اپنا مقرب بنا لوں گا اور یزید کے بھی خواص میں تجھے داخل کر دوں گا بس اب تو یہ کر کہ مجھے اقرب طرق سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے دمشق پہنچا دے اور یہ بھی سن لے کہ میں تیرے ساتھ ایک ہووج میں سوار ہوں گا اور جو کچھ تجھے دینا ہے وہ سارے کا سارا دوسرے ناقہ پر لاد کر لے چلوں گا اس کے بعد ابن زیاد نے عمر بن جارود کو حکم دیا کہ اپنے گھر والوں سے رخصت ہو کر ایسے وقت پر یہاں پہنچ جائے کہ روانگی کے بعد ظہر سے قبل بصرہ سے کئی میل دور نکل چلیں اس نے اسے قبول کر لیا اور گھر والوں سے رخصت ہونے کے لیے ابن زیاد کے پاس سے چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد تیار ہو کر حاضر ہوا۔ عمر بن جارود کے پہنچتے ہی ابن زیاد نے حکم دیا کہ سفر کے لیے میرا ناقہ لایا جائے اور اس پر عمدہ قسم کا ہووج باندھ دیا جائے، اس کے بعد خود سامان سفر درست کرنے لگا ابن زیاد کے چار بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے کی عمر دس سال تھی سب تیار ہو کر گھر سے باہر نکل آئے اس کے بعد ابن زیاد چار سو غلاموں اور پندرہ مخصوصین سمیت سواریوں پر سوار ہوا اور ابن جارود اپنے لڑکوں سمیت ناقوں پر سوار ہوا اور سو خچروں یا ناقوں پر سامان لادا گیا اور روانگی عمل میں آئی یہ قافلہ بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ راستے میں چار ہزار پانچ سو اہل کوفہ جو

قید سے رہا ہوئے تھے مسلح موجود تھے ابن جارود کے فرزندوں میں ایک ایسا فرزند بھی تھا جو ایک فرسخ سے زائد کی دوری کے آنے والے کو پہچان لیتا تھا کہ یہ کون ہے آنے والا آیا لشکر ہے یا جانور، سواروں کا گروہ ہے یا پیادوں کا چلتے چلتے اس نے ایک مقام پر محسوس کیا کہ کوئی لشکر کوفہ کی سمیت سے اسی راستے پر آرہا ہے اس نے فوراً اپنے باپ سے کہا کہ کوفہ کی طرف سے ایک عظیم لشکر آتا ہوا نظر آتا ہے مجھے گمان ہے کہ یہ ہمارے لیے آرہا ہے اور اب یقینی طور پر خطرہ ہی خطرہ ہے یقیناً ان لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ابن زیاد ہمارے ہمراہ عازم سفر ہے۔ یہ سن کر ابن جارود ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے اب صحیح واقعہ بتا اور اپنی روانگی کا سبب واضح کرو ورنہ ہم سب مارے جائیں گے ابن زیاد نے کہا کہ سن بات یہ ہے کہ یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ اہل کوفہ نے میرے دارالامارۃ پر حملہ کر کے میرا سب کچھ لوٹ لیا ہے مال مویشی سب لے گئے ہیں خزانہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اس قید خانہ کو توڑ دیا ہے جس میں چار ہزار پانچ سو شیعیان علی گرفتار تھے مجھے گمان ہے کہ انہیں یہ اطلاع مل گئی ہے کہ میں بصرہ سے دمشق جا رہا ہوں مجھے ظن غالب ہے کہ یہ لشکر ہماری ہی تلاش میں آرہا ہے اے ابن جارود اب تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میرے حواس قابو میں نہیں ہیں یقیناً یہ لوگ مجھے قتل کریں گے۔ عمر بن جارود نے کہا کہ اے ابن زیاد تو نے جو بات بتائی ہے اس سے تو بالکل واضح ہے کہ جان کا اب بچنا ناممکن ہے البتہ میں ایک حیلہ تجھ سے بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تجھے ایک ناقہ کے شکم میں باندھ دیا جائے اور اس ناقہ پر مشکیزے مسدود کر دیئے جائیں اور اس ناقے کو دیگر ناقوں کے درمیان کر دیا جائے کیونکہ یہ لشکر ناقوں ہی کا جائزہ لے گا اور خدا کی قسم اگر انہوں نے تجھے دستیاب کر لیا تو ہرگز تیرا ایک قطرہ خون بھی نہ چھوڑیں گے۔ ابن زیاد نے کہا کہ بہتر ہے ایسا ہی کرو بہرصورت جان بچانی ضروری ہے اس کے بعد ابن جارود ایک ناقہ لایا اور اس کے پیٹ میں ابن زیاد کو لپیٹ کر باندھ دیا اور اس کے داہنے بائیں ہوا سے بھر کر مشکیزے باندھ دیئے اور ان پر ایک جل لٹکا دیا۔ اس کے بعد

یہ لوگ آگے کو روانہ ہو گئے۔ ابھی دیر نہ گذری تھی کہ لشکر کوفہ زیر قیادت حضرت سلیمان بن صرد خزاعی وہاں جا پہنچا۔ وہ لشکر یالثارات الحسین، کے نعرے لگا رہا تھا یہ دیکھ کر ابن جارود گھبرا گیا لیکن حوصلہ پر قابو رکھتے ہوئے بولا۔ اے لوگو! تم کس سے امام حسین (ع) کے خون کا بدلا چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد سے اس نے کہا کہ وہ یہاں کہاں ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ تیرے ہمراہ بصرہ سے دمشق کے لیے روانہ ہو رہا ہے اور یقینا تیرے ہمراہ ہے۔ عمر بن جارود نے کہا کہ اے لوگو! سنو، نہ اس وقت ہم تاریکی میں ہیں نہ کسی دیوار کی آڑ میں ہیں نہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ حائل ہے ہم لوگ اِس بے آب و گیاہ بیابان میں ہیں کھلے ہوئے جنگل میں ہیں ہمارے ناقے تمہارے سامنے ہیں تم اچھی طرح ان کی تلاشی لے لو اگر ابن زیاد برآمد ہو جائے تو جو تمہارا جی چاہے کرنا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے ابن زیاد کی تلاشی کے لیے ناقوں کی تلاشی لینی شروع کی اور تادیر اچھی طرح تلاشی لی۔

مگر وہ ملعون برآمد نہ ہوا۔ ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ کسی اور راستے سے دمشق کے لیے نکل گیا ہے لیکن کوئی اس نتیجہ پر نہ پہنچا کہ وہ بطن ناقہ سے بندھا ہوا ہے حضرت سلیمان بن صرد نے ابن زیاد کی عدم برآمدگی کے بعد کہا کہ خدا کی قسم ہمارا مخبر بالکل سچا ہے یقنیاً ابن زیاد بصرہ سے نکل کر دمشق کی طرف جا رہا ہے۔ اب میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ اس کے پہنچنے سے پہلے اسے جس صورت سے ہو سکے۔ گرفتار کریں۔ اور قتل کر دیں اس کی صورت یہ ہے کہ ہم کمین گاہ میں اس کا انتظار کریں۔ اور جب وہ مل جائے تو اسے اور اس کے جملہ ساتھی کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیں اور بنی اُمیہ اور دیگر لوگوں میں سے اسے لوگوں کو ہرگز نظر انداز نہ کریں جو قتل حسین میں شریک تھے اہل لشکر نے سلیمان علیہ الرحمہ کی تائید کی اور سب کے سب اس مقام سے چل پڑے۔ جب حضرت سلیمان بن صرد کا لشکر کافی دُور نکل گیا تو ابن جارود نے ابن زیاد کو بطن ناقہ سے کھول کر پشت ناقہ پر ہودج میں سوار کیا اور سب تیزی کے ساتھ

دمشق کیلئے روانہ ہو گئے بیس یوم راستے میں گزارنے کے بعد ابن زیاد ملعون دمشق پہنچ گیا وہاں پہنچ کر اس نے ابن جارود کو بیس ہزار اشرفیاں دیں اور اسے رخصت کر دیا۔ (نور الابصار فی اخذ الثار ص 76، قرۃ العین ص 136 و اخذ الثار و انتصار المختار از ابی مخنف ص 480 طبع ایران)

آغا سلطان مرزا لکھتے ہیں کہ یزید کے واصل جہنم ہونے کے چھ مہینے کے بعد نصف ماہ رمضان میں مختار ابن ابی عبیدہ کوفہ میں آئے رمضان کے ختم ہونے کے آٹھ دن قبل ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ ابن یزید الانصاری کوفہ کے والی مقرر ہو کر آئے۔ ان چھ سات مہینوں میں حکومت کوفہ و بصرہ میں تغیر و تبدل ہوئے وہ یہ تھے۔ یزید کی موت کی خبر عبیداللہ ابن زیاد والی بصرہ کو اس کے غلام حمران نے پہنچائی۔ عبیداللہ ابن زیاد نے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی کرائی اور لوگوں کو یزید کے مرنے کی خبر دی ان لوگوں نے عبیداللہ ابن زیاد کی بیعت کر لی لیکن باہر نکل کر اپنے ہاتھوں کو دیوار سے رگڑا گویا عبیداللہ ابن زیاد کی بیعت کو ہاتھوں سے چھڑا دیا اور کہا کہ ابن مرجانہ یہ جانتا ہے کہ ہم اجتماع و افتراق میں اس کے مطیع رہیں گے، ادھر عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ اہل بصرہ نے میری بیعت خلافت پر کر لی۔ تم بھی کر لو اس وقت کوفہ کا والی عمرو بن حریث تھا۔ اہل کوفہ نے انکار کیا اور اس انکار کا اثر اہل بصرہ پر بھی پڑا۔ اور وہ ابن زیاد کی نافرمانی کرنے لگے اتنے میں مسلمہ بن ذویب الحنظلی بصرہ میں آیا اور لوگوں کو عبیداللہ ابن زیاد کی طرف دعوت دی۔ عبیداللہ ابن زیاد بھاگ گیا اور عبیداللہ ابن حارث بن نوفل ابن عبدالمطلب کو اپنا ولی بنا لیا یہ واقعہ یکم جمادی الآخر 64ھ مطابق 26 دسمبر 683ء کا ہے عبداللہ ابن زیاد کچھ دنوں مسعود بن عمرو کی حمایت میں رہا مسعود بن عمرو نے دارالامارہ بصرہ پر قبضہ کرانے کی کوشش کی لیکن یکم شوال 64ھ مطابق 22 مئی 684ھ کو مارا گیا اور عبیداللہ ابن زیاد شام کی طرف بھاگ گیا ادھر لوگوں نے عبداللہ ابن ہارث ابن نوفل کو حکومت سے معزول کر دیا۔ اور پھر عبداللہ ابن زبیر نے اپنی طرف سے عمرو بن عبداللہ ابن معمر کو بصرہ کا والی مقرر کر کے بھیج دیا۔ اس طرح بصرہ ابن زبیر کی سلطنت

میں چلا گیا۔کوفہ کی یہ حالت ہوئی کہ اہل کوفہ نے عبیداللہ ابن زیاد کے نائب عمرو بن حریث کو اس کے عہدہ سے برطرف کردیا اور اپنی طرف سے عامر بن مسعود بن امیہ ابن خلف ابن وہب کو والی مقرر کرکے ابن زبیر کو اس کی اطلاع دی۔ اس وقت تو ابن زبیر نے اس کو منظور کرلیا لیکن پھر اپنی طرف سے عبداللہ ابن یزید والی کوفہ مقرر کردیا۔ یزید کے واصل جہنم ہونے کے تین مہینے کے بعد تک عامر بن مسعود حاکم رہا۔ پھر عبداللہ ابن یزید الانصاری 22 رمضان 64ھ مطابق 14 مئی 684ء کو ابن زبیر کی طرف سے آ گیا۔ اس کے آنے سے آٹھ دن پہلے مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کوفہ میں آچکے تھے۔ (نور المشرقین ص 86 طبع کراچی) ابن زیاد کی دمشق میں رسیدگی اور مروان کی حکومت کا استقرار ابن جارود کی پوری پوری حمایت کے سبب عبیداللہ ابن زیاد دمشق پہنچ گیا، دمشق پہنچنے کے بعد ابن زیاد نے حالات کا جائزہ لیا اور چونکہ بہت زیادہ انتشار تھا۔

لہٰذا دوڑا ہوا مروان کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا کہ تیرے ہوتے ہوئے لوگ متحیر ہیں کہ کس کی بیعت کریں اور کس کے تابع فرمان ہوں تم ایک خاندانی آدمی ہو اور دنیا کے نشیب وفراز سے بہت اچھی طرح واقف ہو سنو میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بصرہ سے یہاں تک پہنچا ہوں اور مجھے تم سے جو عقیدت ہے اس کا تقاضا ہے کہ میں تم سے اس باب میں گفتگو کروں اور اس کی طرف تمہیں متوجہ کروں۔ اس لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس اہم مسئلے پر ٹھنڈے دل سے اپنی پہلے فرصت میں غور کرو۔

بصرہ سے کوفہ پہنچنے کے بعد مجھے پتہ چلا ہے کہ لوگ عبداللہ ابن عمر کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اے مروان! مجھے اندیشہ ہے کہ کسی ایرے غیرے کی لوگ بیعت کرلیں گے اور سلطنت امیہ خراب ہو جائے گی۔ مروان نے کہا کہ اس کے بارے میں تمہاری اپنی رائے کیا ہے۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے مقام پر جمع کرو اور اپنے ابن عم یزید بن معاویہ کے خزانے کا دہانہ

لشکروں اور فوجیوں کے لیے کھول دو اور ان پر پورا پورا انعام کرو میں تمہارے لیے سب سے پہلے بیعت لوں گا اور تم اپنے ابن عم کے قائم مقام ہو جاؤ گے اور سنو میں تمہارے لیے سو اونٹوں میں لاد کر سونا اور چاندی بصرہ سے لایا ہوں۔ انہیں لے لو اور فوجیوں میں تقسیم کر دو تا کہ یہ لوگ بآسانی تمہاری بیعت کر لیں اور جب اہل شام تمہاری بیعت کر لیں تو تم عراق کی طرف نکل چلو میں بصرہ اور کوفہ کی مہم خود سنبھال لوں گا اور دونوں مقامات پر تمہارے نام کا خطبہ جاری کرا دوں گا اور خراسان و اصفہان اور مکہ و مدینہ نیز دیگر شہروں کی طرف نامے لکھ دوں گا کہ لوگ مروان کی بیعت کر چکے ہیں لہٰذا تم لوگ بھی بیعت مروان کر لو۔ مروان نے کہا اے ابن زیاد اگر تم ایسا کر سکو تو پھر کیا کہنا میں تمہیں اپنی جان عزیز کے برابر سمجھوں گا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ فرش بچھا کر اس پر درہم و دینار انڈیل دیئے جائیں چنانچہ فرش پر روپے اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے اس نے یزید کے مخصوص لوگوں اور سرداروں اور لشکریوں کو اس رقم سے زیادہ دے دیا جو یزید دیا کرتا تھا۔ اس کے بعد سب نے مروان کی بیعت کر لی اور عہد و پیمان سے انہیں اچھی طرح جکڑ دیا پھر یزید کے جملہ خزائن پر قبضہ کر لیا اور مروان کو دارالامارۃ یزید میں لا کر بٹھا دیا۔ (نور الابصار ص 78) مؤرخ ہروی کا ارشاد ہے کہ ابن زیاد بصرہ سے رات کے وقت چھپ کر نکلا تھا اور اس کے نکلتے ہی لوگوں نے دارالامارۃ لوٹ لیا۔ اور قید خانہ توڑ کر سب کو نکال دیا۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 69) مؤرخ طبری و مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر کی مدینہ، مکہ، حجاز اور عراق میں بیعت کر لی گئی تو اہل شام نے ابن زبیر کو لکھا کہ ہم لوگ بھی تمہاری بیعت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا تم اپنی پہلی فرصت میں شام آ جاؤ عبداللہ ابن زبیر نے انہیں جواب دیا کہ میں شام آنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو میری بیعت کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ میرے پاس آ کر بیعت کرے اہل عراق نے بیعت کر لی عبدالرحمن بن محمد النہری کو مصر بھیج دیا اور ابن زبیر نے اپنے بھائی عبیدہ کو مدینہ بھیج دیا۔ اور وہاں کا گورنر کر دیا اور اسے حکم دے دیا کہ مدینہ میں جو اموی شخص ہو اسے وہاں سے نکال باہر

کرواورانہیں شام کے اس طرف کہیں ٹھہرنے نہ دو اس مقام پر بنی امیہ کا سربراہ اور دبیر مملکت مروان بن حکم تھا۔عبیدہ نے سب کو مدینہ سے نکال دیا اور سب کے سب شام جا پہنچے ۔ یزید کے مرنے کے بعد اس کے وہ گورنر جو ممالک محروسہ میں مقرر تھے پانچ تھے حمص کا امیر بشیر بن نعمان بن بشیر الانصاری تھا اور دمشق کا امیر ضحاک بن قیس فہری تھا اور قیسرین کا امیر حارث کلابی تھا اور فلسطین کا امیر نائل ابن قیس تھا اور حسان بن مالک کی طرفداری میں خالد تھا حسان نے اسے مقرر کیا تھا کہ تمام اہل شام سے بیعت لے لے ابھی دمشق میں ہل چل مچی ہوئی تھی ۔کہ حصین بن نمیر مکہ سے شام پہنچ گیا اور اس نے کہا کہ حسان سے بیعت کرلو۔

کیونکہ ابن زبیر نے نہایت سخت جواب اس چیز کا دیا ہے جب میں نے اس سے کہا کہ شام چلو تمہاری بیعت کر لی جائے اس نے کہا مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ابھی دمشق میں بیعت کی ہلچل مچی ہی ہوئی تھی کہ مروان بن حکم مدینہ سے دمشق پہنچ گیا۔اس نے وہاں کے حالت کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا کہ بشیر بن نعمان بن بشیر الانصاری کی بیعت کرنی چاہیے کیونکہ یہ سب سے زیادہ کبیر السن ہے حصین جو خالد کی تائید میں تھا مروان نے اس کی یہ کہہ کر مخالفت کی کہ خالد بن یزید بہت کم سن ہے اس سے حکومت کا بار نہ اٹھایا جا سکے گا۔مروان کا یہ خیال بھی تھا کہ اگر کسی موزوں شخص پر رائے قائم نہ ہوتو پھر ابن زبیر کی بیعت کرنی چاہیے غرضیکہ یہی الجھن پڑی ہوئی تھی کہ عبیداللہ ابن زیاد بصرہ سے بھاگ کر دمشق پہنچا اور اس نے مروان کو اونچا نیچا سمجھا کر کہا کہ خالد تو کسی صورت سے حکومت کرنے کے قابل نہیں ہے اگر یہ کم سن نہ بھی ہوتا تو بے وفا اور دروغ گو ہوتا کیونکہ یہ یزید ہی کا بیٹا ہے یزید نے مجھے پچاس خطوط لکھے تھے کہ امام حسین (ع) سے جلد بیعت لے لے اور اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے اور جب میں نے اس کے حکم کی تعمیل کردی تو لوگوں سے کہنے لگا کہ میں نے حکم قتل نہیں دیا تھا۔(تاریخ کے عیون الفاظ یہ ہیں :۔عبداللہ گفت راست گفتی کہ خرد است واگر

بزرگ باشد بے وفا بود و دروغ زن یزید رانز و من پنجاہ نامہ است کہ حسین بن علی را بگیر و اگر با من بیعت نہ کند سر اورا بمن فرست او بیعت نہ کرد و من سرش را بد و فرستادم (تاریخ طبری جلد 4 ص 647، روضۃ الصفا جلد 3 ص 69) عبید اللہ ابن زیاد نے مروان سے کہا کہ تو نے یہ درست کہا ہے کہ خالد بن یزید کمسن ہے اور اگر کم سن نہ ہوتا تو بے وفا اور جھوٹا ہوتا کیونکہ اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا یزید نے مجھے پچاس خطوط لکھتے تھے کہ امام حسین (ع) سے میری بیعت لے لے اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان کا سر کاٹ کر بھیج دے۔ چنانچہ انہوں نے بیعت نہ کی اور میں نے ان کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ جب لوگوں نے اس کی ملامت شروع کردی تو سب سے کہنے لگا کہ میں نے ابن زیاد کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا اس نے از طرف خود قتل کر دیا ہے۔ (الخ) یہ سن کر مروان نے کہا کہ آخر پھر کسے خلیفہ بنایا جائے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ اے مروان تیرے سوا کوئی اس کا اہل نہیں ہے۔ مروان کے ذہن میں بھی چونکہ خلافت کا خیال نہ تھا لہٰذا اس نے ابن زیاد کی اس رائے کو مذاق سے تعبیر کیا اور کہنے لگا کہ مجھ بوڑھے شخص سے مذاق کر رہے ہو ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم مذاق نہیں کر رہا۔ بلکہ صحیح جذبات پیش کر رہا ہوں لاؤ ہاتھ نکالو میں بیعت کروں، چنانچہ مروان نے ہاتھ نکال دیا اور ابن زیاد نے بیعت مروان کی بنیاد ڈال دی۔ ابن زیاد کے بیعت کر لینے کے بعد مروان پر طمع و لالچ چھا گئی اور وہ کہنے لگا کہ پھر اب لوگوں کو اس پر آمادہ کرو چنانچہ ابن زیاد نے سعی شروع کر دی اور سارے دمشق کو مروان کے زیر نگین کر دیا ضحاک بن قیس جو ابن زبیر کا حمایتی تھا اس نے مروان کی مخالفت کی اور اسی مخالفت کے سلسلہ میں اس نے بیرون دمشق خلق کثیر جمع کر کے مروان سے خلع خلافت کا پروگرام بنایا مروان کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک گراں لشکر بھیج کر اس کو قتل کرا دیا اس کے بعد جو بھی اس کے راہ میں آیا اسے فنا کر ڈالا ضحاک کے قتل ہونے کے بعد زفر ابن حارث جو اس کا طرفدار تھا۔ مفرور ہو گیا بالاخر اس نے مقام قرسیا میں حکومت قائم کر کے وہاں کے قلعہ میں سکونت اختیار کر لی اور مروان کی دسترس سے

باہر ہو گیا۔ مروان کو ابن زیاد نے رائے دی کہ یزید کی بیوی یعنی خالد کی ماں سے عقد کر لے تا کہ کسی قسم کا خطرہ نہ رہے چنانچہ مروان نے اس سے عقد کر لیا اور اس کی حکومت ہر طرف سے مضبوط ہو گئی۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 70 تاریخ طبری جلد ص 648)۔ شیخ محمد الخضر ی کا بیان ہے کہ مروان کی بیعت 3 ذی قعدہ 64 کو ہوئی ہے۔ (تاریخ خضری جلد 2 ص 209 طبع مصر)

ابن زیاد کی شام سے کوفہ کیلئے اور حضرت سلیمان کی کوفہ سے شام کیلئے روانگی

عبیداللہ ابن زیاد جب مروان کی حکومت مستحکم کر چکا تو مروان سے کہنے لگا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ ایک عظیم لشکر سمیت کوفہ اور عراق کا عزم کروں۔ اور ان پر تیرا قبضہ جماد وں اور جو شیعیانِ علی (ع) نے سر اُٹھایا ہے انہیں نیست و نابود کر ڈالوں مروان نے اجازت دے دی اور ابن زیاد نے بروایت قرۃ العین ایک لاکھ کا لشکر بروایت ابومخنف تین لاکھ افراد پر لشکر مرتب کر کے بارادہ کوفہ روانہ کر دیا۔ اپنی روانگی سے قبل اس نے ایک لشکر کے ذریعہ کھانے پینے کا سامان روانہ کیا جب شام سے دو دن کے راستے تک چل کر ایک قریہ میں لشکر نے قیام کیا تو ابن زیاد نے وہاں پہنچ کر ایک لاکھ کا لشکر آگے کو روانہ کر دیا ۔اور کمانڈر سے کہا کہ تم چلو ہم تمہارے پیچھے آتے ہیں اس نے حکم بھی اسے دے دیا کہ اس سلسلہ میں جو بھی ملے قتل کرنا اور دیکھو چار ہزار پانچ سو وہ لوگ جنہیں میں نے مختار والے قید خانہ میں قید کر دیا تھا۔ وہ یزید کی موت کے بعد قید خانہ سے نکل آئے ہیں۔ انہیں ضرور قتل کرنا ہے یہ وہی لوگ ہیں جو امام حسین (ع) کے خون کا بدلہ لینے کے لیے سر سے کفن باندھ کر نکلے ہیں۔ ادھر ابن زیاد عازم کوفہ ہوا ادھر حضرت سلیمان بن صرد نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ شام کی تیاری شروع کر دی چاروں طرف سے

ہمدردوں کو فراہم کیا اور کمال جوش وخروش سے عزم شام کرلیا جہاں جہاں سے بہادروں کی فراہمی کا امکان تھا بذریعہ خطوط لوگوں کو بلا بھیجا اور مصارف جنگ کیلئے عبداللہ تمیمی کو فراہمی زکواۃ پر مامور کیا۔ غرضیکہ بروایت علامہ ہروی یکم محرم الحرام 65ھ کو حضرت سلیمان بن صرد نے کوفہ سے باہر مقام نخیلہ میں چھاؤنی قرار دی اور سب کو اسی مقام پر طلب کرلیا علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ سلیمان نے بمقام نخیلہ یہ محسوس کیا کہ ان کا لشکر کم ہے تو انہوں نے حکیم ابن منتذ الکندی اور ولید بن عضین الکنانی کو حکم دیا کہ کوفہ میں جا کر لوگوں کو دعوت حمایت دیں وہ کوفہ گئے اور انہوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ لگا کر لوگوں کو نخیلہ پہنچنے کی دعوت دی ان کی اس آواز پر بہت سے جانبار نخیلہ پہنچ گئے۔ تاریخ میں ہے کہ عبداللہ ابن ہازم کے کانوں میں جو یہ آواز پہنچی تو وہ اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر نخیلہ کی طرف بھاگنے لگے بیوی نے کہا کیا پاگل ہو گئے ہو انہوں نے جواب دیا نہیں امام حسین (ع) کے نام پر جان دینے جا رہا ہوں اس نے کہا مجھے اور اپنی لڑکی کو کس پر چھوڑے جاتے ہو، کہا خدا پر یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللھم انی استودعک ولدی واھلی۔ خدایا اپنی بچوں اور بیوی کو تیرے سپرد کرتا ہوں تو ان کی حفاظت فرما (ذوب النضار۔ ص405) پھر بروایت شہید ثالث دس ہزار اور بروایت ابومخنف چار ہزار پانچ سو سواروں کا اجتماع بمقام نخیلہ ہوگیا حضرت سلیمان بن صرد نے کمال نیک نیتی کے ساتھ انتہائی جذبہ خلوص کے ساتھ بروایت ابن نما بتاریخ 5 ربیع الاخر 65ھ بوقت سہ پہر یوم جمعہ شام کی طرف کوچ کا حکم دیا روانگی سے قبل انہوں نے ایک شاندار خطبہ پڑھا جس میں خون حسین کے بدلا لینے کی تحریص تھی ابھی یہ لوگ روانہ ہونے ہی والے تھے کہ والی کوفہ کا بروایت روضۃ الصفا پیغام پہنچا کہ شام جانا درست نہیں ہے کیونکہ وہاں لشکر بہت زیادہ ہے تم لوگ نقصان اٹھاؤ گے بہتر یہ ہے کہ کوفہ واپس آ جاؤ ہم ابن زبیر سے تمہارے لیے لشکر منگوا دیں گے۔ پھر تم قاتلان حسین سے بدلہ لینا۔ اس خط کے پہنچنے پر حضرت سلیمان نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔

بالاخر طے یہ ہوا کہ ہمیں اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے اور اپنی پیش قدمی کو نہیں روکنا چاہیئے۔ کیونکہ والی کوفہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔

اس کے بعد نخیلہ سے روانگی عمل میں آئی طے مراحل وقطع منازل کرتے جارہے تھے کہ بروایت ابن نما دیر آعور میں جا پہنچے وہاں رات گزاری پھر روانہ ہو کر سرائے بنی مالک میں قیام کیا جو فرات کے کنارے واقع ہے پھر صبح کو وہاں سے روانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ حسب فیصلہ وارد کربلا ہوئے کربلا پہنچ کر حضرت امام حسین (ع) کی زیارت کی مؤرخین کا بیان ہے کہ جونہی ان لوگوں کے سامنے تربت حسینی آئی۔ یہ لوگ اپنے اپنے گھوڑوں سے فوراً اتر پڑے اور دوڑے ہوئے قبر مطہر کے پاس پہنچے۔ جس وقت یہ لوگ اپنے اپنے گھوڑوں سے اترے ان کی آنکھوں سے لگا تار آنسو جاری تھے اور یہ سب چیخ مار کر رو رہے تھے انہیں سب سے بڑا جو صدمہ تھا وہ یہ تھا کہ قید میں ہونے کی وجہ سے یہ لوگ امام حسین (ع) کی مدد نہ کر سکتے تھے۔ (قرۃ العین ونور الابصار) علما کا کہنا ہے کہ وہ لوگ اس بے قراری سے رو رہے تھے اور اس اضطراب سے چیخ رہے تھے کہ ایسا رونا کسی عہد میں نہیں ملتا یہ لوگ وہاں ایک شبانہ روز محو گریہ رہے۔ حضرت امام حسین (ع) کی قبر مبارک سے رخصت ہو کر یہ مجاہد آگے بڑھے نہایت تیزی کے ساتھ قطع منازل و طے مراحل کرتے جارہے تھے۔ یہاں تک کہ مقام قرسیسا میں جا پہنچے۔ طبری کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد نے قرسیسا کے والی زفر بن حارث کے پاس جناب مسیب کو بھیجا اور کہہ دیا کہ ہمیں شام جانے کا راستہ دے دے، زفر نے جونہی یہ پیغام سنا حکم دیا کہ قعلہ کا دروازہ بند کر دیا جائے چنانچہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ جناب مسیب نے تقاضہ کیا کہ دروازہ کھول دیا جائے اور بتایا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے بلکہ ہمارے آنے کی غرض صرف راستہ حاصل کرنا ہے ہم ابن زیاد سے مقابلہ کیلئے شام جانا چاہتے ہیں۔ زفر نے اپنے لڑکے کو بھیج کر صحیح حالات معلوم کیے اس کے بعد دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ بازار ان لوگوں کیلئے عام کر دیا جائے اور جو خرچہ اور صرفہ ان

لوگوں کا ہواس کو میں ادا کروں گا یعنی اشیا کی قیمت میرے ذمہ ہوگی۔ ایک شبانہ روز قیام کے بعد جب لشکر سلیمان قرسیسا سے جانے لگا تو زفر بن حارث نے سلیمان سے کہلا بھیجا کہ تم سے ملنے کیلئے آرہا ہوں چنانچہ اس نے ملاقات کی اور کہا کہ میری چند باتیں یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا پہلی بات تو یہ ہے کہ شام کا لشکر بے پناہ ہے تم اسی مقام پر قیام کروتا کہ میں بھی تمہاری مدد کرسکوں، سلیمان نے کہا کہ ہمیں صرف خدا کی پشت پناہی درکار ہے تم اس پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں سے روانہ ہوکر عین الورد میں قیام کرنا وہاں سے آگے نہ بڑھنا کیونکہ وہ وسیع جگہ ہے اور وہاں گھاس چارہ فراواں ہے۔ بروایت روضۃ الصفا اس نے ایک بات یہ بھی کہی کہ میدان میں جنگ کی کوشش نہ کرنا بلکہ فلاں طرف جو آبادی ہے اسے آڑ بنا کر لڑنا اور ایک بارگی جنگ نہ کرنا بلکہ فوج کے ٹکڑے کرکے لڑنا۔ جب فوج کا ایک دستہ تھک جائے تو دوسرا دستہ بھیجنا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان زفر بن حارث سے رخصت ہوکر بمقام عین الورد جا پہنچے وہاں پہنچ کر حضرت سلیمان نے پانچ یوم ابن زیاد کے لشکر کا انتظار کیا بالآخر پانچویں دن یہ پتہ چلا کہ ابن زیاد کا لشکر آرہا ہے یہ معلوم کرکے حضرت سلیمان نے ایک شاندار لیکچر دیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں اپنے اور اپنے لشکر کے فرائض اور بلند ہمتی پر روشنی ڈالی اور اس سے کہا کہ ہم جس مقصد کیلئے نکلے ہیں۔ وہ حضرت امام حسین (ع) کا خون بہا لینا اور ان کی بارگاہ میں اپنی قربانی پیش کرنا ہے اگر دشمن زائد ہوں تو اس زیادتی سے ہمیں مرعوب نہ ہونا چاہیے اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارا مقصد پاکیزہ ہے اور ہم خوشنودی خدا حاصل کرنے کیلئے نکلے اور خدا کی سب سے بڑی خوشنودی راہ میں شہید ہونا ہے ہماری اُخروی زندگی کا راز شہادت میں مضمر ہے۔ تقریر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے میرے بہادرو۔ کان دھر کے سن لو کہ شہادت ہمارا مطمع نظر ہے اور ہم اس کیلئے یہ اصول معین کرتے ہیں کہ جب لشکر مخالف سے مقابلہ ہوگیا تو سب سے پہلے علم جنگ میرے ہاتھ میں ہوگا اور جب میں شہید ہوجاؤں گا تو امیر لشکر تمہارے دلیر اور بہادر جرنیل مسیب ہوں

گے اور جب یہ شہید ہو جائیں گے تو تمہارے امیر عبداللہ ابن سعید ہوں گے اور جب انہیں درجہ شہادت نصیب ہو جائے گا تو عبداللہ ابن دال امیر ہوں گے پھر ان کے بعد رفاعہ ابن شداد امیر لشکر ہوں گے۔

بروایت قرۃ العین حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ بنی امیہ سے جو بھی یہاں کے دوران قیام میں دستیاب ہوتا جائے اسے قتل کرتے جاؤ۔

چنانچہ جو ملتا گیا اسے تیغ کی نذر کیا جاتا رہا۔ اس کے بعد سلیمان نے مسیب سے فرمایا کہ تم چار سو سواروں کو لے کر آگے بڑھ جاؤ اور جو ملے اسے آب تیغ سے سیراب کرو اور اگر ضرورت سمجھو تو بلا تامل شبخون مارو۔ مسیب مختصر سا لشکر لے کر روانہ ہو گئے، چلتے چلتے صبح کے قریب ایک شخص کو اشعار پڑھتے سنا، آپ نے اسے طلب فرمایا اور اس سے پوچھا کہ یہ بتا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ مجھے حمید کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہماری عاقبت انشاء اللہ محمود ہو گی پھر پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے اس نے کہا کہ قبیلہ بنی تغلب سے آپ نے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ غالب آئیں گے پھر پوچھا کہ شام کے لشکر کی تجھے کچھ خبر ہے۔ اس نے کہا کہ تم سے مقابلہ کیلئے بہت بڑا لشکر آرہا ہے اس لشکر کے پانچ سردار ہیں اور سب سے جو قریب ہے وہ شرجلیل بن ذوالکلاع ہے وہ تم سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہے اس کے بعد مسیب نے اس اعرابی سے فرمایا کہ تو اپنی راہ لگ وہ چلا گیا، آپ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور شرجلیل کے لشکر کو بوقت صبح گھیرا اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ جناب مسیب کے لشکر نے ایسی جرات و ہمت سے کام لیا کہ دم زدن میں دشمن کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اور بڑی تیزی سے انہیں فنا کر کے ان کا سب کچھ لوٹ لیا ان کی کثیر تعداد فنا کے گھاٹ اتر گئی اور ان کے بہت سے سپاہی کام آ گئے آخر کار یہ لوگ اپنی جانیں بچا کر جو بچ رہے تھے۔ ابن زیاد کی جانب بھاگے اور حضرت مسیب بڑے اطمینان سے حضرت سلیمان کے پاس آ پہنچے۔ اور انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 73 و تاریخ طبری جلد 4 ص 651) پھر اس کے بعد بروایت قرۃ العین ص 138 ایک عظیم لشکر ابن زیاد نے

روانہ کیا اس لشکر کو دیکھ کر سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے لشکر نے اپنے کو گھوڑوں کی پشتوں پر پہنچا دیا اور تکبیر و تہلیل کی آواز بلند کرتے اور یالثارات الحسین کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھے دیکھا کہ بے شمار لشکر بڑھا چلا آرہا ہے اور اس کے جھنڈے پر مروان کا نام لکھا ہوا ہے یہ لوگ سمجھ گئے کہ شاید ابن زیاد نے مروان کو حاکم بنالیا ہے اور اسی کی مدد سے ہمارا مقابلہ کر رہا ہے یہ دیکھ کر کہ لشکر کافی ہے اور ابن زیاد کی پشت پر مروان کی حکومت کام کر رہی ہے جناب سلیمان نے اپنے لشکریوں کو آواز دی اے بہادرو! دشمن سے خوف نہ کھانا۔

خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یہ سن کر نیزے تن گئے اور تلواریں چل پڑیں پھر کیا تھا۔ تکبیر کہتے ہوئے یالثارات الحسین (ع) کے نعرے لگاتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا وظیفہ کرتے ہوئے بہادر آگے بڑھے۔ اور دونوں میں مقابلہ ہوگیا اور اتنا سخت مقاتلہ ہوا کہ فضاء عالم تھرا اٹھی اور یہ سلسلہ تا شام جاری رہا۔ یہاں تک کہ رات آگئی اور جنگ رُک گئی۔ جنگ کے رُک جانے کے بعد حضرت سلیمان نے اپنے مقتولین کا شمار کیا تو وہ ایک ہزار پانچ سو تھے اور جب دشمن کے مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد پانچ ہزار تھی دشمنوں کا حال یہ تھا کہ ان کے زخمی سوار بدحواس تھے اور کثرت جراحت سے بے قابو تھے۔ رات گزری صبح کا تڑکا ہوا جناب سلیمان کے لشکر میں اذان دی گئی آپ نے نماز صبح پڑھائی نماز کے فوراً بعد جنگ کے لئے حسینی (ع) بہادر پھر نکل پڑے اور دل ہلا دینے والے حملوں سے دشمنوں کو عاجز اور پریشان کر دیا اور کمال بے جگری سے سارا دن جنگ میں گزار دیا۔ یہاں تک پھر رات آگئی اور جنگ روک دی گی اس روز کی جنگ میں ابن زیاد کے دس ہزار آدمی کٹ گئے اور سلیمان کے لشکر والے مطلقاً محفوظ رہے اس جنگ کے بعد دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اپنا مستقر چھوڑ کر ابن زیاد کی طرف بھاگے جناب سلیمان کے لشکر والوں نے ان کے قیام گاہ پر قبضہ کرلیا اور ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ ابن زیاد کے سوار اس مقام پر جا پہنچے۔ جس مقام پر ابن زیاد ٹھہرا ہوا تھا اس کی قیام گاہ

مقام جنگ یعنی عین الورد سے دو دن کی راہ پر تھی۔

بروایت ابی مخنف ان دو تین حملوں اور مقابلوں میں ابن زیاد کے چالیس ہزار افراد قتل ہو گئے اور باقی ماندہ اس کے پاس بھاگ کر جا پہنچے ابن زیاد نے جب اپنے شکست خوردہ لشکر کو دیکھا تو سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک لاکھ کا لشکر چند ہزار کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا افسوس تم ان سے شکست کھا گئے اور تمہارے چالیس ہزار ساتھی قتل ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ 60 ہزار پلٹے ہوئے سوار اور دو لاکھ تازہ دم سوار عین الورد کو روانہ ہوں اور وہاں پہنچ کر سلیمان اور ان کے سارے لشکر کا کام تمام کریں ابن زیاد کا حکم پاتے ہی دو لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر عین الورد کیلئے روانہ ہو گیا، اور ابن زیاد بھی ہمراہ چل پڑا یہاں تک کہ عین الورد پر وارد ہو گیا۔حضرت سلیمان کے پاس اب صرف تین ہزار بہادر رہ گئے سلیمان نے جب اتنا بڑا لشکر دیکھا فوراً اپنے بہادروں کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ ہمارا مقصد خوشنودی حاصل کرنا ہے۔میرے بہادر و لشکر کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہونا موت ہماری زندگی کا سرمایہ ہے، شہید ہونا ہماری زندگی کا پیغام ہے، بہادرو خدا کا نام لے کر آگے بڑھو اور ایسی دلیرانہ جنگ کرو کہ دشمنوں کے دل دہل جائیں ابھی یہ تقریر کر ہی رہے تھے کہ ٹڈی دل فوج نے حملہ کر دیا، یہ حسینی (ع) بہادر بھی محو کارزار ہو گئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور اس جنگ نے اتنا طول پکڑا کہ رات آ گئی اور معرکہ قتال تھم گیا لوگ اپنے اپنے خیام کی طرف چلے گئے۔

شمار سے معلوم ہوا کہ جناب سلیمان اپنے بہادروں میں بظلمت لیل بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے سواروں نے کہا کہ اے امیر تجھے معلوم ہے کہ ہماری تعداد کیا تھی اور اب کیا ہے ابن زیاد کے پاس اب بھی دو لاکھ چالیس ہزار سوار ہیں اور ہم سب کے سب صرف ایک ہزار رہ گئے ہیں اب یہ طے ہے کہ اگر صبح کو ہم لوگ پردہ شب میں پل کے ذریعہ سے فرات کو پار کر کے کوفہ کو نکل چلیں اور لشکر فراہم کرنے

کے بعد پھر واپس آئیں اور دشمن سے جنگ آزما ہوں ۔ یہ سن کر جناب سلیمان بن صرد نے فرمایا کہ سنو جو موت سے ڈرتا ہو اور زندگی کو چاہتا ہو اس کا جدھر جی چاہے چلا جائے ۔ ہماری غرض نہ تو زندگی ہے نہ دنیا و اہل دنیا کی محبت ، ہماری بس ایک ہی غرض اور ایک ہی خواہش ہے اور وہ امام حسین (ع) کی ملاقات ہے ۔ یہ سننا تھا کہ سلیمان کے بہادروں نے بڑی دلیری سے کہا کہ اے سلیمان سچ کہتے ہیں سنو ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہماری غرض اور خواہش دنیا نہیں ہے ۔ ہم زندگانی دنیا کی پرواہ نہیں کرتے ہم خدا و رسول اور اہل بیت (ع) کی خوشنودی کے طلب گار ہیں ۔ اے سلیمان نحن بین یدیک ۔ یہ لو ہم تمہارے سامنے حاضر ہیں پھر ان بہادروں نے اس حالت میں رات گزاری کہ شوق شہادت میں بے چین تھے ۔ جب صبح ہوئی تو حسینی بہادر اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر جم گئے اور پے در پے حملے کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ جنگ کو سات دن پورے ہو گئے اور بہادروں کی ہمتیں پوری جوانی کے ساتھ کام کرتی رہیں ۔ (اخذ الثار و انتصار المختار لابی مخنف ص 488) حجۃ الاسلام محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ سات دن کے بعد آٹھواں دن بھی کمال مردانگی کے ساتھ جنگ میں گذرا ۔ جب نویں کی صبح ہوئی تو سلیمان کے لشکر میں صرف 175 افراد باقی رہ گئے اور ان کی حالت بھی بڑی ناگفتہ بہ ہو گئی زخموں سے چور تلوار اور تیر کے زخموں سے اس حالت کو پہنچ گئے کہ سانس لینے کی تاب نہ تھی یہ وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جن کا شمار رؤسا اور سرداروں میں تھا یہ بہادر فرات سے عبور کر کے اپنے گھوڑوں سے اُترے ۔ اب ان کی حالت ایسی ہو چکی تھی کہ شدت جراحت سے تاب کلام نہ تھی اور ان کے گھوڑے شدت اعطش سے بے تاب اور قریب بہ ہلاکت ہو گئے تھے ان بہادروں کا ایسی حالت میں صرف یہ شغل تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے پیغمبر اسلام پر درود بھیجتے تھے اور زبان پر بار بار کلمہ شہادت جاری کر رہے تھے اور بڑے حوصلے کے ساتھ دعا کر رہے تھے کہ خدایا ہمیں حضرت امام حسین (ع) کی خدمت میں جلد پہنچا دے ۔ اس کے بعد حضرت سلیمان بن صرد سے کہنے لگے کہ اے امیر تم جانتے ہو کہ ہم کتنے تھے اور

اب کتنے رہ گئے ہیں اگر اجازت ہو تو اب یہاں سے جا کر لشکر کی فراہمی کی کوشش کریں۔ حضرت سلیمان نے کامل جرأت و ہمت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے بہادرو! میری یہی درخواست ہے کہ اب ہمت نہ ہارو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم دشمنانِ آلِ محمد سے ہاتھ اُٹھالیں۔ سنو اب تو صرف اسی کا موقع ہے کہ ہم میدان میں جان دے کر خدا اور رسول کی بارگاہ میں جا پہنچیں۔ اصحاب سلیمان بن صرد نے جب اپنے امیر سے یہ کلمات سنے خاموش ہو رہے یہاں تک کہ آخری شب حیات آگئی۔ (نورالابصار ص 81)

حضرت مختار، ابن مطیع کے مقابلہ میں

سردارانِ لشکر نے ہر چند حضرت مختار کو روکا مگر آپ نہ رُکے۔ آپ نے کہا کہ ہمارے لئے بڑے شرم کی بات ہے کہ حریف آواز دے رہا ہے۔ اور ہم مقابلہ کے لئے نہ نکلیں۔ بالآخر آپ تیار ہو کر میدان میں جا پہنچے۔ اور ابن مطیع کے مقابل میں آگئے۔ آپ نے میدان میں پہنچ کر ابن مطیع سے پوچھا کہ مجھے کیوں طلب کیا ہے۔ اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ ابھی وہ جواب نہ دینے پایا تھا کہ آپ نے اس کے سینے پر ایک نیزہ کا وار کیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ ابن مطیع نے کہا کہ اے مختار وہ دوستی کہاں گئی جو ہمارے اور تمہارے درمیان تھی۔ اور وہ دن تم کیوں بھول گئے جس دن میں نے تمہیں عبداللہ بن زبیر کے ہاتھوں سے آزاد کرایا تھا۔ اے مختار مجھے اس کی امید نہ تھی۔ کہ تم میرے مقابلہ کے لئے آؤ گے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں دشمنانِ محمد و آلِ محمد سے دوستی نہیں کرتا۔ تو مجھے دوست نہ سمجھ اور اور سن میں اس وقت مناظرہ کے لئے نہیں آیا۔ مجھے تو نے جنگ کے لئے بلایا ہے۔ اب اگر حوصلہ ہے تو آ۔ دو دو ہاتھ ہو جائیں یہ سن کر ابن مطیع کو غصہ آ گیا۔ اور آپس میں جنگ شروع ہو گئی۔ کافی دیر ردو بدل ہوتی رہی ناگاہ حضرت مختار لشکر کی طرف پلٹ آئے لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر کیا بات ہے۔ حضرت مختار

نے کوئی جواب نہ دیا۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابراہیم نے آ کر سوال کیا۔تو فرمایا کہ میں جنگ میں مشغول تھا کہ ایک پتھر میرے سینے پر اس زور سے لگا۔کہ میں سمجھا کہ میں اس سے ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے قرّہ ابن عبداللہ کو طلب فرما کر حکم دیا کہ جنگاہ میں جا کر عبداللہ ابن مطیع سے جنگ کریں۔ چنانچہ وہ میدان میں تشریف لے گئے۔ابن مطیع نے پوچھا کہ مختار مجھ سے بھاگ گئے۔قرّہ نے کہا اے سگ دُنیا وہ تم جیسے کتوں سے بھاگ نہیں سکتے۔لیکن چونکہ تم نے مکر کیا تھا اس لئے وہ چلے گئے۔اب آ اور مجھ سے مقابلہ کر۔ابن مطیع نے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔جناب قرہ نے فرمایا کہ میں خدا کو واحد جانتا ہوں۔اور اسے علیم وقدیر سمجھتا ہوں۔

یہ سُن کر ابن مطیع نے حملہ کیا اور کافی دیر تک دونوں میں نیزے اور تلوار کی ردوبدل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ جناب قرہ کا ایک ہاتھ سخت زخمی ہو گیا۔یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم آ پہنچے،ابن مطیع نے جونہی ابراہیم کو دیکھا خوف سے کانپنے لگا۔بالآخر مقابلہ مقابلہ ہوا اور ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ ابن مطیع کو بھاگے بغیر کوئی چارہ نہ آیا۔جیسے ہی ابن مطیع بھاگا ویسے ہی حضرت ابراہیم نے اس کا پیچھا کیا۔اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ یکبارگی سب مِل کر حملہ کر دیں۔ چنانچہ ابراہیم کے ساتھ ہی حضرت یزید بن انس اُن کے پیچھے حارث ان کے پیچھے حضرت مختار حملہ آور ہوئے۔اور سب نے مل کر لشکر ابن مطیع کو پسپا کر دیا۔ اور بے شمار دشمنوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔اب لشکر ابن مطیع کے لئے زمین کوفہ تنگ ہو گئی۔اب مطیع نے چاہا کہ بھاگ کر کوفہ سے باہر چلا جائے مگر چونکہ حضرت ابراہیم نے تمام کوفہ کے دروازوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا وہ کوفہ سے باہر نہ جا سکا۔بالآخر اس نے دارالامارہ میں گھس کر دروازہ بند کر کے اپنی جان بچائی۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مختار اور حضرت ابراہیم ایاز ابن مضارب کو قتل کر میدان سے نکل آئے اور اس کی اطلاع عبداللہ بن حر کو ہوئی تو اُن کے حوصلے بھی بلند ہو گئے۔ وہ چونکہ جری اور بہادر تھے۔لہٰذا انہوں نے بھی میدان میں آنے کا فیصلہ کیا اور وہ بھی اپنے اعزا واقربا سمیت ان کے

ساتھ آ لئے۔اس کے بعد آپس میں طے ہونے لگا کہ حملے کی ابتداء کہاں سے کی جائے۔ بالآخر طے پایا کہ اس مقام چل کر سب سے پہلے حملہ کرنا چاہیئے جس جگہ دشمنوں کی بڑی جمعیت ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اسی مقام کی طرف بڑھے۔اب رات ہوچکی تھی اور مقابلہ بھی شروع ہوگیا تھا۔ جنگ کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ بالآخر دشمنوں کا یہ گروہ جو مقابل میں تھا شکست کھا کر بھاگا۔اس لشکر کے فرار کرتے ہی سوید ابن عبدالرحمن ایک لشکر لئے ہوئے آ مقابل ہوا۔حضرت ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس سے کہا کہ تم مقابلہ نہ کرو۔

اور واپس جاؤ مگر وہ جنگ پر مصر رہا۔حضرت ابراہیم نے حضرت مختار سے کہا کہ آپ اس کے مقابلہ کے لئے نہ جائیں اور اس کے معاملہ کو مجھ پر چھوڑ دیں۔حضرت مختار نے اُن کی بات مان لی،حضرت ابراہیم نے اپنے عزیزوں کو ہمراہ لے کر سوید بن عبدالرحمن اور اس کے لشکر پر زبردست حملہ کیا۔سوید کا لشکر شکست کھا کر کناسہ میں پناہ گیر ہوا۔حضرت ابراہیم سوید کو شکست دے کر حضرت مختار کے پاس چلے گئے۔اس کے بعد شیث بن ربعی اور حجار ابن حر نے ایک لشکر لئے ہوئے حضرت مختار کے لشکر پر حملہ کیا،ابراہیم نے فوراً تکبیر کہی اور اپنے لشکر سمیت اُن کا شاندار مقابلہ کیا اور اپنے عظیم حملوں سے انہیں پسپا کر دیا۔

وہ لوگ جان بچا کر محلوں میں جا چھپے۔اس کے فوراً بعد عبداللہ ابن مطیع کی ایک اور فوج آ پہنچی۔ حمایت مختار میں ابوعثمان ہندی کا حملہ شیث بن ربعی کے شکست کھانے کے بعد اُبوعثمان ہندی نے میدان میں نکل کر ہواخواہانِ حسین کو آواز دی۔اور پکار کر کہا کہ اہلبیت (ع) کے مددگارو! جلدی پہنچو۔ ان کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ شیعیان علی بن ابی طالب جوق در جوق ان کے علم کے نیچے آ پہنچے،عبداللہ ابن مطیع کی فوج جو آ پہنچی اب عثمان ہندی نے اس پر کمال بے جگری سے حملہ کر دیا۔دونوں لشکروں میں شدید ترین جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ساری رات جاری رہی۔صبح کو ابوعثمان نے اختتام جنگ پر بمقام

"دیر ہند" جو کوفہ کے باہر ہے قیام کیا اس کے بعد کوفہ کے محلوں میں جنگ شروع ہوگئی محلہ زجر ابن قیس میں جونہی ابراہیم کا لشکر پہنچا۔ اُس نے سو سواروں سمیت ابراہیم اور ان کے لشکر پر حملہ کیا اور دونوں لشکروں میں تادیر جنگ جاری رہی۔ یہاں تک کہ زجر کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ ابراہیم نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ ہزیمت خوردہ لوگوں کا پیچھا نہ کرے۔ کیونکہ رات کا وقت ہے۔ تعاقب مناسب نہیں۔ سلسلہ محاربہ جاری ہی تھا کہ حضرت ابراہیم کے لشکر والوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ چل کر دارلامارہ پر حملہ کر دیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں چل کر یہ دیکھنا چاہیئے کہ مختار کس حال میں ہیں۔ عبداللہ ابن مطیع نے بیس ہزار کا جو لشکر مختار کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا وہ محو پیکار تھا ابراہیم نے جب یہ حال دیکھا تو اس لشکر پر عقب سے حملہ کر دیا۔ اور اس بے جگری سے لڑے کہ دشمنوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ اور وہ اپنی جان بچا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ رات کے بعد جب صبح ہوئی تو حضرت مختار نے نماز جماعت پڑھائی نماز کی رکعت اولیٰ میں والنازعات اور رکعت ثانیہ میں سورہ عبّس پڑھا۔ مؤرخ ہری کا بیان ہے کہ مختار نے جس شان سے قرأت کی تھی۔ ویسی قرأت سنی نہیں۔ اس کے بعد بروایت طبری حضرت مختار نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو آپ کے کل لشکریوں کی تعداد صرف ایک ہزار چھ سو نکلی، حضرت ابراہیم نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ بیعت کنندگان کی تعداد سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں لشکر کی یہ تعداد میری نگاہ میں پسندیدہ ہے، اور سنو! ایسا لشکر جس میں پست ہمت زیادہ ہوں بے سود ہے۔ ہمیں تو ایسے لوگ چاہئیں۔ جو اچھے لڑنے والے ہوں۔ گھبراؤ مت، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت مختار دارالامارہ میں

ابن مطیع کے بھاگ جانے کے دوسرے دن اس کے ساتھیوں نے حضرت مختار سے امان مانگی۔

آپ نے انہیں امان دے دی۔ ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اور وہ سب کے سب دارالامارہ سے باہر نکل آئے۔ حضرت مختار نے دارالامارہ میں نزول اجلال فرمایا سکنۃ المختار اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔

نظامِ حکومت کا انصرام اور گورنروں کا تقرر

اس کے بعد حضرت مختار نے ممالک محروسہ کے لئے گورنروں کا تقرر فرمایا۔ آپ نے عبدالرحمن بن قیس ہمدانی کو موصل کے لئے سعید ابن حذیفہ بن یمان کو مدائن کے لئے، سعید ابن حذیفہ یمان کو حلوان کے لئے۔ عمر بن سائب کو رے اور ہمدان کے لئے گورنر مقرر کر دیا۔ اور نظام کوفہ کے لئے عبداللہ ابن کامل کو کوتوال اور ابو عمرہ کیسائی کو نگاہ بیانان مملکت کا حاکم بنا دیا۔ اُن کے علاوہ جن لوگوں کو جس مقام کے لئے اہل سمجھا۔ ان لوگوں کو وہ مقامات سپرد کر دیئے۔ پہاڑوں اور جنگلوں پر بھی والی مقرر کر دیا۔ شہید ثالث کا بیان ہے کہ تمام ملک میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ حضرت مختار نے جوڈیشنل کیس کے لئے قاضی شریح کو عہدہ قضا عطا کر دیا۔ لیکن اس تقرر کے فوراً بعد انہیں معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام اپنے عہدہ خلافت میں اسے معزول کر چکے تھے۔ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ جس کو حضرت علی نے معزول کیا ہو اُسے اسی منصب پر فائز کر دیں انہوں نے اس کی معزولی کا خیال ظاہر فرمایا اس خیال کی اطلاع قاضی شریح کو ہوگئی اور اس نے اپنی بیماری کے حوالہ سے استعفیٰ پیش کر دیا۔ قاضی شریح کے بعد آپ نے اس منصب پر عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود کو فائز فرما دیا۔ لیکن اس کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے اس کی جگہ پر عبداللہ ابن مالک الطائی کو مقرر کو مقرر فرما دیا۔ مؤرخین کا بیان ہے۔ کہ حضرت مختار کے مقرر کردہ کارکنوں نے نہایت داری، ایمانداری اور تندہی سے کام شروع کر دیا۔ اور کارکنوں نے باہر جا کر اس تیزی سے پروپیگنڈا کیا کہ ان کے ممالک محروسہ نے بہت سے ممالک کو گھیر لیا۔

مختار آل محمد

پانچواں باب

جناب مختار کا جذبہ عقیدت

جناب مختار کا جذبہ عقیدت اور ان کے متعلق حضرات آئمہ طاہرین (ع) کے خیالات وتصورات کتب سیر وتواریخ اور احادیث واقوال آئمہ دیکھنے سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت مختار حضرات آلِ محمد سے پوری پوری محبت والفت رکھتے تھے اور اہل بیت (ع) سے ان کا جذبہ عقیدت درجہ کمال پر فائز تھا وہ ان حضرات شراب محبت ومودت سے ہمہ وقت سرشار رہا کرتے تھے اور ان کے منہ سے جو الفاظ نکلتے تھے ان میں محبت کی بو اور ان سے جو افعال سرزد ہوتے ان میں ان کی تاسی کی خو ہوتی تھی۔ ولادت سے لے کر جوانی اور جوانی سے عہد شہادت تک کے واقعات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے کسی وقت بھی آل محمد کے خلاف کبھی کوئی نظریہ قائم نہیں کیا اور یہ عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے شیعہ کامل تھے یہی وجہ ہے کہ کسی شیعہ عالم کو ان کی شیعیت میں کوئی شبہ نہیں ہوا تواریخ میں ہے کہ حضرت مختار حضرات آل محمد سے کمال محبت کی وجہ سے واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کیلئے سر سے کفن باندھ کر اٹھے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس میں پورے طور پر کامیاب ہوئے۔ علامہ محمد ابراہیم لکھنوی لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کمال جذبہ عقیدت کے ساتھ اٹھے اور ایک بادشاہ پرشکوہ کی شان سے دشمنوں کے قلع وقمع کرنے کی طرف متوجہ ہوکر اس درجہ پر فائز ہوگئے جس پر عرب وعجم میں سے کوئی فائز نہیں ہوا۔ مختار کے جذبہ عقیدت اور حسن عقیدہ پر ایک عظیم شاہد بھی ہے اور وہ حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر

کی ذات ستودہ صفات کی کارمختار میں شرکت ہے جس کی آل محمد سے عقیدت اور مذہب شیعہ میں پختگی مہر نیمروز سے بھی زیادہ روشن ہے (نورالابصار ص 12) اور چونکہ مختار نے کمال جذبہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے واقعہ کربلا کا بدلہ لیا تھا۔

اسی لیے اہل کوفہ پریشان حال لوگوں کے لیے ضرب المثل کے طور پر کہتے تھے کہ ان کے گھر میں مختار داخل ہو گئے ہیں (مجالس المومنین ص 356) اور چونکہ حضرت مختار نے دشمنان آل محمد کا قتل ابوعمرہ کیسان، غلام حضرت امیرالمومنین (ع) کے ہاتھوں کرایا تھا اسی لیے جب کسی پر کوئی تباہی آتی تھی۔ ضرب المثل کے طور پر اہل کوفہ کہا کرتے تھے دخل ابوعمرہ بیتہ اس کے گھر میں ابوعمرہ داخل ہو گیا ہے۔ (دمعۃ ساکبہ ص 401) غرضیکہ حضرت مختار کا جذبہ عقیدت ایسا ہے جس پر حرف نہیں رکھا جا سکتا ۔علامہ حافظ عطاء الدین حسام الواعظ رقمطراز ہیں بدانکہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی از جملہ مخلصان اہل بیت بود معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حضرت مختار پیغمبر اسلام (ص) کے اہل بیت (ع) اطہار کے مخلصوں میں سے ایک اہم مخلص تھے۔ (روضۃ المجاہدین ص 3) اس خلوص کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جسے تاریخ میں واقعہ موصل سے یاد کیا جاتا ہے علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ جب حضرت مختار نے حضرت ابرہیم ابن مالک اشتر کو قتل ابن زیاد کے لیے موصل کی طرف روانہ کرنے کا فیصلہ کیا اور وہ روانہ ہوئے تو حضرت مختار ان کو رخصت کرنے کے لیے پیدل ان کے ساتھ ہوئے اور کافی دور تک گئے۔ حضرت ابراہیم نے راستہ میں حضرت مختار سے کہا۔ سوار شو خدا ترا رحمت کند مختار گفت میخواہم، ثواب من زیادہ باشد در مشایعت تو ومی خواہم کہ قدمہائے من گرد آلود شد در نصرت و یاری آلِ محمد کہ آپ پا پیادہ پیدل چل رہے ہیں بہتر ہے کہ آپ سوار ہو جائیں۔ مختار نے جواب میں کہا کہ میں آپ کے ساتھ پیدل اس لیے چل رہا ہوں۔ تا کہ مجھے زیادہ ثواب مل سکے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میری قدم نصرت آل محمد کے سلسلہ میں گرد آلود ہوں۔ (جلاء العیون ص 244 و بحارالانوار جلد 10 ص 396) چونکہ ان کا جذبہ محبت کامل تھا

اسی لیے محمد وآل محمد (ص) کو ان پر پورا پورا اعتماد تھا اوران حضرات کے نظریات وتوجہات اور خیالات و تصورات ان کے بارے میں نہایت پاک اور پاکیزہ تھے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول کریم (ص) نے ان کی ولادت کی بشارت دی (نورالابصار ص 14) حضرت علی (ع) نے انہیں اپنی آغوش میں کھلایا (رجال کشی ص 84) حضرت امام حسن (ع) نے شہادت حضرت علی (ع) کے موقعہ پر ان کی مواسات قبول فرمائی۔حضرت امام حسین (ع) نے جنگ کربلا میں ان کا حوالہ دیا۔(اسرار الشہادت ص 571) حضرت امام زین العابدین (ع) نے ان کو دعائیں دیں۔(رجال کشی ص ۵۸)

حضرت امام محمد باقر (ع) نے ان کی برائی کرنے سے روکا۔حضرت امام جعفر صادق (ع) نے آپ پر نزول رحمت کی دعا فرمائی۔(مجالس المومنین ص 356) ان اشارات کی مختصر لفظوں میں تفصیل ملاحظہ ہو۔حضرت رسول کریم (ص) کی مختار کے متعلق بشارت تحریر کی جا چکی ہے کہ حضرت علی (ع) کا مختار کو گود میں لے کر پیار کرنا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر حوصلہ افزا کلمات اپنی زبان پر جاری فرمانا مرقوم ہو چکا۔حضرت امام حسن (ع)(ع) کے ساتھ جناب مختار نے جو مواسات کی اسے تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔کتاب چودہ ستارے سے ص 201 میں ہے کہ صفین کے سازشی فیصلہ حکمین کے بعد حضرت علی (ع) اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب ایک فیصلہ کن حملہ کرنا چاہیئے۔چنانچہ آپ نے تیاری شروع فرمادی اور صفین ونہروان کے بعد ہی سے آپ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔یہاں تک کہ حملہ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔دس ہزار افسر امام حسین (ع) کو اور دس ہزار فوج کا سردار قیس ابن سعد کو اور دس ہزار کا ابوایوب انصاری کو مقرر کیا۔ابن خلدون کا بیان ہے کہ فوج کی جو مکمل فہرست تیار ہوئی اس میں چالیس ہزار آزمودہ کارستر ہ ہزار رنگروٹ اور آٹھ ہزار مزدور پیشہ شامل تھے لیکن کوچ کا دن آنے سے پہلے ابن ملجم نے کام تمام کر دیا۔مقدمہ نہج البلاغہ عبدالرزاق جلد 2 ص 704 میں ہے کہ فیصلہ تو ڈھونگ ہی تھا مگر صفین کی جنگ ختم ہوگئی اور معاویہ حتمی تباہی سے بچ گیا۔اب امیر المومنین نے کوفہ کا رخ کیا اور معاویہ

پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے، ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہوچکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی کہ ایک خارجی عبدالرحمن بن ملجم نے دغا بازی سے حملہ کر دیا۔ حضرت امیرالمومنین شہید ہو گئے۔ ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علی (ع) کا کام تمام نہیں کیا بلکہ پوری امت مسلمہ کو قتل کر ڈالا تاریخ کا دھارہی بدل ڈالا ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو خلافت منہاج نبوت پر استوار رہتی بہرحال امیرالمومنین 21 رمضان 40 ھ کو مسجد کوفہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسین (ع) وغیرہ نے فرائض غسل وکفن سے سبکدوش حاصل کی۔ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا بیان ہے کہ دفن وکفن سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن (ع) غریب خانہ پر تشریف لائے میں نے ان کے قدموں کو بوسہ دیا اور ان کی پوری خدمت کی اس کے بعد سے ان کی تا حیات خدمت کرتا رہا اور ان کے بعد سے حضرت امام حسین کی خدمت گزاری کو فریضہ جانتا رہا۔ حضرت امام زین العابدین (ع)، حضرت امام محمد باقر (ع)، حضرت امام جعفر صادق (ع) کے وہ ارشادات جو جناب مختار سے متعلق ہیں۔

انہیں علامہ ابوعمرو محمد بن عبدالعزیز الکشی کی کتاب الرجال میں ملاحظہ فرمایئے حضرت امام زین العابدین (ع) کی خدمت میں جناب مختار نے سر ابن زیاد اور عمر سعد بھیجا تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے دشمنوں سے بدلا لیا۔ وجزی اللہ المختار خیراً۔

خداوند عالم اس عمل کی مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو جزائے خیر دے۔ (ص 85) حضرت امام محمد باقر (ع) ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی زن ہاشمیہ نے اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی اور نہ خضاب لگایا ہے جب تک مختار نے امام حسین کے قاتلوں کے سر نہیں بھیجے۔ (84) علامہ سید نوراللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ (لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر) بعض لوگ حضرت مختار کی مذمت کرنے لگے تو چونکہ وہ زمانہ حضرت امام محمد باقر (ع) کا تھا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے اس ارتکاب سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسا مت کرو کیونکہ کہ مختار نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہمارے شیعوں کی بیواؤں کی تزویج

کرائی اور بیت المال سے جوان کے دست تصرف میں تھا۔کافی مال بھیج کہ امداد کی منقول است کہ حضرت امام جعفر صادق برادر رحمت فرستاد، مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق (ع) نے مختار کے کارناموں سے تاثر کی وجہ سے ان کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔(مجالس المومنین ص 356) حضرت آقائے دربندی تحریر فرماتے ہیں کہ مرزبانی نے حضرت امام جعفر صادق (ع) سے روایت کی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد سے پانچ حج ایسے گزر گئے تھے کہ بنی ہاشم کے گھروں میں دھواں نہیں اٹھا تھا اور نہ کسی عورت نے غم کے کپڑے اتارے تھے جب مختار نے عمر سعد اور ابن زیاد کا سر بھیجا تب گھر میں آگ بھی جلائی گئی اور غم کے کپڑے بھی اتارے گئے...... فاطمہ بنت علی کا بیان ہے کہ جب تک مختار نے زیاد اور ابن سعد کا سر ہمارے پاس نہیں بھیجا۔ہم نے سرمہ نہیں لگایا اور سر میں تیل نہیں ڈالا۔ (اسرار الشہادت ص 568 طبع ایران 1286 ھ) واضح ہو کہ رجال کشی اور بعض دیگر کتب میں بعض ایسی روایات بھی مندرج ہوگئی ہیں جن سے حضرت مختار کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے یہ روایات ضعیف ہیں علامہ دربندی ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسی روایات یا تو تقیہ پر محمول ہیں یا ضعیف راویوں کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی چیزیں عامہ کے پروپیگنڈے سے بالکل اختراع کے طور پر آگئی ہیں یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہیں (اسرار الشہادت ص 568) حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم مجتہد لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار کے بارے میں ایسی جملہ عبارات وتحریرات اور روایات دشمنان آل محمد کی وجہ سے شہرت پا گئی ہیں۔مختار کا زمانہ بنی امیہ کے بادشاہوں کا عہد حکومت تھا جو محمد وآل محمد کے شیعوں کیلئے انتہائی خطرناک تھا مختار نے چونکہ بے شمار بنی امیہ اور ان کے حواریوں کو قتل کیا تھا اس لیے بنی امیہ کے ہوا خواہوں نے ان کے خلاف ایسی چیزیں مشہور کر دیں جو ان کے وثاقت اور ان کے وقار کو پامال کر دیں اور ان سے یہ چیزیں بعید نہ تھیں کیوں کہ ان لوگوں نے ایسی حرکتیں امیر المومنین جیسی شخصیت کے خلاف بھی کی ہیں۔(اور امام حسن (ع) کو بدنام کرنے کی ناکام سعی کی

ہے) اور وہ روایات جو امام تک صحیح راستوں سے منتہی ہوتی ہیں وہ قطعی طور تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ بنی امیہ سے ان حضرات کے خطرات ظاہر ہیں ایک روایت جو اس قسم کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین (ع) نے 20 ہزار کا مرسلہ ہدیہ قبول فرمالیا۔ پھر جب ایک لاکھ کا ہدیہ ارسال کیا تو آپ نے اسے پسند نہ فرمایا بلکہ مختار کے رسل و رسائل سے بھی اجتناب کیا یہ واضح کرتی ہے کہ امام (ع) نے حالات کی روشنی میں ایسا کیا تھا۔ (نور الابصار ص 7) میں کہتا ہوں کہ اگر ان کی نگاہ میں عمل مختار صحیح نہ ہوتا تو وہ پہلے ہی واپس فرمادیتے، انہوں نے پہلے تسلیم کرلیا اور اس سے غربا کے پرورش کی ان کے مکانات کی مرمت کرائی اور اسے بیواؤں پر صرف کیا، جیسا کہ حضرت امام محمد باقر (ع) کے ارشاد سے واضح ہے لیکن جب انہیں خطرہ محسوس ہوا تو وہ اس کے استعمال سے مجتنب ہوگئے۔ (رجال کشی ص 83)

علامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مختار کے دشمنوں نے ایسے ناپسندیدہ مطاعن اور مثالب سے انہیں مطعون کیا جو نظر مومنین سے انہیں گرادیں اور یہ بالکل ویسے کیا جیسے حضرت امیرالمومنین کے ساتھ کرچکے تھے۔

جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک گئے اور انہوں نے اپنے کو ورطہ تباہی میں ڈال دیا۔ (نور الابصار ص 13) علامہ شیخ جعفر بن محمد بن نما علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے علما کو الفاظ کے سمجھنے کی توفیق نہیں ہوئی نہ وہ روایات کو نقل کرتے ہوئے غفلت کی نیند سے بیدار ہوئے ہیں لیکن اگر وہ مدح مختار میں اقوال آئمہ علیہم السلام پر غور کرتے تو انہیں یہ معلوم ہوجاتا کہ یہ ان سبقت کرنے والے مجاہدین میں داخل ہیں جن کی مدح خداوند عالم نے کتاب مبین میں کی ہے اور مختار کیلئے امام زین العابدین (ع) کی دعا دلیل ظاہر و روشن ہے کہ وہ حضرت کے نزدیک منتخب و نیکوکار افراد میں داخل تھے

اگر مختار درست و صحیح راستے پر نہ ہوتے اور امام کے علم میں ہوتا کہ وہ اعتقادات میں حضرت کے

مخالف میں تو ہرگز ایسی دعا نہ کرتے جو باب اجابت سے ٹکرائے نہ ایسی بات کہتے جو اچھی نہ سمجھی جائے اور حضرت کی دعا عبث و بیکار ہو جاتی حالانکہ یہ محقق ہے کہ امام کا دامن عبث کام سے پاکیزہ و پاک ہے ہم نے اس کتاب کے اثنا میں متعدد مقامات پر ایسے اقوال لکھے ہیں جن سے ان کی مدح ہوتی ہے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت پائی جاتی ہے وہ مدح وثنا اور ممانعت ارباب علم وبصیرت کیلئے کافی و وافی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اعداء جناب مختار نے اس طرح کی حدیثیں صرف اس لیے گڑھی ہیں تاکہ شیعوں کے دل اس سے متنفر ہو جائیں۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ حضرت امیرالمومنین کے دشمنوں نے بہت سی برائیاں حضرت کی جانب منسوب کی ہیں جن کے سبب سے بہت سے لوگ ہلاکت کے گڑھے میں گر گئے۔اور ان کی محبت و الفت سے کنارہ کش ہو گئے لیکن جو لوگ حضرت کے سچے دوست تھے ان کی حالت وہمی چیزوں نے نہیں بدلی نہ وہ ان خواب پریشان سے گمراہ ہوئے جناب مختار کے ساتھ بھی دشمنوں نے وہی برتاؤ کیا جو برتاؤ ابوالائمہ حضرت امیرالمومنین (ع) سے کیا تھا۔(ذوب النضار شرح الثارص 415 ودمعۃ ساکبہ ص403) ابن نما علیہ رحمۃ نے جو کچھ فرمایا ہے نہایت مضبوط اور درست ہے اس لیے کہ جس شخص نے کوفہ میں دشمنان اہل بیت کو چن چن کر قتل کیا ہو۔قاتلان امام حسین (ع) کو تہ تیغ کیا ہو۔ان کے گھر کھدوادے ہوں ان کی لیے وسعت زمین کو تنگ کیا۔بنی امیہ اور عبداللہ ابن زبیر کی حکومت کے ارکان متزلزل کر دیئے ہوں۔ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے بدنام کرنے کی انہوں نے ہر امکانی سعی وکوشش کی ہو گی۔اس لیے احادیث مذمت کسی طرح قابل اعتماد ووثوق نہیں ہو سکتے۔ہمارے فرقے کے محققین وعلماء نے زبردست الفاظ میں ان کے مدح وثنا کی ہے۔جس سے ان کی عظمت وجلالت پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے ہم یہاں پر ان میں بعض اقوال کو نقل کرتے ہیں۔علامہ کبیر حضرت محقق اردبیلی حدیقۃ الشیعہ میں فرماتے ہیں کہ جناب مختار کے حسن عقیدہ میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ

نے ان کو مقبول لوگوں میں شمار کیا ہے۔امام محمد باقر (ع) نے ان کے لیے دعائے خیر کی ہے۔

جناب مختار کے موثق و معتبر ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت سید الشہد اء کی شان یہ ہے کہ لوگ صرف آپ کے غم میں گریہ وزاری کے سبب سے داخل جنت ہوں گے اور جہنم سے آزاد ہوں گے ۔اسی طرح وہ بھی جنتی ہوگا جو یہ تمنا کرے کہ کاش میں حضرت اور حضرت کے اصحاب کے ساتھ روز عاشورا ہوتا اور شرف شہادت حاصل کرتا تو یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ مختار کے مانند انسان جہنم میں داخل ہو جنت ان پر حرام ہو۔حالانکہ انہوں نے عمر سعد، شمر بن ذی الجوشن، خولی اصبحی ،قیس ابن اشعث (ابن زیاد) اور ان کے مثل اعداء سید الشہد اء (ع) کو قتل کیا ہے اس کے بعد علامہ اردبیلی ختم و جزم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ جناب مختار اور ان کے امثال پیش پرودگار درجات رفیعہ اور مراتب عالیہ کے مالک ہیں۔علامہ احمد اردبیلی نے اپنی تحریر میں جو واقعہ کربلا میں شریک ہونے کی تمنا کرنے سے نجات پانے کی طرف ارشاد فرمایا ہے اس کے ذیل میں ایک اہم واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ: ایک روز بادشاہ عمر بن لیث اپنے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا اور اس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جس افسر کی فوج میں ایک ہزار چیدہ جوان ہوں گے اس کو ایک سونے کا گرز عطا کروں گا۔جب وہ جائزہ سے فارغ ہوا اور حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک سو بیس طلائی گرز عطا کیے ہیں جب اس نے ایک سو بیس گرز کا لفظ سنا جس سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے جوان ہوتے تھے۔تو خود از اسپ بزیر انداخت و سر بسجدہ نہاد اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا اور سر کو سجدہ میں رکھ کر رونا شروع کیا اور اپنے منہ پر خاک ملنے لگا۔اور اسی عالم میں اتنی دیر تک روتا رہا کہ بیہوش ہو گیا۔بالآخر جب ہوش آیا تو اس کے ایک مصاحب نے پوچھا جان پناہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔حضور یہ تو خوشی کا موقعہ تھا اس وقت گریہ وزاری کیسی؟ بادشاہ نے کہا کہ جب میں نے یہ سنا کہ میری فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار جوان ہیں۔

واقعہ کربلا بخاطر رسید مجھے واقعہ کربلا یاد آ گیا اور اس کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا اور یہ حسرت پیدا

ہوئی کہ کاش میں بھی اس روز لشکر سمیت کربلا میں موجود ہوتا اور یا تو کفار مسلمین کو تہس نہس کر دیتا اور اپنے آقا و مولا امام حسین پر قربان ہو جاتا۔ جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اسے ایسی حالت میں خواب میں دیکھا۔ کہ اس کے سر پر تاج مرصع ہے اور بر میں لباس فاخرہ اور حور و غلمان اس کے آگے پیچھے چکر لگا رہے ہیں کسی نے کہا اے بادشاہ مرنے کے بعد تجھ پر کیا گزری اس نے عالم خواب ہی میں جواب دیا کہ خداوند عالم نے میری اس تمنا کے عوض جو میں جائزہ لشکر کے دن کی تھی میرے سارے گناہان صغیرہ و کبیرہ بخش دیئے و ہرگاہ بمجرد نیتی کہ بجہت نصرت امام شہید در دل شخصے گذرد ونجات حاصل گردد نصرت سید الشہدا کی وجہ سے نجات ہو سکتی ہے تو مختار اور انہی کے مثل لوگوں کے نجات کیونکر نہ ہوگی یقین ہے کہ ایسے لوگوں کو بلند درجے اور عظیم مراتب حاصل ہوں گے۔ (نور الابصار ص 11 طبع لکھنوء)

غرضیکہ حضرت مختار کی جلالت قدر کسی قسم کا شبہ نہیں وہ خدا اور رسول اور آئمہ طاہرین کی نظر میں ممدوح تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علما اہل تشیع میں سے ان کی کسی نے مخالفت نہیں کہ بلکہ تقریباً تمام کے تمام علماء ان کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ یہ علماء کی نگاہ میں مشکورین میں سے تھے۔ (بحار الانوار ص 398 ج 1) آقائے دربندی کا بیان ہے کہ اکثر اصحابنا علی انہ مشکور روزائرہ ماجور۔ کہ اکثر اصحاب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ حضرت مختار قابل تشکر ہیں اور ان کی زیارت کرنے والا، اجر و ثواب پائے گا آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ ان المختار ابن ابی عبیدہ لا الثقفی مشکور عنہ اللہ وعزوجل وعند حجہ المعصومین (ع) ممدوح ہیں کہ حضرت مختار خداوند عالم اور آئمہ معصومین (ع) کے نزدیک مشکور و ممدوح ہیں (اسرار الشہادت ص 527) مختصر یہ کہ حضرت مختار کے خلاف جو بھی مشہور ہے وہ بنی امیہ کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے (تنقیح المقال علامہ مامقانی) اور یہ عجیب بات ہے کہ جو پروپیگنڈا بنی امیہ نے کیا تھا۔ ان کے ماننے والے اسے اب بھی جلا دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

اموی پرستاروں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت مختار کی مدح نہیں کی اور اب یا اس عہد سے پہلے جتنے علما گذرے ہیں انہوں نے حضرت مختار کے خلاف ہی لکھا ہے۔ مثال کے لیے ملاحظہ ہو مولانا محمد ابو الحسن محدث مصنف فیض الباری شرح صحیح بخاری اپنی کتاب خیر المآل فی اسماء الرجال المسمیٰ بہ ترجمۃ الاکمال میں لکھتے ہیں کہ 1 مختار بڑا ہی جھوٹا تھا، 2 اس کے دل میں ہوس حکومت تھی۔ لیکن وہ امام حسین کے خون بہا کا ڈھونگ رچا تا تھا، 3 اس سے بہت سے مخالف دین باتیں ظاہر ہوئیں۔ محدث دہلوی شیخ عبد الحق لکھتے ہیں کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کذاب تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص 543 طبع دہلی 1273ء) شیخ اسلام امام بن تیمیہ لکھتے ہیں کہ مختار شیعی کذاب تھا۔ یزید بہت سے دوسرے حکمرانوں سے اچھا تھا وہ عراق کے امیر مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی سے کہیں اچھا تھا۔

جس نے حضرت حسین (ع) کی حمایت کا علم بلند کیا اور ان کے قاتلوں سے انتقام لیا مگر ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ جبریل اس کے پاس آتے ہیں۔ (ترجمہ منہاج السنۃ حسین و یزید ص 34 طبع ہند پریس کلکتہ) مولوی عبد الشکور لکھنوی لکھتے ہیں ابن سبا کے بعد مختار نے بھی مشرکانہ تعلیم کے رواج دینے میں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں بہت کام کیا اس نے پہلے نبوت کا پھر خدائی کا دعوے کیا۔ خاندانی تفرقہ کا فتنہ پیدا کر کے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا۔ اس نے واقعہ کربلا کو آلہ کار بنایا تھا۔ (فتنہ ابن سبا ص 67 طبع ملتان) مولوی اکبر شادی نجیب آبادی زیر عنوان ملت اسلامیہ میں فتنوں کی ابتدا لکھتے ہیں کہ عبد اللہ ابن سبا کے بروز ثانی مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کی مشرکانہ تعلیم اور کفریہ دعاوی کو بھی جز و ایمان سمجھ لیا سلیمان بن صرد خزاعی ہاشمیوں اور شیعیان علی کو فراہم کر کے جنگ عین الورد میں ہزار ہا مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا چکا تھا کہ مختار مذکور نے محمد بن حنیفہ برادر امام حسین اور عبد اللہ ابن عمر کو دھوکا دے کر کوفہ میں اپنی قبولیت اور رسوخ کے لیے راہ نکال لی۔ اور حضرت امام حسین (ع) کی شہادت اور حادثہ کربلا کے دلگداز واقعات وحسرت ناک تذکرہ کو آلہ کار بنا کر عبد اللہ بن سبا والے

فتنہ خفتہ کو بیدار کر کے خاندانی امتیازات اور قبائلی عصبیتوں میں جان ڈال دی۔(رسالہ تجدید عہد ربوبیت نمبر ص9 لاہور اپریل 1955ء) علامہ شیخ محمد الخضر ی نے حضرت مختار کو فتنہ کبریٰ تحریر کیا ہے ۔(تاریخ الامم الاسلامیہ جلد 2 ص 213 طبع مصر) علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت مختار کو المختار الکذاب اب لعنۃ اللہ تحریر کیا ہے (تاریخ الخلفاء ص 149) علامہ سپھر کاشانی اس کی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ اہلسنت حضرت مختار کے کارنامہ عظیم کا طلب حکومت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں (ناسخ التوریخ جلد 2 ص 666) گر قلم درست غدارے بود لا جرم منصور بردارے بود اس مشتے نمونہ از خردارے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اموی بادشاہوں اوران کے پرستاروں نے حضرت مختار کو بدنام کیا ہے۔

ورنہ جیسا کہ ہم نے اوپر تحریر کیا حضرت مختار خدا اور رسول اور آئمہ طاہرین کے منظور نظر اوران کی نگاہ میں مشکور و ممدوح تھے۔

یہ بالکل درست اور قطعی طور پر اٹل ہے مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بعض علما بھی اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوگئے ہیں۔

میرے نزدیک ان لوگوں کے اقوال نظر انداز کر دیئے کہ قابل ہیں اور انہیں بقول علامہ ابن نما معذور سمجھنا چاہیئے۔

چھٹا باب

حضرت مختار علماء کرام کی نگاہ میں

حضرت مختار کے متعلق خداوند عالم، حضرت محمد مصطفی (ص) اور حضرات معصومین (ع) کے نظریات کو پیش کرنے میں حضرات علماء کرام کے نظریات بھی ایک گونہ واضح ہو گئے ہیں لیکن ہم زیر عنوان بالا اس کی مزید وضاحت کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان کے ممدوح ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہ جائے۔ واضح ہو کہ ہمارے وہ علماء جن پر ہمارے مذہب حقہ اثنا عشریہ کی بنیادیں استوار ہوئی تھیں۔یعنی جن کا وجود بنیادی نقطہ نگاہ سے ہمارے مذہب میں عظیم سمجھا جاتا ہے ان میں سے تقریباً کل کے کل کی نظروں میں حضرت مختار کو اونچا مقام نصیب ہوا ہے میری نظر سے ہمارے کسی بڑے عالم کی ایک تحریر بھی ایسی نہیں گزری جس میں انہوں نے اپنا نظریہ مختار کے خلاف پیش کیا ہو یہ اور بات ہے کہ انہوں نے نقل قول یا نقل روایات اپنی کتابوں میں کی ہو یعنی ایسا تو ضرور ہے کہ روایات مدح وذم دونوں نقل کر دی گئی ہیں لیکن اپنا ذاتی نظریہ کسی نے بھی مخالفت مختار میں نہیں پیش کیا بلکہ اکثر نے ایسا کیا ہے کہ مخالفت کی روایات کی تاویلات کی ہیں البتہ بعض علماء روایت حب شیخین سے نجات کلی میں متوقف ہو گئے ہیں لیکن انہوں نے کارنامہ مختار میں ان کے نیک نیتی پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا میرے نزدیک روایت حب شیخین تاویل شدہ ہے اور ان کے حسن عقیدہ میں گنجائش کلام نہیں ہے۔علامہ شہید ثالث رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں در حسن عقیدہ اودر شیعہ راسخی نیست حضرت مختار کے حسن عقیدہ میں کسی

شیعہ کو کلام و اعتراض کی گنجائش نہیں علامہ کا بیان ہے کہ حضرت علامہ حلی کے نزدیک حصرت مختار مقبول اصحاب میں تھے۔ (مجالس المومنین ص ۳۵۶) علامہ مجلسی کتاب خلاصۃ المقال فی علم الرجال کے ص 32 پر تحریر فرماتے ہیں کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی ثقہ تھے،

علامہ معاصر مولانا سعادت حسین مجتہد رقمطراز ہیں کہ علامہ مامقانی تنقیح القال کی جلد 3 میں حضرت مختار کے متعلق طویل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں تحقیق اس کی مقتضی ہے کہ ہم دو حیثیتوں سے بحث کریں پہلی یہ کہ جناب مختار کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مسلمان بلکہ شیعہ امامی تھے اس پر شیعہ، سنی دونوں کا اتفاق ہے میرے نزدیک امر حق یہ ہے کہ جانب مختار امامت حضرت زین العابدین (ع) کے قائل تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت امیر المومنین (ع) سے یہ سنا تھا کہ اتنے ہزار اعوان و انصار بنی امیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کوئی سنی امیر الونین (ع) کے لیے یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ آپ عواقب و انجام کو خداوند عالم کے اذن سے جانتے تھے یہ مخصوص عقیدہ مذہب شیعہ کا ہے اس لیے جناب مختار کا حتم و جزم ویقین سے یہ خبر دینا کہ میں کوفہ کا حاکم بنوں گا۔ عبید اللہ ابن زیاد مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ جب تک میں بنی امیہ کی مددگاروں میں اتنی آدمیوں کو قتل نہ کر دوں۔ اگر یہ مجھے قتل بھی کر دے گا تو خداوند مجھے زندہ کر لے گا، یہ عقیدہ اہل سنت کے مذہب کے موافق نہیں ہے اور فرقہ حقہ مذہب امامیہ کے لیے مخصوص ہے اس لیے کہ آئمہ کے لیے قائل ہیں کہ وہ عواقب و انجام سے باخبر ہیں۔ جیسا کہ آئمہ کے حالات کو دیکھنے کے بعد وجدان صحیح اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ بلکہ حالات کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ آئمہ نے اپنے مخصوص اصحاب کو بھی بعض امور کے اسرار و رموز و انجام کو بتلا دیا تھا اور مطلع کر دیا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

جیسا کہ حبیب ابن مظاہر کو یہ مطلع کر دیا تھا کہ کربلا میں کیا ہونے والا ہے۔ اور میثم تمار کو یہ بتا دیا تھا

کہ امیر المومنین پر کیا واقعات گزرنے والے ہیں، بلکہ خود جناب مختار کو جناب میثم تمار نے بتا دیا تھا کہ تم قید سے رہا ہو جاؤ گے اور امام حسین کے خون کا عوض لو گے۔ بلکہ ان کے علاوہ بہت سی باتیں اصحاب آئمہ کو معلوم تھیں جو متواتر احادیث سے ثابت ہیں اور کتب وتواریخ ان سے بھری پڑی ہیں۔ جناب کے اس یقین سے کہ وہ بنی امیہ کے حمایت کرنے والوں میں سے اتنے ہزار افراد کو قتل کریں گے پتہ چلتا ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اگر قتل بھی کر دیئے گئے تو خداوند عالم ان کو زندہ کرے گا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جناب مختار، مسلم، موحد اور شیعہ امامی تھے۔ بلکہ اقوی واظہر یہ کہ وہ امامت امام زین العابدین وغیرہ (ع) کے قائل تھے۔ علامہ مامقانی فرماتے ہیں۔ کہ مختار کے حالات پر بحث کا دوسرا عنوان یہ ہے کہ آیا ان کی حکومت باطل تھی یا امام کی اجازت سے قائم ہوئی تھی۔ ظاہر یہ ہے، کہ انہوں نے امام کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد حکومت قائم کی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابن نما علیہ الرحمتہ نے اس طرح کی ایک روایت تحریر کی ہے علاوہ بریں آئمہ علیہم السلام ان کے افعال سے راضی تھے۔ انہوں نے بنی امیہ اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا، گرفتار کیا، ان کے اموال لوٹے۔ جیسا کہ اس کے طرف ان روایات میں اشارہ ہو چکا ہے۔ جو ان کی مدح وثنا، ان کے افعال پر اظہار تشکر و امتنان، جزائے خیر دیئے جانے کی دعا اور دعائے نزول رحمت پر دلالت پر کرتی ہیں۔ علامہ مامقانی نے ان تمام روایات کو نقل کیا ہے۔ اور آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں جو ہم نے ذکر کیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مختار شیعہ امامی تھے۔ ان کی سلطنت امام کی اجازت سے قائم ہوئی تھی۔ بہر حال علامہ حلی نے جناب مختار کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔ اسی سبب سے ان کو قسم اول کے راویوں میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی ان کے شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ جو شخص علامہ کے خلاصہ کا مطالعہ کرے۔ اسے واضح ہو جائے گا۔ کہ قسم اول میں انہوں نے صرف شیعوں کو تحریر فرمایا ہے۔ جناب علامہ ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے بھی نص کر دی ہے کہ جناب مختار کی روایات پر عمل کیا جائے گا۔ علامہ حائری اور علامہ ابن نما تحریر

فرماتے ہیں کہ حضرت مختار امام زین العابدین کے قائل تھے۔ نیز محمد حنفیہ (ع) امام زین العابدین (ع) کی امامت پر ایمان رکھتے تھے۔ (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ص 52 وذوب النضار ضمیمہ بحار جلد ص 401 طبع ایران)

حضرت مختار کے کردار پر غلط نگاہ

جیسا کہ میں نے حضرات معصومین اور علماء کرام کے اقوال سے واضح وثابت کر دیا کہ حضرت مختار کا کردار نہایت مستحسن اور قابل ستائش تھا۔ ان کی زندگی کے لمحات عقیدے کی خوشگواری میں گزرے پھر کھلے لفظوں میں کہتا ہوں کہ حضرت مختار نیک عقیدہ، خوش کردار، نیک نیت، نیک چلن، بلند ہمت اور جملہ صفات حسنہ کے مالک تھے۔ نہایت افسوس ہے کہ بنی امیہ کے پرستاروں نے اس پاک باز اور نیک سرشت شخصیت کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اس وقت میرے پیش نگاہ ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے تجدید عہد، جو زیر ادارت غلام نبی انصاری ماہنامہ کی صورت میں لاہور سے نکلتا ہے۔ یہ پرچہ ربوبیت نمبر ہے۔ اس کی تاریخ اشاعت اپریل ۱۹۹۵ء ہے۔ اس میں حضرت مختار کے خلاف پوری زہر چکانی کی گئی ہے۔ اور ان کی مخالفت میں آئیں بائیں شائیں جو کچھ سمجھ میں آیا ہے لکھ مارا ہے۔ میں اس میں سے صرف چند جملے نقل کرتا ہوں۔

مولف مختار آل محمد (ص) کا دعویٰ

مجھے مسرت ہے کہ دنیائے اسلام میں ابن سباء کے وجود سے سب سے پہلے میں نے اپنی مورخانہ سوجھ بوجھ اور تحقیق کے ذریعہ سے انکار کیا تھا۔ اب اس کے بعد بڑے بڑے علماء یہی کچھ کہہ رہے ہیں

۷ ۱۹۳۳ء میں میں نے عبداللہ ابن سبا کی حقیقت کے زیرعنوان الواعظ لکھنو میں ایک مسلسل مضمون لکھا تھا جس کی آخری قسط میں تحریر کیا تھا کہ ابن سبا ایک فرضی نام ہے اور واقعہ جمل و صفین پر پردہ ڈالنے کیلئے سطح دہر پر نمایاں کیا گیا ہے۔

الخ اس بیان کا حوالہ میرے مضمون سعد و نحس مطبوعہ اخبار شیعہ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۴۵ء میں موجود ہے۔ عالم اہل سنت علامہ ڈاکٹر طہ حسین جو مصر کے اساطین علم میں سے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن سبا بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے اور جب فرقہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں جھگڑے چل رہے تھے تو اس وقت اسے جنم دیا گیا شیعوں کے دشمنوں کا مقصد یہ تھا کہ شیعوں کے اصول مذہب میں یہودی عنصر داخل کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ بڑی چالبازی اور مکر و فریب کی صورتیں تھیں۔

محض شیعوں کو زچ کرنے کیلئے امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سباء کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیے اس سے ایک فائدہ تو یہ تھا کہ حضرت عثمان اور آن کے عمال حکومت کی طرف سے جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے اور ناپسندیدہ باتیں جو ان کے متعلق مشہور ہیں کو سن کر لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں دوسرا فائدہ یہ کہ علی (ع) اور ان کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں نہ معلوم شیعوں کے دشمنوں نے شیعوں پر کتنے الزامات لگائے اور نہ جانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں۔ (الفتنۃ الکبری جلد 1 ص 132 طبع مصر) اس ضمن میں ایک مشہور قصہ کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جسے بعد میں آنے والے راویوں نے بہت اہمیت دی ہے اور خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے یہاں تک کہ بہت سے قدیم و جدید مؤرخین نے اس قصہ کو حضرت عثمان کے خلاف رونما ہونے والی بغاوت کا سرچشمہ قرار دے لیا ہے جو مسلمانوں میں ایک ایسے افتراق کا باعث ہوئی کہ تا حال مٹ نہیں سکا۔ یہ قصہ عبداللہ ابن سباء ہے جو عربی دنیا میں ابن السودا کے نام سے

مشہور ہے۔ میرا خیال ہے کہ جو لوگ ابن سبا کے معاملہ کو اس حد تک اہمیت دیتے ہیں وہ نہ صرف اپنے آپ پر بلکہ تاریخ پر بھی شدید ظلم کرتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے پہلی غور طلب چیز یہ ہے کہ ان تمام اہم ماخذ میں جو حضرت عثمان کے خلاف رونما ہونے والی شورش پر روشنی ڈالتے ہیں ہمیں ابن سبا کا ذکر ہی نہیں ملتا مثلاً ابن سعد نے جہاں خلافت عثمان اور ان کے خلاف بغاوت کا حال رقم کیا ہے وہاں ابن سبا کا کوئی تذکرہ نہیں کیا

اسی طرح بلاذری نے بھی انساب الاشراف میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا......ابن سبا کی یہ داستان طبری نے سیف بن عمر کی روایت سے بیان کی ہے اور معلوم یہی ہوتا ہے کہ مابعد کے جملہ مورخین نے اس روایت کو طبری ہی سے لیا ہے۔ (الفتنۃ الکبری ص ۲۸۲، ۲۸۵ طبع لاہور) عالم اہل تشیع، ملت جعفریہ کے عظیم محقق حضرت حجۃ الاسلام علامہ شیخ محمد حسنین آل کاشف العظاء (نجف اشرف) تحریر فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ عبداللہ ابن سباء مجنوں عامری اور ابوہلال وغیرہ داستان سراوں کے خیالی ہیرو ہیں اموی اور عباسی سلطنتوں کے وسطی دور میں عیش وعشرت اور لہو ولعب کو اتنا فروغ حاصل ہوگیا تھا کہ فسانہ گوئی، محل نشینوں اور آرام طلبوں کا جزو زندگی بن گئی چنانچہ اس قسم کی کہانیاں بھی ڈھل گئیں۔ (اصل الشیعہ واصولہا ص 25) مختصر یہ کہ ابن سبا کا افسانہ مؤرخ طبری نے سب سے پہلے سیف بن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے اور سیف بن عمر راوی کے متعلق علماء علم رجال کا اتفاق ہے کہ یہ گمنام اور مجہول الحال لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ یہ ضعیف روایات بیان کرتا ہے۔ متروکہ احادیث گڑھا کرتا ہے۔ ساقط الروایت ہے،۔ من گڑھت حدیثیں معتبر لوگوں کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا ہے۔ اس کی اکثر روایات نا قابل قبول، وضعی اور پراز کفرو زندقہ ہوتی ہیں (فہرست ابن ندیم ص 137 میزان الاعتدال ج 1 ص 438 تہذیب التہذیب جلد 4 ص 95) وغیرہ، بنابریں اس کے بیان اور اس کی روایت کی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ میں کہتا ہوں کہ

صاحب تجدید عہد نے حضرت مختار کے کردار کی عمارت جس بنیاد پر قائم کی تھی اس کا وجود ہی نہ تھا لہٰذا ان کی فرضی تعمیر منہدم ہو کے رہ گئی۔

مختار آل محمد

ساتواں باب

جنگِ صفین کے سلسلہ میں حضرت علی (ع) کا کربلا میں ورود اور سعد بن مسعود سے کارنامہ مختار کا تذکرہ

صفین نام ہے اس مقام کا جو فرات کے غربی جانب رقہ اور بالس کے درمیان واقع ہے۔(معجم البلدان ص 37 باب ص طبع مصر 1906ء) یہیں اسلام کی وہ قیامت خیز جنگ عالم وقوع میں آئی ہے۔ جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے۔اس جنگ کے اسباب میں معاویہ کی چیرہ دستیوں اور اس کے تمرد اور اس کی سرکشی کو پورا پورا دخل ہے۔ معاویہ عہد عمری سے شام کا گورنر تھا۔وفات عثمان کے بعد جب امیر المومنین خلیفہ ظاہری تسلیم کیے گئے اور عنان حکومت آپ کے دست میں آئی تو آپ نے معاویہ سے کہلا بھیجا کہ مجھ پر جو قتل عثمان کی سازش کا الزام لگا کر شامیوں کو برافروز کر رہے ہو۔

اور اپنے کو رسول خدا کا منصوص خلیفہ ظاہر کر رہے ہو۔(سیر الائمہ ص 45) یہ تمہاری حرکت افسوسناک ہے اس سے باز آؤ۔معاویہ نے اس کا الٹا سیدھا جواب دیا۔

حضرت علی نے بار بار فہمائش کی۔مگر معاویہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ یہاں تک کہ آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ میری بات کسی طرح نہ مانے گا۔پھر اس کے علاوہ آپ کو اس امر کا علم قطعی ہو گیا کہ وہ مجھ سے برسر پیکار ہونے کی پوری پوری تیاری کر رہا ہے تو آپ نے برسر منبر فرمایا۔میں نے حاکم وقت

ہونے کی حیثیت سے معاویہ کو معزول کر دیا ہے اور اب اسے حاکم شام تسلیم نہ کیا جائے ۔(اکسیر التواریخ ص 75) معاویہ جو خود حضرت علی کو منصب خلافت کے حدود میں دیکھنا پسند نہیں کر رہا تھا اسے جب اس معزولی کی خبر ملی تو اس نے آپ سے مقابلہ کی ٹھان لی۔

چنانچہ جنگ جمل اسی کا ایک شاخسانہ تھا۔ جو حضرت عائشہ کی زیر سرکردگی ظاہر ہوا۔ جنگ جمل کے بعد آپ نے اس کو سمجھانے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا۔ مگر کتے کی دم سیدھی نہ ہوسکی۔ اور وہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ پر قائم رہا۔ معاویہ کھل کر میدان میں آنے کے لیے بے چین تھا۔ بنا بریں ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر حضرت علی پر حملہ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا اور مقام صفین پر آ پہنچا۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں اجمعوا علی قتالہ قاتلھم اللہ خدا معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو غارت کرے کہ ان لوگوں نے حضرت امیر المومنین (ع) سے جنگ پر ایکا کر لیا۔ (حیوٰۃ الحیون جلد 1 ص 56)

جب حضرت امیر علیہ السلام کو پتہ چلا کر معاویہ ایک لاکھ بیس ہزار بروایت ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر مقام صفین تک آ پہنچا ہے۔ تو آپ نے بھی 90 ہزار کی فوج سمیت حرکت فرمائی۔ (تاریخ اسلام ص 20) آپ بارادہ صفین تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں مقام کربلا آ گیا۔ آپ نے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں۔ کہا گیا کربلا یہ سن کر آپ اتنا روئے کہ زمین آنسو سے تر ہوگئی۔ اصحاب نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا۔ میں ایک دفعہ رسول کریم کی خدمت میں ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ رو رہے تھے میں نے پوچھا رونے کا سبب؟ آپ نے جواب دیا کہ ابھی ابھی جبرئیل آئے تھے

وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے حسین کربلا میں شہید کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھے تھوڑی سی مٹی دی۔ اور کہا کہ اسے سونگھو، میں نے جونہی اسے سونگھا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (صواعق محرقہ ص 110 منار الہدیٰ ص 192، روائح القرآن ص 498) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی سرزمین پر آل محمد کا ایک برگزیدہ گروہ قتل کیا جائے گا جس کے غم

میں زمین وآسمان روئیں گے۔(مسند جلد ا ص85 سر الشہادتین ص117 اخبار ص107 حیواۃ الحیوان ص51120) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی جب نینوا کے قریب پہنچے تو آپ کے لشکر کا پانی ختم ہو گیا ہر چند سعی آب کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا۔

ناگاہ ایک دیر راہب پر نظر پڑا وہاں پہنچ کر طلب آب کیا راہب نے کہا یہاں پانی نہیں ہے آپ آگے بڑھیں۔

دو فرسخ چل کر آپ نے جانب قبلہ ایک مقام کھدوایا تو ٹھنڈے پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔لیکن اس کے دہانے پر بڑا پتھر تھا آپ نے اسے برطرف کیا چشمہ جاری ہوا۔راہب نے اسلام قبول کیا۔اس کے بعد آپ کربلا پہنچ کر وہاں بہت روئے۔(کشف الانوار ص112 حبیب اسیر جلد1 ص56 جامع التواریخ ص238) مجاہد کوفہ جنابسلیمان بن صرد خزاعی کا بیان ہے کہ میں جنگ صفین کے سلسلہ میں حضرت علی (ع) کے ہمرکاب تھا۔جب آپ کی سواری کربلا پہنچی تو آپ بے ساختہ رونے لگے۔میں نے پوچھا مولا کیوں رو رہے ہو۔آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ رووں اس مقام پر میرے فرزند میں سے بہت سے افراد اس مقام پر اتریں گے،قیام کریں گے اور قتل کردیئے جائیں گے۔دشمنوں اور ظالموں کا گروہ ان پر پانی بند کردے گا۔اور اسی زمین پر ان کا خون بے دریغ بہایا جائے گا۔

یہ فرما کہ آپ نے امام حسین (ع) کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے میرے بیٹے حسین یہ واقعہ ہائلہ تیرے ساتھ ہوگا۔

اور ایسا سنگین ہوگا کہ آسمان اس کے صدمے سے سرخ ہو جائے گا اور شفق کی صورت میں افق پر سرخی ظاہر ہوگی۔جو قیامت تک رہے گی۔ایں سرخی شفق کہ بریں چرخ بے وفاست ہر شام عکس خون شہیدان کربلاست حضرت کامل کراروی بزبان اردو کہتے ہیں اگر سمجھے تو ماتم زا فضائے آسمانی ہے شفق کہتے ہیں کہ جس کو خون بیکس کی نشانی ہے الغرض حضرت علی (ع) کے ارشاد کے جواب میں حضرت امام

حسین (ع) نے عرض کیا۔ بابا جان آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ ہماری زندگی کا زیور، رضائے پروردگار عالم ہے یہ سن کر حضرت علی (ع) جناب سعد بن مسعود ثقفی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو حضرت مختار علیہ الرحمہ کے چچا تھے۔ اور ان سے فرمایا کہ برادرزادہ ات مختار کشند گان فرزندان مرا بکشد، تمہارا بھتیجا مختار میرے فرزند کے قاتلوں کو قتل کرے گا۔ دیکھو اس کی حفاظت سے غفلت نہ کرنا تاکہ وہ اس کارنامے کا مظاہرہ کر سکے۔ (روضۃ المجاہدین حضرت علی (ع) کے وردِ کربلا کا واقعہ ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ تاریخ ابو الفداء)

حضرت امام حسن (ع) پر فوجیوں کی یورش اور حضرت مختار کی مواسات کا ایک روشن پہلو

حضرات محمد (ص) وآل محمد (ع) سے جو عقیدت ومحبت اور الفت حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو تھی اسے وہ اپنی زندگی کے ہر دور میں بروئے کار لا کر ہمیشہ اس کا مظاہرہ کرتے رہے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی ایسا موقع نظر انداز نہ ہو جائے جس میں عقیدت کیشی کو بر سر کار لانا ضروری ہو۔ حضرت امام حسن (ع) پر جب مصائب کی یورش ہوئی تو مختار اپنے فطری جذبہ سے مجبور ہو کر مظاہرہ عقیدت کیشی کے لیے سامنے آ گئے۔

کتاب چودہ ستارے ص 119 میں ہے کہ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین (ع) کے والد بزرگوار حضرت علی (ع) کے سر مبارک پر بمقام مسجد کوفہ 19 رمضان 40ھ بوقت امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے 21 رمضان المبارک 40ء بوقت صبح شہادت پائی۔ اس وقت امام حسن کی عمر 37 سال 6 ماہ کی تھی۔

حضرت علی (ع) کی تکفین وتدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر، قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کرلی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ یہ واقعہ 21 رمضان 40ھ یوم جمعہ کا ہے کفایۃ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت اپ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا۔ جس میں آپ نے حمد وثنا کے بعد بارہ امام کی خلافت کا ذکر فرمایا

اور اس کی وضاحت کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ہم میں کا ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گا یا زہر دغا سے شہید ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے عراق ایران، خراسان، حجاز اور یمن وبصرہ کے عمال کے تقرر کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کہ بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کردیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کیے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہوکر میری طرف آجائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کرلیے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب عنان حکومت امام حسن (ع) کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پر آشوب تھا حضرت علی جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی دنیا سے کوچ کرچکے تھے ان کی دفعتہ شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کردیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا برسرعناد اور آمادہ فساد نظر آتے تھے...... معاویہ نے جابجا جاسوس مقرر کردیئے تھے جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے تھے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف وتشتت کا بیج بوتے تھے۔ اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے اس سلسلہ میں نامہ و پیام شروع کیا اور انہیں بڑی بڑی رشوتیں دے کر توڑ لیا تھا۔ بحارالانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن اشعث ابن قیس حجر ابن حجر شیث ابن ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہوسکے حسن بن علی کو قتل کرادو جو منچلا یہ کام کرگزرے گا۔ اسے دو لاکھ درہم نقد انعام دوں گا اور اپنی فوج کی سرداری عطا

کروں گا نیز اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا اس انعام کے حاصل کرنے کیلیئے لوگ شب وروز موقعہ کی تاک میں رہنے لگے حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کردی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کیلیئے بھی جب باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے۔ معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کیے دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کیلیئے بھیج دیا جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا۔ حجر بن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کیلیئے فرمایا۔ آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو کافی نظر آنے لگی۔ مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں کچھ تو معاویہ کے ہاتھوں بک چکے تھے کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے ۔ حضرت علی (ع) کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کردیئے تھے اور دشمنوں کو جرات وہمت دلادی تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ معاویہ 60 ہزار کی فوج لے کر مقام مسکن میں جا اترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریت کی جانب اوانا کے قریب واقع ہے امام حسن (ع) کو جب معاویہ کی پیش قدمی کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کردیا اور آپ کوفہ سے ساباط میں جا پہنچے اور 12 ہزار کی فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کیلیئے روانہ کردی پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں فرمایا۔" لوگو تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دوگے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض وعداوت نہیں میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں" لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا کہ حضرت امام حسن (ع)، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت وحکومت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں، اسی دوران میں معاویہ نے امام حسن (ع) کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہوکر بمشورہ عمرو بن عاص، کچھ لوگوں کو امام حسن (ع) کے لشکر میں اور کچھ کو قیس ابن سعد کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے

خلاف پروپیگنڈا کرا دیا۔ امام حسن (ع) کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے متعلق یہ شہرت دی کہ اس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور قیس ابن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے، انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچا کر دیا کہ امام حسن (ع) نے معاویہ سے صلح کر لی امام حسن کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات ابھر نکلے امام حسن (ع) کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں کہنے لگا کہ امام حسن (ع) بھی اپنے باپ حضرت علی (ع) کی طرح کافر ہو گئے ہیں۔ بالاخر فوجی آپ کے بالکل خلاف ہو کر آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا کل اسباب لوٹ لیا۔ آپ کے نیچے سے مصلی تک گھسیٹ لیا دوش مبارک پر سے ردا تک اتار لی اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے آپ کو معاویہ کے حوالہ کر دینے کا پلان تیار کیا۔ آخرکار آپ ان بدبختوں سے مایوس ہو کر مدائن کے گورنر سعد کی طرف روانہ ہو گئے جو حضرت مختار کے حقیقی چچا تھے اور جنہیں حضرت علی (ع) نے گورنر مدائن بنایا تھا جو عہد امام حسن (ع) میں بھی اسی عہدہ پر فائز تھے (تنزیہہ الانبیاء سید مرتضیٰ علم الہدی) راستے میں ایک خارجی جراح ابن قبیضہ اسدی نے آپ کو ران مبارک پر کمینگاہ سے ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک کو شدید مجروح کر دیا۔ (تاریخ کامل جلد 3 ص 161 وتاریخ ائمہ ص 333 فتح الباری شرح صحیح بخاری وتاریخ طبری طبع مصرا) شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ جب حضرت امام حسن (ع) گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو رہے تھے تو جراح ابن سنان نے لگام پکڑ کر کہا کہ اپنے باپ کی طرح تم بھی کافر ہو گئے ہو یہ کہہ کر پوری طاقت سے آپ کی ران پر خنجر مارا جس کے صدمہ سے آپ زمین پر گر پڑے پھر ہمدان اور ربیعہ کے لوگوں نے آپ کو اٹھا کر قصرابیض میں پہنچایا۔ (دمعۃ ساکبہ ص 239)

آپ نے گورنر مدائن کے پاس پہنچ کر قصرابیض میں قیام فرمایا۔ (روضۃ الصفا جلد 3) تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین جلد 1 ص 27 میں ہے کہ امام حسن کی فوج میں بغاوت پھیل گئی فوجی آپ کے کیمپ پر

ٹوٹ پڑے۔آپ کا سب مال ومتاع لوٹ لیا،آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا۔ردا بھی دوش پر سے اتار لی مگر یہ ربیعہ اور ہمدان کے بعض بہادروں نے آپ کے بچا لیا اور بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر کے اور رشوتیں لے کر ارادہ کر لیا کہ آپ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں اور ان کے بعض رئیسوں نے خفیہ خط و کتابت کر کے معاویہ کی اطاعت قبول کر لی اور اسے لکھا کہ بہت جلد عراق چلے آیئے۔ہم ذمہ لیتے ہیں کہ امام حسن کو پکڑ کر آپ کے حوالے کریں گے۔الخ (حبیب السیر وابن اثیر)

بہرحال ان حالات میں جب حضرت امام حسن (ع) حضرت مختار کے چچا سعد بن مسعود ثقفی کے پاس جا کر ٹھہرے تو جیسا کہ علماء اور موثق مؤرخین کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے محب آل محمد حضرت مختار کو انتہائی تردد پیدا ہو گیا وہ یہ سوچنے لگے کہ ایسے حلات میں جب کہ امام حسن (ع) کے بڑے بڑے افسران نے یہ سازش کر رکھی تھی کہ انہیں گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دیں۔اور نتیجہ میں حضرت کا یہ حال ہو گیا کہ جان بچانی دو بھر ہوگئی اگر ہمدان اور ربیعہ کے چند بہادروں نے امداد نہ کی ہوتی تو آپ لازماً قتل ہو جاتے اور اگر قتل سے بچ جاتے تو معاویہ کے قید و بند میں ہوتے جس کا انجام آخری بھی قتل ہی ہوتا اب جب کہ یہ ہمارے چچا کے پاس آ گئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی سازش یہاں بھی رو بکا رہو جائے اور میرے مولا کو کوئی صدمہ پہنچ جائے۔حضرت مختار اسی اضطراب اور پریشانی میں گھبرائے پھر رہے تھے کہ یک بہ یک یہ خیال آیا کہ چلو،شریک اعور حارثی سے اس کے متعلق گفتگو کریں اور کوئی راستہ ان کے تحفظ کا بروئے کار لا میں شریک چونکہ شیعہ تھے اور ان کا عقلا روزگار میں شمار تھا۔حضرت مختار مشورہ طلبی کیلئے ان کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ اور ماجرا بیان کیا۔شریک چونکہ خود اپنے مقام پر حالات کی روشنی میں امام حسن (ع) کے متعلق کسی کی طرف سے مطمئن نہ تھے ان کو بجائے خود اسی قسم کا خدشہ اور اندیشہ تھا لہٰذا حضرت مختار کے تردد سے اور زیادہ متاثر ہو گئے۔بالاخر انہوں نے

سوچ بچار کے بعد حضرت مختار کو رائے دی کہ تم تنہائی میں حالات کا جائزہ لینے اور تصورات کا اندازہ لگانے کیلئے اپنے چچا سے ملو اور ان سے کہو کہ اس وقت معاویہ کی چل رہی ہے۔ ہوا کے رخ کا تقاضہ ہے کہ حضرت امام حسن (ع) کو (جو تمہارے قبضہ میں ہیں بے دست و پا یعنی بلا یار و مددگار ہونے کی وجہ سے یہاں سے نکل کر جا نہیں سکتے) معاویہ کے حوالے کر دیں اس سے آپ کو بے انتہا فائدہ پہنچ جائے گا اگر سعد کے خلافت امام حسن (ع) کی طرف سے اچھے اور پاکیزہ ہوں گے تو وہ تمہیں ڈانٹ دیں گے اور اگر ان کے خیالات و تصورات میں گندگی ہوگی تو تمہاری رائے پر غور کرنے لگیں گے اور مناسب سمجھیں گے تو تمہاری رائے کی تائید میں اظہار خیال کر دیں گے۔ شریک نے کہا کہ تم ان سے گفتگو کے بعد اپنی پہلی فرصت میں مجھ سے ملنا تا کہ ان کے خیالات کے مطابق اطمینان حاصل کیا جائے یا رد عمل سوچا جائے۔ شریک اعور کے مشورے کے مطابق حضرت مختار اپنے چچا سعد بن مسعود گورنر مدائن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سے تنہائی میں عرض پرداز ہوئے اور کہا کہ چچا موقع اچھا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت امام حسن (ع) کو معاویہ کے سپرد کر دیں یا انہیں قتل کر کے معاویہ کو آگاہ فرمادیں اس سے یہ ہوگا کہ معاویہ آپ کی گورنری میں وسعت دے گا اور اس کی نظر میں آپ کی عزت بڑھ جائے گی۔ مختار کی زبان سے یہ کچھ سن کر سعد بن مسعود برہم ہو گئے اور کہنے لگے کہ تجھ جیسے عقیدت مند سے ایسے خیالات تعجب خیز اور افسوسناک ہیں بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کے ہم فرزند رسول کو دشمن کے سپرد کر دیں۔ یہ سن کر حضرت مختار مطمئن ہو گئے اور انہوں نے شریک اعور سے واقعہ بیان کر دیا جس کی وجہ سے انہیں بھی اطمینان ہو گیا۔ (نور الابصار ص 9 طبع لکھنو) اس مقام پر مؤرخ محمد خداوند شاہ ہروی لکھتے ہیں کہ مختار نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے پوری بد نیتی کے ساتھ کہا کہ امام حسن (ع) کو گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دینا چاہیے الخ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 74 طبع لکھنو) یہی کچھ تنزیہ الانبیاء اور علل الشرائع میں بھی ہے۔ (دمعۃ ساکبہ ص 239) اس کا جواب محقق اجل علامہ عبدالجلیل رازی

نے اپنی کتاب نقض الفضائح میں یہ دیا ہے کہ مختار کی ذات وہ تھی جس کی طرف عہد طفولیت میں ہی حضرت امیر المومنین کی خصوصی نگاہ تھی آپ نے ان کو دعائیں دیں ہیں اور ان کی مدح وثنا فرمائی ہے اور ان کی امداد کا وعدہ فرمایا ہے۔ مختار نے امیر المومنین کے اس ارشاد کی تصدیق کی ہے کہ یہ ہزاروں دشمنان آل محمد کو قتل کرے گا اور اس خدمت کے صلہ میں وہ جنت کے مستحق بن گئے ہیں۔ پھر کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایسی ذات حضرات آئمہ طاہرین (ع) کی عظیم فرد حضرت امام حسن (ع) کے متعلق ایسی رائے قائم کرے جس پر عمل یقینا موجب جہنم ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب امام حسن (ع) سعد بن مسعود کے پاس قیام پذیر ہوئے تو مختار از صفائے عقیدہ ونور مودت بر حضرت امام حسن (ع) بترسید کہ مبادا عم جہت خاطر معاویہ آسیبی باو رساندا پنے صفائے باطن اور عقیدہ نیک اور اس نور کی وجہ سے جوان کے دل میں ال محمد کی طرف سے تھا یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے چچا معاویہ کی خاطر سے حضرت امام حسن (ع) کو کوئی صدمہ پہنچا دیں اسی بنا پردہ شریک اعور کے پاس گریاں وغمناک روتے پیٹتے پہنچے جو شیعہ اور فہیم زمانہ تھے ان سے مختار نے اندیشہ ظاہر کیا۔ شریک نے رائے دی کہ تم مخالف بن کران سے گفتگو کرو تا کہ ان کے دل کا راز معلوم ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کو محب ال رسول پا کر اطمینان حاصل کرلیا، مختار نے جو یہ ترکیب کی اس سے ان کی مذمت نہیں نکلتی بلکہ ان کی مدح کا پہلو روشن ہوتا ہے اور ان کے مواسات حسنی کی بے نظیر مثال قائم ہوتی ہے۔ (مجالس المومنین شہید ثالث ص 357) میرے خیال میں مختار کا یہ اندیشہ بے معنی نہ تھا کیونکہ معاویہ کی ایسی حرکتیں بہت شہرت پا چکی تھیں اور وہ ایسے سازشی کاموں میں طاق تھے۔ ان ہی نے حضرت مالک اشتر کو اسی طرح شہید کرایا تھا۔ حضرت علی (ع) کو درجہ شہادت پر پہنچایا تھا اور بالاخر اسی ترکیب سے امام حسن کو 50ء میں شہید کرادیا۔ (ملاحظہ ہو کتاب ذکر العباس، مروج الذہب مسعودی ص 303 جلد 2 مقاتل الطالبین ص 51 ابوالفداء جلد 1 ص 183، روضۃ الصفا جلد 3 ص 7، حبیب السیر جلد ۲، ۸۱، تاریخ

طبری ص 604 فارسی استیعاب جلد 1 ص 144)

آٹھوں باب

واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین (ع) کی زبان مبارک پر یوم عاشورا خروج مختار کا حوالہ

یہ مسلم ہے کہ واقعہ کربلا صرف تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا نادر اور عجیب وغریب واقعہ ہے ، دنیا میں یہی ایک واقعہ ایسا ہے جس سے عالم کی تمام چیزیں متاثر ہوئیں ۔ آسمان متاثر ہوا، زمین متاثر ہوئی شمس وقمر متاثر ہوئے حتی کہ خود خداوند عالم متاثر ہوا اس کا تاثر شفق کی سرخی ہے جو واقعہ کربلا کے بعد سے افق آسمانی پر ظاہر ہونے لگی ۔ (صواعق محرقہ) یہ وہ غم انگیز اور الم آفرین واقعہ ہے جس نے جاندار اور بے جان کو خون کے آنسو رلایا ہے اس واقعہ کا پس منظر رسول اور اولاد رسول کی دشمنی ہے ۔ بدر واحد ، خندق وخیبر میں قتل ہونے والے کفار کی اولاد نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر کے اپنے آباد واجداد کا بدلہ حضرت رسول کریم (ص) اور حضرت امیرالمومنین (ع) کی اولاد سے بدلہ لینے کے جذبات اسلامی کافروں کے دلوں میں عہد رسول ہی سے کروٹیں لے رہے تھے ۔ لیکن عدم اقتدار کی وجہ سے کچھ بن نہ آتی تھی ۔ رسول کے انتقال کے بعد جب ۳۸ ہجری میں امیرالمومنین برسراقتدار آئے تو ان لوگوں کو مقابلہ کا موقع ملا جو عنان حکومت کو دانتوں سے تھام کر جگہ پکڑ چکے تھے ، بالاخر وہ وقت آیا کہ یزید ابن معاویہ خلیفہ بن گیا ۔ حضرت علی (ع) اور حضرت امام حسن (ع) شہید کیے جا چکے تھے ۔

عہد یزید میں امام حسین (ع) سے بدلہ لینے کا موقع تھا۔ یزید نے خلافت منصوبہ پر قبضہ مخالفانہ کرنے کے بعد امام حسین (ع) کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حضرت امام حسین (ع) کربلا میں آ پہنچے یزید نے بروایت اسی ہزار فوج بھیجوا کر امام حسین (ع) کو اٹھارہ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب سمیت چند گھنٹوں میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت امام حسین (ع) 28 رجب 60 کو مدینہ سے روانہ ہو کر 10 محرم الحرام 61ھ کو رسول کریم (ص) کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ظالموں نے 7 محرم الحرام سے پانی بند کر دیا اور دسویں محرم کو نہایت بیدردی سے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ کتاب چودہ ستارے ص 176 میں ہے کہ اصحاب باوفا اور انصاران باصفا کی شہادت کے بعد آپ کے اعزہ واقربا یکے بعد دیگرے میدان کارزار میں آ کر شہید ہوئے۔ بروایت سماوی بنی ہاشم میں سب سے پہلے جس نے شرف شہادت حاصل کیا وہ عبداللہ ابن مسلم بن عقیل تھے۔ آپ حضرت علی (ع) کی بیٹی رقیہ بنت صہباء بنت عباد بن ربیعہ بن یحیٰی (ع) بن عبداللہ ابن علقمہ ثعلبیہ کے فرزند تھے آپ میدان میں تشریف لائے اور ایسا شیرانہ حملہ کیا کہ روباہوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ آپ نے تین حملے فرمائے اور 90 دشمنوں کو فی النار کیا۔ دوران جنگ میں عمر بن صبیح صیداوی نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا آپ نے فطرت کے تقاضے پر تیر پہنچنے سے پہلے اپنا ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھ لیا۔ آپ کا ہاتھ پیشانی سے اس طرح پیوست ہو گیا کہ پھر جدا نہ ہوا اس کے بعد اس نے دوسرا تیر مارا جو آپ کے دل پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ (نور العین ترجمہ ابصار العین) آپ کو خاک وخون میں غلطان دیکھ کر آپ کے بھائی محمد بن مسلم آگے بڑھے اور انہوں نے بھی زبردست جنگ کی۔ بالاخر ابو جرہم ازدی اور لقیط وابن ایاس جہمی نے اپ کو شہید کر دیا۔ (بحار الانوار ص 302 جلد 1) ان کے بعد جعفر بن عقیل ابن ابی طالب میدان میں تشریف لائے آپ نے پندرہ دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اتارا، اخر میں بشر بن خوط نے آپ کو شہید کر دیا۔ (کشف الغمہ ص 82) ان کے بعد جناب عبدالرحمان ابن عقیل میدان میں تشریف

لائے، آپ نے نہایت بے جگری سے جنگ کی۔ آخرکار دشمنوں نے گھیر لیا اور آپ عثمان بن خالد ملعون کی ضرب شدید سے راہی جنت ہوئے ان کے بعد عبداللہ اکبر بن عقیل میدان میں آئے اور زبردست مقاتلہ کے بعد عثمان بن خالد کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ابو مخنف کے کہنے کے مطابق عبداللہ اکبر کے بعد موسیٰ بن عقیل نے میدان لیا اور 70 آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے ان کے بعد عون بن عقیل اور علی بن عقیل درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کے بعد محمد بن سعید بن عقیل اور جعفر بن محمد بن عقیل یکے بعد دیگرے میدان میں تشریف لائے اور کارہائے نمایاں کر کے درجہ شہادت حاصل کیا ان کے بعد محمد بن عبداللہ بن جعفر میدان میں آئے اور دس دشمنوں کو قتل کر کے بدست عامر بن نہشل شہید ہوئے ان کے بعد عون بن عبداللہ بن جعفر میدان میں آئے اور 30 سوار 8 پیادوں کو قتل کرنے کے بعد عبداللہ ابن بطہ کے ہاتھوں شہید ہوئے آپ کے بعد جناب حسن مثنیٰ میدان میں تشریف لائے۔ آپ نے زبردست جنگ کی اور اس درجہ زخمی ہوگے کہ جانبر ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ بالآخر مقتولین میں ڈال دیئے گئے نتیجہ پر ان کا ایک رشتہ کا ماموں اسما بن خارجہ المکنی بہ ابی الحسان انہیں اٹھا کر لے گیا۔ اس کے بعد ناب قاسم بن الحسن میدان میں تشریف لائے اگرچہ آپ کی عمر ابھی نابالغی کی حد سے متجاوز نہ ہوئی تھی لیکن آپ نے ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ آپ کے مقابلہ میں ازرق شامی آیا آپ نے اسے پچھاڑ دیا اس کے بعد چاروں طرف سے حملے شروع ہوگئے آپ نے اس عظیم کارزار میں 70 دشمنوں کو قتل کیا۔ آخرکار عمر بن معد بن عروہ ابن نفیل ازدی کی تیغ سے شہید ہوئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ کا جسم مبارک زندگی ہی میں پامال سم اسپاں ہوگیا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن حسن میدان میں تشریف لائے اور زبردست جنگ کی آپ نے 14 دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ آپ کو ہانی بن شبیث خضرمی نے شہید کیا ان کے بعد ابوبکر ابن حسن میدان میں آئے۔ آپ نے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کردیا۔ آپ 80 دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوگئے۔ آپ کو بقول علامہ سماوی عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا۔ ان کے بعد

احمد بن حسن میدان میں آئے۔ اگرچہ آپ کی عمر 18 سال سے کم تھی لیکن آپ نے یادگار جنگ کی اور 60 سواروں کو قتل کر کے آپ نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ ان کے بعد عبداللہ اصغر میدان میں آئے۔ آپ حضرت علی (ع) کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تمیمی تھیں۔ آپ نے زبردست جنگ کی۔ اور درجہ شہادت حاصل کیا۔ آپ نے زبردست جنگ کی اور درجہ شہادت حاصل کیا۔ آپ 21 دشمنوں کو قتل کر کے بدست عبداللہ ابن عقبہ غنوی شہید ہوئے۔ بعض اقوال کی بنا پر ان کے بعد عمر بن علی میدان میں آئے اور شہید ہوئے۔ طبری کا بیان ہے کہ یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ عبداللہ اصغر کے بعد عبداللہ ابن علی میدان میں تشریف لائے۔ یہ حضرت عباس (ع) کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی عمر بوقت شہادت 25 سال تھی۔ آپ کو ہانی بن ثبیت خضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے دوسرے حقیقی بھائی عثمان بن علی میدان میں آئے۔ آپنے رجز پڑھی اور زبردست جنگ کی دوران قتال میں خولی بن یزید اصحی نے پیشانی مبارک پر ایک تیر مارا جس کی وجہ سے آپ زمین پر آرہے۔ پھر ایک شخص نے جو قبیلہ ابان بن وارم کا تھا آپ کا سر کاٹ لیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 23 سال تھی۔ ان کے بعد حصرت عباس کے تیسرے حقیقی بھائی میدان میں تشریف لائے اور بقول ابوالفرج بدست خولی ابن یزید اور بروایت ابی مخنف بضرب ہانی بن ثبیت خضرمی شہید ہوئے شہادت کے وقت آپ کی عمر 21 سال تھی۔ ان کے بعد فضل بن عباس بن علی میدان میں تشریف لائے اور مشغول کارزار ہوئے آپ نے 250 دشمنوں کو قتل کیا بالاخر چاروں طرف سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کے بعد حضرت عباس (ع) کے دوسرے بیٹے قاسم بن عباس میدان میں تشریف لائے آپ کی عمر بقول امام اسفرائنی 19 سال کی تھی۔ آپ نے 800 دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا، اس کے بعد امام حسین (ع) کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی مانگا پانی نہ ملنے پر آپ پھر واپس گئے اور 20 سواروں کو قتل کر کے شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت عباس علمدار نے درجہ شہادت حاصل کیا

۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ذکرالعباس مؤلفہ حقیر) پھر حضرت علی اکبر(ع) نے درجہ شہادت حاصل کیا آخر میں حضرت علی اصغر امام حسین (ع) کے ہاتھوں پر شہید ہوئے۔ جملہ اصحاب واعزاواقرباء کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین (ع) نے اپنی قربانی راہ اسلام میں پیش فرمادی، آپ کی شہادت کے بعد آپ کے اہل حرم کے خیموں میں آگ لگادی گئی پھر وہ گرفتار کر کے دربار کوفہ میں پہنچائے گئے وہاں سے شام بھیج دیئے گئے۔ایک سال قید شام میں گزارنے کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوئے۔اسی واقعہ کو واقعہ کربلا کہتے ہیں جس کے تفصیلات ملاحظہ کرنے سے انسان کا دل گریہ کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ یہ واقعہ 10 محرم الحرام 61ھ وقوع پذیر ہوا،اسی 10 محرم 61ھ کی صبح کو حضرت امام حسین (ع) نے بروایت میدان میں نکل کر دشمنوں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں یہاں سے ہند یا کسی اور طرف چلا جاؤں۔مگرانہوں نے ایک نہ سنی، پھر آپ نے فرمایا مجھے یا بتاؤ کہ مجھے کس جرم کی بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو۔انہوں نے جواب دیا۔نقتلک بغضا لابیک۔ ہم تمہیں تمہارے باپ کی دشمنی میں قتل کرنا چاہتے ہیں۔(ینابیع المودۃ ص246) پھر آپ نے قرآن مجید کو حکم قرار دیا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔

(ناسخ التواریخ جلد 6 ص 250) علامہ کنتوری تحریر فرماتے ہیں کہ پھر حضرت امام حسین (ع) نے ایک نہایت فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا جس کے چند فقرات یہ ہیں۔الاثم لاتلبسون بعدھا الاکریث مایرکب الفراس۔اے گروہ کوفہ وشام آگاہ ہوجاؤ کہ تم ان بدعتوں کے بعد جو مجھ پر کررہے ہو دنیا میں بس اتنی ہی دیر رہو گے جتنی دیر انسان گھوڑے پر سوار رہتا ہے یعنی بہت جلد تباہ ہوجاؤ گے۔وہ دن دور نہیں کہ تمہارے سروں کو آسمان کی گردش اسی طرح پیس دے گی جس طرح چکی میں دانہ پستا ہے۔ (دیکھو میرا یہ کہنا وہ ہے جو میرے باپ دادا نے مجھ سے بتایا ہے۔اب میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اپنی ساری قوت وطاقت بہم پہنچالو۔اور جس قدر ظلم کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔میں نے خدا پر بھروسہ کیا ہے۔جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔اسی کے دست قدرت میں تمام جانداروں کی پیشانیاں ہیں۔میرا پروردگار

صراط مستقیم پر ہے، دیکھو اب میں تمہارے کردار سے مایوس ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا ہوں۔ اللّٰھُمَّ احبس عنھم قطر السماء وابعث علیھم منین کسنی یوسف خدیا ان سے باران رحمت روک دے اور ان پر سات سال اسی طرح قحط ڈال دے۔ جس طرح عہد یوسف میں مصر میں پڑا تھا۔ حضرت کی مراد یہ تھی کہ آدمی کو آدمی کھا جائے اور سب ہلاک ہو جائیں۔ وسلط علیھم غلام ثقیف یسقیھم کاماً۔ مبصرہ اور ان اشقیا پر اس شخص کو مسلط کر دے جو دلیر اور جوان ہے اور مختار ثقفی کے نام سے مشہور ہے۔ وہی ان کو کاسہائے مرگ تلخ اور ناگوار پلائے۔ ولا یدع فیھم احدا الا قتلة بقتلة وضربة بضربة۔ اور اس مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو ان پر ایسا مسلط کر دے کہ وہ ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے جس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ اس کو وہ قتل کرے اور جس شقی نے ان میں سے کسی کو چوٹ کا آزار دیا ہے یعنی تازیانہ یا طمانچہ لگایا ہے۔ اس کو اسی طریقے کی سزا دے۔ ینتقم لی ولاولیائی واھلبیتی واشیاعی منھم یہ سب باتیں مختار اس غرض سے کرے کہ میرا اور میرے دوستوں کا اور میرے اہل بیت (ع) ور میرے پیرو مومنین پر جو ظلم ان اشقیا نے کیے ہیں۔ اس کا انتقام لے فانھم غرونا وکذبونا وخذلونا وانت ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔ خدایا ان مکاروں نے ہم کو فریب دیا اور یہ ہم سے جھوٹ بولے ہماری تکذیب کی، ہم کو چھوڑ دیا۔ ہماری نصرت سے کنارہ کشی اختیار کی ہمارے حقوق کا انکار کیا۔ خدایا اب یہ تیرے عذاب کے مستحق ہیں۔ خدایا ہم تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ تیری طرف ہمارا رجوع قلب ہے اور تیری ہی جانب ہماری بازگشت ہے۔ پھر فرمایا عمر بن سعد کدھر ہے اسے بلاؤ وہ بلایا گیا مگر آنے سے وہ کترا رہا تھا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا اے عمر بن سعد تو مجھے قتل کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مجھے قتل کر کے یزید ملعون سے جائزہ اور ملک رے و جرجان کی حکومت حاصل کرے گا۔ اے عمر خدا کی قسم تیری حسرت دل میں ہی رہے گی اور تیرا یہ خوابِ حکومت ہرگز شرمندہ تعبیر نہ ہوگا اچھا اب تو ہمارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہے کر لے یاد رکھ کہ مجھے قتل کر کے تو دنیا و آخرت میں خوش نہ ہو سکے گا، تو میری یہ بات کان دھر کر سن لے کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں

کہ تیرا سر کوفہ میں ایک نیزہ پر بلند ہے، اور بچے اس پر پتھر مار رہے ہیں اور اس پر نشانہ لگا رہے ہیں۔ یہ سن کر عمر بن سعد سخت غیظ وغضب میں آ گیا۔ ثم انضرف بوجھہ عنہ، پھر آپ کی طرف سے منہ پھیر کر چل دیا۔ ونادی باصحابہ ماتنتظرون بہ اور اس نے اپنوں کو للکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر ان پر حملہ کر دو، یہ لوگ تمہارے ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ (مائتین فی مقتل الحسین من کتب الفریقین جلد 1 ص 344۔ باب 43 طبع لکھنو وجلاء العیون علامہ مجلسی ص 203 طبع ایران) علامہ سید محسن الامین العاملی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین (ع) نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے عمر سعد خدا تم لوگوں پر غلام ثقیف، مختار ابن ابی عبیدہ کو مسلط کرے اور خدا تم لوگوں کی نسل منقطع فرمائے اور تم پر ایسے شخص (مختار) کو مسلط کرے جو خصوصیت کے ساتھ تجھے گھر میں بستر پر قتل کر دے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے خدا انہیں گن گن کر موت کے گھاٹ اتار، اور انہیں اس طرح قتل فرما کہ یہ چھٹکارہ نہ پاسکیں۔

اور کسی ایک کو بھی فنا کیے بغیر نہ چھوڑ۔ (اصدق الاخبار فی الاخذ مالثار ص 3 طبع دمشق 354ھ) حضرت آقائے دربندی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام حسین (ع) نے کربلا میں کئی مرتبہ غلام ثقفی کے تسلط کا ذکر فرمایا ہے۔ اور خداوند عالم سے دعا فرمائی ہے کہ ان پر غلام ثقفی مختار ابن ابی عبیدہ کو مسلط فرما۔ یہاں تک لکھنے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کے تسلط کی دعا صرف حضرت امام حسین (ع) ہی نے نہیں کی۔ بل ھذا الدعا قد صدر عن جمیع اصحاب الکساء صلوات اللہ علیھم اجمعین فی مواضع کثیرہ۔ بلکہ یہ دعا پنجتن پاک نے مختلف مواقع پر فرمائی ہے اور اصحاب کساء کے تمام افراد نے موقع موقع سے حضرت مختار کے خروج اور ان کے بدلہ لینے کا ذکر فرمایا ہے۔ (اسرار الشہادت ص 57 طبع ایران 1284ھ) میں کہتا ہوں کہ امام حسین (ع) بلکہ پنج تن پاک کی دعا مختار کے حق میں رائیگاں جا نہیں سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مختار عذاب الٰہی بن کر ابھرے اور انہوں نے بڑے بڑے سرکشوں کا

بھٹہ بٹھادیا اور اس طرح واقعہ کربلا کا بدلہ لیا کہ دنیا آج تک حیران ہے کیا خوب محترم سید شبیہ الحسنین صاحب امروہوی نے کہا ہے۔ نام سے اس کے لرزتے تھے جفا کے پیکر خولی وشمر وانس ابن نمیر خودسر ابن مرجانہ کی سطوت پہ لگائی ٹھوکر پسر سعد تھا اور خاک مذلت سر پر نام کو قاتل شبیر نہ چھوڑا اس نے کون سا تھا بت سرکش کہ نہ توڑا اس نے کربلا میں کیے شبیر پہ جو جور وستم اس کی پاداش بھگتنے لگا اک اک ظلم نگ لا کر رہی مظلومی سلطان امم سر پہ ہر ایک کے مختار کی تھی تیغ ودوم قہر قہار نے گھیرا تھا ستمگاروں کو لاشوں سے پاٹ دیا کوفہ کے بازاروں کو

نواں باب

حضرت مسلم (ع) کی کوفہ میں رسیدگی وشہادت اور حضرت مختار کی مواسات وہمدردی اور گرفتاری

علماء کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین (ع) 28 رجب 60ھ کو منگل کے دن مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کیلئے روانہ ہوئے۔ ابن حجر کا کہنا ہے کہ فقر جملۃ خوفا علی تقبہ۔ امام حسین (ع) خوف جان سے مکہ کو تشریف لے گئے۔ (صواعق محرقہ ص 117) آپ کے ہمراہ مخدرات عصمت وطہارت اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ البتہ آپ کی ایک صاجزادی کا نام فاطمہ صغریٰ تھا اور جن کی عمر اس وقت سات سال تھی بوجہ علالت شدید ہمراہ نہ جاسکیں۔ امام حسین نے آپ کی تیمارداری کیلئے حضرت عباس کی والدہ جناب امام البنین کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور کچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کردیا تھا۔ مدینہ سے روانہ ہوکر آپ 3 شعبان 60ھ کو جمعہ کے دن مکہ معظّمہ پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی والی مکہ سعید ابن عاص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اور وہاں سے یزید کو مکہ کے تمام حالات سے باخبر کیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ امام حسین (ع) کی طرف لوگوں کا رجحان بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے والی مکہ کا خط پاتے ہی یزید نے عین مکہ میں قتل حسین (ع) کا منصوبہ تیار کیا۔ امام حسین (ع) مکہ معظّمہ میں چار ماہ شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ مقیم رہے یزید جو ہرصورت امام حسین (ع) کو قتل کرنا چاہتا تھا اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسین (ع) اگر مدینہ سے بچ کر نکل آئے ہیں تو

مکہ میں قتل ہو جائیں اور اگر مکہ سے بچ نکلیں تو کوفہ پہنچ کر شہادت پا جائیں یہ انتظام کیا کہ کوفہ سے بارہ ہزار خطوط دوران قیام مکہ میں بھجوانے کیونکہ دشمنوں کو یہ یقین تھا۔ کہ حسین (ع) کوفہ میں آسانی کے ساتھ قتل کیے جاسکیں گے۔ نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کا سوال ہے اور نہ عقیدت کا یہ فوجی لوگ ہیں ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شہادت حسین (ع) سے قبل جتنے افسر بھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسین (ع) کو گرفتار کر کے کوفے لے جائیں۔ (کشف الغمہ ص 68) اور ایک عظیم لشکر مکہ میں شہید کیے جانے کیلئے روانہ کیا اور تیس خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور سے بھجوایا جس کا قائد عمر بن سعد تھا (ناسخ التواریخ جل 6 ص 210 منتخب طریحی، خلاصۃ المصائب ص 150، ذکر العباس ص 22) عبدالمجید خان ایڈیٹر مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ وہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایام حج میں تین سو شامیوں کو بھیج دیا گیا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہو جائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسین (ع) کو پائیں قتل کر ڈالیں۔ (شہید اعظم ص 71) خطوط جو کوفے سے آئے تھے۔ انہیں شرعی رنگ دیا گیا تھا اور ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسین (ع) متعارف تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط من کل طائفۃ و جماعۃ۔ ہر طائفہ اور جماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (سر الشہادتین ص 27) علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہل کوفہ تھے۔ (صواعق محرقہ ص 117) ابن جریر کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دو کے علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا۔ (تاریخ طبری ص 245) حضرت امام حسین (ع) نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآمد ہونے کیلئے تفحص حالات کی خاطر جناب مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔ حضرت مسلم بن عقیل حکم امام (ع) پاتے ہی رو براہ سفر ہو گئے۔ شہر سے باہر نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک صیاد نے ایک آہو شکار کیا اور اسے چھری سے ذبح کیا، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس واقعہ کو امام حسین (ع) سے بیان کر دوں تو بہتر ہوگا۔ امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتایا۔ آپ

نے دعائے کامیابی دی اور روانگی میں عجلت کی طرف اشارہ کیا، جناب مسلم حضرت امام حسین (ع) کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دے کر با چشم گریاں مکہ سے روانہ ہو گئے۔ مسلم ابن عقیل کے دو بیٹے تھے محمد اور ابراہیم ایک کی عمر 7 سال اور دوسرے کی عمر 8 سال تھی۔ یہ دونوں بیٹے بروایت مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت مسلم مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر روضہ رسول (ص) میں نماز ادا کی اور زیارت وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے اپنے گھر وارد ہوئے۔ رات گزری صبح کے وقت بچوں کو لے کر دو راہبر سمیت جنگل کے راستے سے کوفہ کیلئے روانہ ہوئے۔ راستے میں شدت عطش کی وجہ سے دونوں راہبر انتقال کر گئے۔ آپ بہزار وقت کوفہ پہنچے اور وہاں جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مختار نے انہیں اپنے مکان میں بڑی خوشی کے ساتھ ٹھہرایا اور ان کی پوری خدمت کی۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 74 و اعثم کوفی ص 356 و ابصار العین ص 62) اور جب بیعت کا سوال ہوا تو آپ نے حضرت مسلم کی سب سے پہلے بیعت کی اور کہا اے مسلم خدا کی قسم اگر امام حسین (ع) کی خدمت کا موقع مل جائے تو ان کی حمایت میں اس درجہ لڑنے کا حوصلہ رکھتا ہوں کہ تلوار کے گھاٹ اتر جاؤں۔ (روضۃ المجاہدین ص 5 ذوب النضار ص 406) مختار کی بیعت کے بعد 18 ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ پھر بیعت کنندگان کی تعداد 30 ہزار تک ہو گئی۔ اسی دوران میں یزید نے ابن زیاد کو بصرہ ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ کوفہ میں امام حسین (ع) کا ایک بھائی مسلم نامی پہنچ گیا ہے تو جلد از جلد وہاں پہنچ کر نعمان بن بشیر سے حکومت کوفہ کا چارج لے لے۔ اور مسلم بن عقیل کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ حکم یزید پاتے ہی ابن زیاد اپنی پہلی فرصت میں کوفہ پہنچ گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کو جب ابن زیاد کی رسیدگی کوفہ کی اطلاع ملی تو آپ خانہ مختار سے منتقل ہو کر ہانی بن عروہ کے مکان میں چلے گئے۔ ابن زیادہ نے معقل نامی ایک غلام کے ذریعہ سے حضرت مسلم کی صحیح فرودگاہ کا پتہ لگا لیا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل ہانی کے مکان میں ہیں تو حضرت ہانی کو بلوایا بھیجا اور پوچھا کہ تم نے مسلم بن

عقیل کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور وہ تمہارے گھر میں قیام پذیر ہیں۔ حضرت ہانی نے پہلے تو انکار کیا لیکن جب معقل جاسوس سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا اے امیر بات دراصل یہ ہے کہ ہم مسلم کو اپنے گھر بلا کر نہیں لائے۔ بلکہ وہ خود آ گئے ہیں ابن زیاد نے کہا کہ خیر جو صورت بھی ہو تم مسلم کو ہمارے حوالے کر دو جناب ہانی نے جواب دیا کہ یہ بالکل ناممکن ہے ہم اپنے مہمان عزیز کو ہرگز کسی کے حوالے نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو قید کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ہانی بن عروہ قید کر دیئے گئے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ مسلم بن عقیل کو حاضر کر دو۔ ورنہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے چنانچہ ہانی نے فرمایا کہ میں ہر مصیبت برداشت کروں گا لیکن مہمان تمہارے سپرد ہرگز نہ کروں گا۔ مختصر یہ کہ جناب ہانی جن کی عمر نوے سال کی تھی، کو کھمبے میں بندھوا کر پانچ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا۔ اس صدمہ عظیم سے جناب ہانی بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا سر مبارک کاٹ کر دار پر لٹکا دیا گیا۔ مؤرخ اعثم کوفی تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے سنا کہ امیر المومنین حسین (ع) مکہ میں تشریف لائے ہیں۔ تو ان کے دوستوں میں سے کچھ لوگوں نیسلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں بیٹھ کر جلسہ کیا سلیمان نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان کر کے رسول خدا (ص) پر درود بھیجا۔ پھر حضرت علی (ع) کے کچھ مناقب بیان کیے اور دعائے خیر کے بعد کہا۔ اے لوگو تم نے معاویہ کے مرنے کی خبر سن لی اور جان لیا ہے کہ اس کی جگہ یزید نے لے لی ہے اور جاہل لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کی ہے۔ امام حسین (ع) نے اس کی بیعت سے انکار کیا ہے انہوں نے آل ابی سفیان کی فرمانبرداری منظور نہیں فرمائی۔ اب مکہ میں تشریف لائے ہیں۔ تم ان کے ہوا خواہ ہو اور اب سے پہلے ان کے باپ کے دوستدار تھے۔ آج امام حسین (ع) کو تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔ اگر تم مددگار رہو اور ساتھ دو اور کچھ پس و پیش نہ ہو۔ تو ان کے نام خطوط روانہ کر کے اپنے ارادوں سے آگاہی دو۔ اور اگر تم جانتے ہو کہ تم کو کاہلی اور سستی اور دل برداشتگی پیدا ہوگی۔ اپنے اقراروں کو پورا نہ کر سکو گے تو خاموش ہو رہو۔

کیونکہ ابھی اس مہم کا آغاز ہی ہے۔آنحضرت کو اپنے وعدوں اور امداد کا بھروسہ نہ دلاؤ ان سب لوگوں نے برضا و رغبت جوابد یا کہ ہم نے تمہارا کہنا سنا اور منظور کرلیا، ہاں ہم آنحضرت کی مدد کریں گے ان کی رضا مندی میں اگر ہماری جانیں بھی جاتی رہیں گی تو کچھ پرواہ کی بات نہیں سلیمان نے ان سے اس معاملہ کی نسبت مستحکم اقرار اور وعدے لیے اور حجت قائم کی کہ بے وفائی نہ کرنا اپنے قول سے نہ پھرنا جواب دیا کہ ہم بالکل ثابت قدم رہیں گے، امام حسین (ع) کی خوشنودی کیلئے اپنی جانیں تک دیں گے۔اب سلیمان نے ان سے کہا کہ تم سب لوگ امام حسین (ع) کے نام ایک ایک خط بھیج کر اپنے دلی ارادے اور اعتقاد سے مطلع کرو اور درخواست کرو کہ آپ یہاں آجائیں۔انہوں نے کہا کہ تمہارا ہی کہنا کافی ہے۔اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر ہم سب کے ارادوں سے انہیں مطلع کردو۔سلیمان (ع) نے کہا کہ بہتر ہے کہ تم سب علیحدہ علیحدہ ایک ایک خط لکھ کر روانہ کرو غرضیکہ سب نے اس مضمون کا ایک ایک خط لکھا۔بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسین بن علی امیر المومنین کے نام سلیمان بن صرد، مسیب بن نخبہ ،حبیب ابن مظاہر، رفاعہ بن شداد، عبداللہ ابن وال اور باقی اور تمام ہمدردان اور اسلام کی خیراہوں کی طرف سے لکھا جاتا ہے۔کہ ہم سب ٹھیک ہیں اور آپ (ع) کے باپ کے مکار دشمن کی موت سے خوش ہیں۔اور شکر الٰہی بجالاتے ہیں کہ اس کو ہلاک کر دیا۔جن حیلوں ،فریبوں اور مکاریوں سے اس نے خلافت پر قبضہ کیا تھا۔ان بُری خصلتوں اور مذموم حالات کی تشریح نہیں ہوسکتی وہ مسلمانوں کی رضا مندی کے بغیر ان کے سروں پر حکومت کرتا تھا۔اُمت کے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کراتا اور بدترین اشخاص کو زندہ رکھتا تھا۔انجام کار اللہ جل شانہ نے ظالموں میں تفرقہ ڈال دیا۔خدا کا شکر ہے کہ وہ دنیا سے اٹھ گیا۔اب سنا جاتا ہے کہ اس کا لعین بیٹا اس کی جگہ پر بیٹھ گیا ہے ہم اسکی خلافت اور امارت سے رضا مند نہیں اور نہ کبھی پسند کریں گے۔ہم پہلے آپ (ع) کے باپ کو ہوا خواہ اور دوست تھے۔اب آپ کے مددگار اور معاون ہیں۔ان خطوط کے مضمون سے مطلع ہوتے ہی حضور سعادت و برکت کے

ساتھ تشریف لائیں۔ ہمارے پاس خوشی اور خرمی کے ساتھ آئیں۔ ہمارے سردار بنیں، آپ ہمارے حاکم اور خلیفہ ہوں گے آج ہمارا نہ کوئی امیر ہے نہ پیشوا۔ جس کے پیچھے ہم نماز جمعہ اور دوسری نمازیں ادا کریں نعمان بن بشیر یزید کی طرف سے یہاں پر موجود ہے مگر اسے کوئی عزت یا درجہ یہاں پر حاصل نہیں ہے۔ دن رات محل امارت میں پڑا رہتا ہے۔ نہ اسے کوئی خراج دیتا ہے۔ نہ اس کے پاس جاتا ہے اگر وہ کسی کو طلب کرتا ہے تو کوئی اس کا کہنا نہیں مانتا، بلکہ بالکل بے وقعت امیر ہے اگر آپ ہماری درخواست قبول فرما کر تشریف لے آئیں گے۔ تو ہم اسے یہاں سے نکال دیں گے۔ بخیر و عافیت آپ کے تشریف لاتے ہی لشکر فراہم کر دیں گے۔ اچھی خاصی قوت بہم پہنچ جائے گی۔ پھر شام جا کر بدخواہ دشمن کو دور کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ خدا ہماری کاموں کو آپ کے وسیلہ سے درست کر دے گا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر خط لپیٹ کر اور مہر لگا کر دو شخصوں عبداللہ ابن سلیع اور عبداللہ ابن سمع سکری کے حوالے کر دیئے کہ امیرالمومنین حسین (ع) کی خدمت میں پہنچا دیں، انہوں نے مکہ پہنچ کر وہ خط حوالے ا کر دیئے۔ امام حسین (ع) انہیں پڑھ کر اور حال دریافت کر کے خاموش ہو رہے۔ قاصدوں سے کچھ نہ فرمایا نہ خطوط کا جواب لکھا صرف ان کو خوش کر کے واپس بھیج دیا۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر تمام حال عرض کیا۔ اب کوفہ کے بڑے بڑے سردار قیس بن مہتر صدوانی وعبداللہ ابن عبد، الرحمن رجی و عامز بن وال تمیمی وغیرہ ڈیڑھ سو سے زیادہ مشہور و معروف اشخاص بجانب مکہ روانہ ہوئے اور امیرالمومنین حسین (ع) کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک نے کئی کئی خط رئیسان کوفہ کی طرف سے پیش کیے جن میں آپ کے بلانے کی درخواستیں شامل تھیں اور زبانی بھی کہا کہ آپ تشریف لے جائیں بلکہ ہمارے ہمراہ چلیں۔ امام حسین (ع) نے کوفہ جانے میں تامل فرمایا اور انہیں بھی کچھ جواب نہ دیا۔ اب دو قاصد اور آئے اور کوفیوں کے خط لائے یہ آخری خط تھے جن میں امام کو بلایا تھا اور ہانی بن ہانی، سعد بن عبداللہ جعفی نے اس مضمون کے خطوط لکھے کہ امیرالمومنین علی (ع) کے

دوستوں کی طرف سے امیر المومنین حسین (ع) کو معلوم ہو کہ تمام کوفہ والے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ سب کے سب آپ کی خلافت اور امارت پر متفق ہیں۔ اب ذرا بھی تامل نہ کرنا چاہیے بہت جلدی تشریف لائے یہاں پہنچے کا یہی وقت ہے صحرا سرسبز ہیں میوے پک رہے ہیں۔ دیہات میں چارہ بکثرت ہے۔ فی الفور آنا چاہیے کسی قسم کا پس و پیش نہ ہونا چاہیے جس وقت آپ کوفہ میں داخل ہوجائیں گے۔ وہ تمام فوجیں جو آپ کے لیے فراہم کی گئی ہیں آپ کے پاس حاضر ہوجائیں گی اور خدمت گزاری اور جان نثاری کیلئے کمر بستہ ہوں گی۔ والسلام امام حسین (ع) نے ہانی اور سعید سے پوچھا کہ یہ خط کن شخصوں نے لکھے ہیں انہوں نے کہا: "اے رسول اللہ (ص)" کے فرزند شبث بن ربعی، محار بن حجر، یزید ابن حارث، یزید بن برم، عروہ بن قیس عمر بن حجاج، عمر بن عمیرہ نے متفق ہو کر یہ خطوط لکھے ہیں۔ اب امام نے اٹھ کر وضو کیا اور رکن و مقام کے نیچے نماز ادا کی پھر نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی اور اس معاملہ کے خاتمہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی۔ اس کے بعد کوفیوں کے خطوط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی (ع) کی طرف مومنین کی جماعت کو واضح ہو کہ ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ نے حاضر ہو کر تمہارے خط پیش کیے احوال مندرجہ معلوم ہوئے، تمہارے مطلب اور مدعا میں ذرا کمی نہ کی جائے گی اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب (ع) کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ تمام حالات اور تمہارے بیانات کی سچائی کا اندازہ کر کے مجھے اطلاع دیں۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچیں۔ اپنے حالات سے انہیں باخبر کرو۔ اگر تم اسی اقرار اور عہد پر قائم ہو جس کا ذکر خطوط میں درج ہے تو ان کی بیعت کرلو۔ ہر طرح سے ان کی مدد کرو، ان کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہو۔ وہ امام جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہے اور صاحب علم و انصاف ہے اس امام سے جو ظالم اور فاسق ہے، بہتر ہے اللہ تمہیں اور ہمیں راہ راست اور پرہیزگاری کی توفیق عطا کرے۔ وانہ سمیع الدعا والقادر علی مایشاء والسلام علیکم۔ پھر خط کو تمام کر کے بند کر دیا۔ پھر مہر لگا کر مسلم بن عقیل کے حوالہ فرمایا اور کہا کہ میں تمہیں کوفہ بھیجتا

ہوں وہاں جا کر دریافت کرنا کہ ان لوگوں کی زبانیں اپنی ان تحریروں کے مطابق ہیں یا نہیں وہاں پہنچنے کے بعد ایسے شخص کے گھر اترنا جو سب سے زیادہ اعتماد کے قابل اور ہماری دوستی میں پورا ثابت قدم معلوم ہو۔ وہاں کے باشندوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری کی ہدایت کرنا ان کے دلوں کو آل ابوسفیان کی طرف سے پھیر دینا۔ اگر یہ بات معلوم ہو کہ ان کے اقرار سچے ہیں، اور جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں اس کو پورا کریں گے تو مجھے لکھ بھیجنا اور جو امور مشاہدے سے گذریں۔ انہیں مفصل درج کر دینا، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں اور مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد آپس میں بغل گیر ہو کر ملے اور روتے ہوئے ایک نے دوسرے کو رخصت کر دیا مسلم نے کوفہ کا راستہ لیا پوشیدہ سفر کیا کہ بنی امیہ میں سے کسی کو اس حال کی خبر نہ ہو جائے۔ مبادا یزید کو خط لکھ کر تمام حالات سے مطلع کر دے جس وقت مسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد رسول میں آ کر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ آدھی رات کے وقت اپنے عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہو کر سفر کوفہ اختیار کیا اور قیس بن غیلان کے قبیلہ کے دو رہبر ساتھ لیے کہ غیر معروف راستے سے کوفہ میں پہنچا دیں۔ کچھ دور چل کر دونوں راہبر راستہ بھول گئے ۔اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پہنچے جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ انجام کار دونوں راہبر پیاس کی شدت سے مر گئے۔ اب مسلم بہت ہراساں ہو کر ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہ پایا۔ آخر کار ایک گاؤں مضیق نام میں پہنچ کر پانی پیا۔ ساتھیوں اور مویشیوں اور گھوڑوں کو بھی پانی دیا، پھر کچھ دیر آرام کر کے امام حسین (ع) کے نام خط لکھا اور تمام کیفیت درج کر کے یہ بھی تحریر کیا کہ مجھے یہ سفر مبارک نہیں ہوا فال بد معلوم ہوتی ہے آپ مجھے اس سفر سے معاف رکھیں تو بہتر ہے۔ والسلام جس وقت مسلم کا یہ خط امام حسین (ع) کے پاس پہنچا آپ نے احوال سے واقفیت کے بعد یہ جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی امیر المومنین کی طرف سے مسلم بن عقیل کو معلوم ہو کہ تمہارا خط آیا

مضمون معلوم ہوا یہ لکھنا کہ مجھے اس سفر سے معاف رکھو، بڑے تعجب کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ سستی اور شکستہ دلی کی وجہ سے یہ خط لکھا گیا ہے۔ تم اپنے دل کو مضبوط رکھو کسی امر کا خوف نہ کرو اور جس کام کا حکم ہے اسے انجام دو۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مسلم نے امام حسین (ع) کا یہ خط پڑھ کر کہا کہ امیر المومنین نے تجھ پر یہ الزام قائم کیا ہے جس کا تجھے خیال تک نہیں مجھے کاہل اور شکستہ دل قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ مجھے کس وقت اور کس جگہ ایسا پایا پھر وہاں سے سمت کوفہ روانہ ہوئے اثناء راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک ہرن کا شکار کیا ہے اور اسے گرا کر ذبح کرتا ہے مسلم نے اس مشاہدہ سے اچھی فال لی کہ انشاء اللہ ہم بھی اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے پھر داخل کوفہ ہو کر مسلم بن مسیب کے گھر میں قیام کیا۔ یہ مکان مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا بنایا ہوا تھا امیر المومنین علی (ع) کے دوست مطلع ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسلم نے امام حسین (ع) کا خط پڑھ کر سنایا۔ جب انہوں نے امام حسین (ع) کا خط اور علی کا نام سنا خوب زور سے روئے اور واشوقاہ کے الفاظ اپنے زبان سے ادا کیے پھر ایک ہمدانی شخص عابد بن ابی سلیب نے مسلم کے پاس آ کر کہا کہ میں اور لوگوں کے دلوں اور بھروسہ سے بے خبر ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ میرا دل اور میری جان فرزند رسول کی دوستی کیلئے وقف ہیں۔ خدا کی قسم یہی بات ہے میں تمہارے آگے کھڑے ہو کر شمشیر زنی کروں گا اور تمہارے دشمنوں کو ماردوں گا یہاں تک کہ میری تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور صرف قبضہ ہی قبضہ ہاتھ میں رہ جائے اور اس خدمت گزاری اور دوستی سے صرف خوشنودی خدائے تعالیٰ مطلوب ہوگی پھر حبیب بن مظاہر اسدی نے اٹھ کر کہا کہ خدا کی قسم میں بھی تمہاری دوستی میں ایسا ہی نکلوں گا جیسا عابس نے بیان کیا ہے اب لوگوں کی ٹولیاں آنی شروع ہوگئی۔ اور سب اسی قسم کی گفتگو کرتے تھے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی نسبت بڑے بڑے دعوے رکھتے تھے۔ مسلم کیلئے ہر شخص طرح طرح کے تحفے پیش کرتا تھا مگر آپ نے کسی کا تحفہ قبول نہ کیا اس وقت یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا۔ اس نے

مسلم کے آنے کی خبرسن کر اور جامع مسجد میں آ کر لوگوں کو طلب کیا جب سب موجود ہو گئے تو اس نے منبر پر بیٹھ کر تقریر شروع کی اور کہا کہ اے کوفہ والو تم کب تک فتنہ وفساد برپا رکھو گے کب تک نفاق کا دم بھرو گے، تم خدا سے نہیں ڈرتے اور نہیں جانتے کہ فساد کرنے سے محض بربادی اور ابتری وخونریزی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا فتنہ انگیزی سے جان اور مال دونوں برباد ہوجاتے ہیں خدا سے ڈرو اور اپنے حال پر رحم کرو فساد سے بچو اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اس شخص سے بجنگ پیش آؤں گا جو مجھ سے لڑنا چاہے گا۔ ہاں میں سوتے ہوئے کو جگاتا نہیں اور نہ جاگتے ہوئے کو ڈراتا ہوں۔ نہ کسی شخص کو محض خیال اور تہمت کی بنا پر گرفتار کرتا ہوں مگر تم اپنی کرتوت مجھ پر ظاہر کرتے اور عیب ونقصان کی راہ چلتے ہو یزید کی بیعت اور اطاعت سے نکلتے ہو اگر تم اس فساد سے باز آ گئے اور فرمانبرداری سے رہے تو تم کو معاف کردوں گا ورنہ خدائے واحد کی قسم تلوار سے کام لوں گا اس قدر کشت وخون کروں گا کہ تلوار پرزے پرزے ہوجائے گی اگر میں تن تنہا بھی رہ جاؤں گا۔ تب بھی اس معرکہ اور کوشش سے باز نہ رہوں گا۔ مسلم بن عبداللہ ابن سعید حصی نے کہا امیر کا بیان کمزور شخصوں کا سا ہے اور اس میں ذرا بھی زور نہیں پایا جاتا تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے عمل میں نہ لا سکے گا۔ نعمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں میرا کمزور ہونا اس سے بہتر ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ گمراہوں میں شریک ہوجاؤں گا پھر یہ بات کہہ کر تاکید وتنبیہ کی اور منبر سے اتر کر دارالامارۃ میں چلا آیا۔ عبداللہ ابن مسلم نے جو یزید کا دوست تھا فوراً یزید کے نام اس مضمون کا خط روانہ کیا کہ میرے کوفی دوستوں اور خاص میرے طرف سے میرے امیر یزید کو معلوم ہو کہ مسلم بن عقیل نے وارد کوفہ ہوکر علی بن ابی طالب کے بہت سے دوستوں سے حسین بن علی (ع) کیلئے بیعت لی ہے اگر تجھے کوفہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا ہے اور کسی دوسرے کے قبضہ میں دینا گوارا نہیں تو کسی سخت گیر شخص کو یہاں بھیج کہ تیرے احکام وفرامین کو حسب ایما جاری کرے اور دشمنوں کو تیری منشا کے مطابق نیست ونابود کردے کیونکہ نعمان بن بشیر کمزور آدمی ہے اگر کمزور بھی نہیں تو وہ لوگوں پر اپنے کو

حقیر ظاہر کرتا ہے۔ والسلام عمار بن ولید بن عقبہ اور عمر بن سعید نے بھی اسی مضمون کے خط روانہ کیے۔ یزید ان خطوں کو پڑھ کر نہایت برافروختہ ہوا اپنے باپ کے ایک غلام سرجون نامی کو بلا کر کہا کہ مجھے ایک مہم پیش آگئی ہے کیا تدبیر کی جائے اس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ یزید نے کہا کہ مسلم بن عقیل نے داخل کوفہ ہو کر علی کے دوستوں کی ایک جمعیت فراہم کر لی ہے اور ان سے حسین بن علی کے واسطے بیعت لی ہے اب کیا بندوبست کرنا چاہیے اور تیری کیا رائے ہے سرجون نے کہا کہ اگر میری بات مانو تو کچھ کہوں یزید نے کہا کہو اس نے جواب دیا کہ تو نے عبیداللہ ابن زیاد کو حاکم بصرہ مقرر کیا ہے کوفہ بھی اسی کے حوالے کر دے پھر اس طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ وہ یقینا تیرے دشمنوں کو منتشر کر دے گا۔ یزید کو اس کی رائے بہت پسند آئی۔ فوراً عبیداللہ ابن زیاد کے نام خط لکھا کہ: مجھے میرے بعض دوستوں نے کوفہ سے اطلاع دی ہے کہ مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آ کر بہت سے آدمیوں کو جمع کیا ہے اور وہ ان سے امام حسین (ع) کی بیعت لے رہے ہیں تو اس خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی فوراً کوفہ کو چلا جا اور اس فساد کی آگ کو بجھا کر اس مہم کو سر کر میں نے قبل ازیں تجھے بصرہ کی حکومت عطا کی تھی۔ اب کوفہ کی امارت بھی تجھے دیتا ہوں۔ مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کر جس طرح بخیل آدمی زمین پر گرے ہوئے پیسے کو تلاش کرتا ہے جس وقت اسے گرفتار کر لے تو قتل کر کے فوراً اس کا سر میرے پاس بھیج دے خوب یاد رکھ کہ میں اس معاملہ کی نسبت تیرے کسی عذر اور حیلہ کو نہ سنوں گا اس حکم کی تعمیل میں جلدی کر۔ والسلام پھر یہ خط مسلم بن عمر باہلی کو دے کر کہا کہ بہت جلد یہ لے کر بصرہ پہنچ اور عبداللہ بن زیاد کے حوالے کر دے اور راستہ میں کسی جگہ قیام نہ کرنا بھاگم بھاگ چلا جا۔ اس حال سے پہلے حضرت حسین (ع) بصرہ کے نامور اشخاص احنف بن قیس مالک ابن مستمع منذر ابن جارود، قیس ابن محطم مسعود بن عمر اور عمر بن عبداللہ کے نام خط بھیج کر اپنی حمایت واطاعت کی ہدایت کی تھی

اور انہوں نے آپ کے خطوط کو ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔ مگر منذر بن جارود کی لڑکی عبیداللہ ابن زیاد کے

نکاح میں تھی منذر اس سے بہت ڈرتا تھا اپنے نام کا خط جو امام حسین (ع) کا بھیجا ہوا تھا۔عبید اللہ ابن زیاد کو دے دیا وہ خط دیکھ کر بہت غضبناک ہوا اور ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ پھر منذر سے پوچھا یہ خط کون لا یا ہے اس نے جواب دیا حسین بن علی (ع) کا ایک ہوا خواہ سلیمان نامی لا یا ہے عبید اللہ نے کہا جا کرا سے بلا لا۔اس وقت سلیمان ایک شیعہ علی کے گھر میں پوشیدہ تھا۔منذرا سے بلا لا یا۔عبد اللہ نے اس سے کچھ نہ پوچھا اور اسے فوراً قتل کرا دیا۔اور سولی پر لٹکا دیا جب سلیمان قتل ہو گیا تو خود منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا اے بصرے والو آج یزید کا ایک فرمان آیا ہے اس نے ولایت کوفہ بھی مجھے عطا کر دی ہے میں کل کوفہ کو جاؤں گا اپنے بھائی عثمان کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں لازم ہے کہ تم سب اس کی پوری اطاعت کرنا اور اس کی عزت وتوقیر میں کمی نہ کرنا خدائے واحد کی قسم اگر میں نے سنا کہ تم میں سے کسی نے خلاف ورزی کی۔اور فرمانبرداری سے منہ پھیرا تو اسے معہ اس شخص کے جو اس کا شریک حال ہوگا قتل کر ڈالوں گا اور جب تک انتظام ٹھیک نہ ہوگا دشمن کو دوست کے عوض گرفتار کروں گا اب میں نے سمجھا دیا ہے ہرگز ہرگز مخالفت کے قریب نہ جانا ورنہ تم مجھے جانتے ہی ہو کہ زیاد کا بیٹا ہوں میرے چچا اور ماموں بھی میری مخالفت سے پہلو بچاتے ہیں۔اس کے بعد منبر سے اتر کر دوسرے دن سمت کوفہ روانہ ہوا اور بصرہ کے نامور اشخاص مسلم بن عمر باہلی، منذر ابن جارود عبدی اور شریک بن عبداللہ اعور ہمدانی کو اپنے ہمراہ لے لیا کوفہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ ٹھہر گیا اور اتنی دیر انتظار کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور دو گھنٹے رات گذر گئی اس کے بعد سر پر سیاہ عمامہ باندھا،تلوار کمر میں لگا کر کمان کندھے پر لٹکائی،ترکش لگا کر گرز ہاتھ میں لیا اور خنگ گھوڑے پر سوار ہو کر معہ خدم وحشم بیابان کی راہ سے داخل کوفہ ہونے کیلئے کوچ کیا اب چاند پوری روشنی ڈال رہا تھا۔لوگوں کو خیال تھا کہ امام حسین (ع) تشریف لائیں گے عبید اللہ کے تزک واحتشام کو دیکھ کر خیال کیا کہ امام حسین (ع) تشریف لائے ہیں گروہ درگروہ لوگ آنے شروع ہو گئے اور عبید اللہ کو سلام کرتے اور کہتے تھے اے فرزند رسول مبارک ہو

مبارک ہو عبیدہ اللہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا۔ آخر کار مسلم بن عمر باہلی نے ایک شخص سے کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد ہے حسین بن علی (ع) نہیں ہیں، تم کو محض دھوکا ہوا ہے کوفہ والے اس حال سے مطلع ہو کر بھاگے اور منتشر ہو گئے عبیداللہ نے دارالامارۃ میں قیام کیا وہ زخمی سور کی طرح جھلاتا اور سانپ کی طرح پیچ وتاب کھاتا تھا اس شب کو تو کچھ نہ بولا، نہ کسی شخص کو بلایا۔ مگر دوسرے دن ڈھندورا پٹوایا کہ سب لوگ جامع مسجد میں حاضر ہوں جب سب آ گئے اور بے شمار خلقت کا ہجوم ہو گیا تو عبیداللہ بھی داخل مسجد ہوا شمشیر لٹکائے ہوئے تھا۔ سیاہ عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھا منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد کہا کہ اے اہل کوفہ تمہارے امیر یزید نے مجھے حاکم کوفہ مقرر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ عدل وانصاف سے پیش آؤں مظلوم کی فریاد سنوں ظالموں سے بدلا لوں۔ درویشوں سے اچھا سلوک کروں دوستوں اور فرمانبرداروں پر مہربانی اور بخشش کرتا رہوں، میں نے امیر کے حکم کی تعمیل کی اور بصرہ سے یہاں آیا کہ اس کا فرمان بجالاؤں۔ اب میں تمام ممانعتوں اور احکام کو جاری کروں گا یہ کہہ کر منبر سے اترا اور دارالامارہ میں پہنچا۔ دوسرے دن وہاں سے نکل کر منبر پر چڑھا۔ آج پہلے دن والے لباس اور وضع قطع میں نہ تھا حمد خدا کے بعد کہا کہ حکومت کیلئے سختی بھی ضروری امر ہے میری عادت ہے کہ گناہگاروں کے سبب سے بے گناہوں کو پکڑ لیتا ہوں اور غائب ہو جانے والوں کے واسطے موجودہ اشخاص کو تکلیف دیتا ہوں۔ دوست کے بدلے دوست سے باز پرس کرتا ہوں اسد بن عبداللہ نے اٹھ کر کہا اے امیر خدا فرماتا ہے ۔لاتزروزارۃ وزرااخری۔ کہ کوئی کسی کا بار نہ اٹھائے گا، امیر مرو کو وقت پر آزماتے ہیں تلوار کو ہنر کے ساتھ اور گھوڑے کو دوڑانے سے ہمارا یہ کام ہے کہ جو کچھ تو کہے گا اسے بجالائیں گے امیر کا احکام کو بسر وچشم پورا کریں گے میری رائے ہے کہ شروع میں احسانات کے سوابرا طریقہ جاری نہ کر عبیداللہ ان باتوں کو سن کر خاموش ہو رہا منبر سے اتر کر دارالامارۃ میں چلا آیا۔ حضرت مسلم بن عقیل عبیداللہ ابن زیاد کے آنے کی خبر سن کر گھبرائے۔

آدھی رات کو اپنے قیامگاہ کی جگہ سے ہانی بن عروہ مدحجی کے گھر تشریف لائے ہانی انہیں دیکھ کر کھڑے ہوگئے پوچھا کہ اپ کی یہ کیا حالت ہے اور ایسا کون سا معاملہ پیش آیا کہ آپ آدھی رات کو یہاں تشریف لائے ہیں۔ مسلم نے عبیداللہ کے آنے کا حوالہ دیا...... ہانی نے کہا تشریف رکھئے عبیداللہ نے آدمی مقرر کیے کہ مسلم کو ڈھونڈ لائیں مگر کسی شخص نے آپ کا کچھ پتہ نہ بتلایا، لوگ پوشیدہ طور پر مسلم کے پاس حاضر ہوتے اور از سر نو بیعت کرتے تھے۔ مسلم ان پر حجت قائم کرتے تھے کہ تم اپنی اقراروں پر ثابت قدم رہنا۔ بے وفائی نہ کرنا وہ قسمیں کھاتے تھے اور عہد و پیمان کرتے تھے یہاں تک کہ بیس ہزار سے زیادہ آدمی حلقہ بیعت میں آ گئے۔ اب مسلم نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو لے کر نکلیں اور دارالا مارۃ پر حملہ کر کے عبیداللہ کو پکڑ لیں۔ ہانی نے مناسب نہ سمجھا اور کہا کہ آپ جلدی نہ کریں کیونکہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔ ادھر عبیداللہ نے اپنے خیر خواہوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام "معقل" تھا۔ ایک ہزار درہم دے کر کہا کہ جا کر شہر میں مسلم کو تلاش کرے۔ علی (ع) کے گروہ کے آدمیوں سے کہنا کہ میں علی (ع) اور ان کے خاندان کا خیر خواہ ہوں۔ جب تجھے مسلم کے سامنے لے جائیں تو ان کی خیر خواہی جتا کر کہنا کہ میں ایک ہزار درہم لایا ہوں آپ وہ روپیہ اپنے کاموں میں صرف کریں وہ روپیہ پا کر تجھے اپنا ہوا خواہ سمجھنے لگیں گے۔ اپنا دوست جان کر تجھ پر بھروسہ کریں گے پھر تو میرے پاس اکر جو کچھ حالات دیکھے اور سنے مجھ سے بیان کر دینا معقل عبیداللہ کی ہدایت کے مطابق روپیہ لے کر کوفہ کی جامع مسجد میں آیا۔ حسب اتفاق امیرالمومنین (ع) کے گروہ کے ایک شخص مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیکھا ان کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا کہ میں شام کا باشندہ ہوں۔ ایک ہزار درہم میرے پاس ہیں سنا ہے کہ خاندان نبوت میں سے کوئی شخص یہاں آیا ہوا ہے۔ فرزند رسول (ص) کے واسطے لوگوں سے بیعت لے رہا ہے اگر تو مہربانی کر کے مجھے اس کے پاس پہنچا دے اور میں اس کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں تو انہیں یہ مال دے دوں کہ وہ اپنے خرچ میں لائیں اور میں تیرا بہت ہی احسان مند ہوں گا۔ اگر تو چاہے تو میں

اس شخص کے پاس جانے سے پہلے تجھ سے بیعت کرلوں۔ مسلم ابن عوسجہ نے جانا کہ وہ سچ بولتا ہے سخت قول وقسم لے کر اور مضبوط عہد و پیمان لے کر کہا تو اب چلا جا کل میرے پاس آنا، میں تجھے ان کے پاس پہنچادوں گا۔ معقل وہاں سے چلا آیا اور عبیداللہ سے سب حال کہہ سنایا اس نے کہا کہ دیکھ مردوں کی طرح اس کام کو انجام دینا، پھر لوگوں سے شریک ابن عبدالاعور ہمدانی کا حال پوچھا جو بصرہ سے اس کے ساتھ آیا تھا اور کوفہ پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا تھا گھر سے باہر نہ آسکتا تھا انہوں نے کہا وہ بہت ہی ناتواں ہو گیا ہے عبیداللہ نے کہا ہم کل اس کی عیادت کیلئے جائیں گے۔ شریک کو مسلم کا حال معلوم تھا۔ اس نے کہا اے مسلم کل عبیداللہ میری عیادت کیلئے آئے گا۔ اسے میں باتوں میں مشغول کرلوں گا اور تم اندر سے نکل کر اسے بضرب شمشیر ہلاک کر دینا پھر شہر کوفہ آپ کے قبضے میں آجائے گا اگر میں جیتا رہا تو بصرہ کو بھی تیرے تصرف میں لاؤں گا۔ دوسرے دن عبیداللہ سوار ہو کر ہانی کے دروازہ پر آیا اور شریک کی عیادت کیلئے گھوڑے سے اتر کر اس کے پاس جا بیٹھا شریک اس سے گفتگو کرنے لگا اور جس امر کو وہ پوچھتا اور بتاتا رہا اور چاہا کہ مسلم نکل کر اس کا کام تمام کر دیں ادھر مسلم نے تلوار میان سے باہر نکال کر چاہا کہ اندر سے نکل کر عبیداللہ کا کام تمام کر دیں، ہانی نے کہا کہ خدا کے واسطے ایسا کام نہ کریں گھر میں بہت سے بچے اور عورتیں ہیں، قتل کے واقعہ سے بہت خوف کھائیں گے۔ مسلم بن عقیل نے ناراض ہو کر تلوار ہاتھ سے ڈال دی۔ شریک اب بھی عبیداللہ کو باتوں میں مشغول رکھنے کی کوشش کرتا رہا اور کچھ کچھ باتیں دریافت کرتا رہا کہ اب بھی مسلم بن عقیل آکر اسے قتل کر دیں آخر عبیداللہ کو بھی کچھ شبہ سا ہو گیا۔

دل میں ڈرا اور وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ عبیداللہ ابن زیاد کے جانے کے بعد مسلم اور ہانی باہر آئے ۔شریک نے کہا کہ تم نے اچھا موقع کھو دیا،

آخر کیوں باہر آکر اسے ہلاک نہ کر دیا۔ مسلم نے کہا کہ مجھے ہانی نے اس امر سے روک دیا کہ میری عورتیں اور بچے اس قتل سے خوف کھائیں گے۔ شریک نے دونوں کو ملامت کی اور کہا کہ اس بداعتقاد

فاسق کو آسانی سے پکڑ سکتے تھے۔تم نے بڑی غلطی کی، پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔شریک تین دن اور زندہ رہا۔ پھر رحمت حق کے شامل حال ہو گیا۔ یہ شخص بصرہ کے بزرگوں اور اراکین میں سے تھا۔امیر المومنین علی علیہ السلام کا مداح شاعر تھا، اپنے کلام کو پوشیدہ رکھتا، معتمد اشخاس کے سوا کسی غیر کو نہ سناتا تھا۔عبیداللہ ابن زیاد نے دارالامارہ سے نکل کر اس کے جنازے کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر پر چلا گیا۔ دوسرے دن معقلؔ نے مسلم بن عوسجہ کے پاس آکر کہا کہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مکہ سے آئے ہوئے شخص کے پاس لے چلوں گا۔تا کہ میں زیارت کرلوں اور یہ مال دے دوں۔تو شاید تو اپنے وعدہ سے پھر گیا ہے، برائے مہربانی اپنے اقرار کو پورا کر۔مسلم بن عوسجہ نے کہا۔میں اپنا اقرار پورا کروں گا۔ شریک کی وفات کے سبب فرصت نہ ہوئی تھی کیوں کہ وہ بڑا نیک اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے خیر خواہ شخصوں میں سے تھا، معقل نے کہا کیا وہ شخص جو مکہ سے آیا ہوا ہے۔ہانی کے گھر میں موجود ہے۔ مسلم نے کہا ہاں پھر اسے اپنے ہمراہ مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر کیا۔مسلم نے کہا "مرحبا" اور اپنے قریب بیٹھا کر اس سے بیعت لی۔معقل نے روپیہ پیش کیا جسے مسلم نے قبول کرلیا،

معقل تمام دن آپ کے پاس رہا اور طرح طرح کی باتیں اور دوستی کے وعدے کرتا رہا۔ جب رات ہوگئی وہاں سے رخصت ہو کر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس آیا اور مسلم کا تمام حال کہہ سنایا۔اس نے کہا کہ مسلم بن عقیل کے پاس برابر آتا جاتا اور خدمت گزاری میں سعی کرتا رہا۔کیوں کہ اگر تو اس کے پاس سے ہٹ جائے گا اور نہ جائے گا تو تیری طرف سے شک پیدا ہو جائے گا، اور مسلم اس گھر سے نکل کر کسی دوسرے گھر میں جا رہے گا۔اس کے بعد عبیداللہ نے آدمی بھیج کر محمد بن اشعث، اسماء ابن خارجہ فرماری اور عمرو بن حجاج زیدی کو بلایا اور کہا، ہانی ایک مرتبہ میرے پاس نہیں آیا نہ میرا حال دریافت کیا ۔کیا تمہیں اس کا کچھ حال معلوم ہے؟ کہ وہ کس سبب سے نہیں آیا اس نے کہا کہ وہ بہت ناتواں اور کمزور ہو رہا ہے۔اس لیے امیر کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا اس نے کہا ہاں پہلے تو علیل تھا اور اب

تندرست ہے، کسی قسم کی شکایت باقی نہیں رہی پھر کیوں خانہ نشین ہے اور میرے پاس نہیں آتا۔کل تم اس کے پاس جاؤ اور اس کو علیحدہ رہنے پر ملامت کرو مجھ سے ملنے کے لیے آئے، جو خدمت و اطاعت اس پر واجب ہے بجا لائے میں ہمیشہ اس پر مہربان رہا ہوں ۔ اور اب زیادہ اچھا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا۔"بسر وچشم" ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبید اللہ کا ایک خدمت گار مالک بن یربوع ترمیمی آیا اور کہا اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے۔

ایک اور خوفناک حادثہ کی خبر ہے۔اس نے کہا بیان کر مالک نے کہا کہ میں سیر کے ارادے سے شہر کے باہر گیا ہوا تھا۔اور اس کے گرد پھر رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا کہ کوگہ سے نکل کر نہایت تیز رفتاریسے مدینہ کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ اور اسے جا لیا، پوچھا تو کون شخص ہے اور کہا ں جاتا ہے۔اس نے کہا کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں، میں نے پھر گھوڑے سے اتر کر دریافت کیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اس نے اقرار نہ کیا تو میں نے اس کپڑوں کی تلاشی لی، تو ایک سربند خط پایا، وہ خط یہ ہے۔اور اس شخص کو امیر کے دروازے پر پہرے کے اندر دے دیا۔عبید اللہ نے خط لے کر کھولا، مضمون یہ تھا:۔مسلم بن عقیل کی طرف سے حسین بن علی بن ابی طالب کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا۔ تمام لوگوں سے ملا، ان سے آپ کے لیے بیعت لی۔بیس ہزار شخصوں نے دلی رضا ورغبت سے آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے، میں نے ان کے نام لکھ لیے ہیں۔آپ اس خط کے مضمون سے مطلع ہوتے ہی فوراً چلے آئیں۔کسی وجہ سے دیر نہ کریں۔کیونکہ کوفہ والے دل سے آپ کے خیر خواہ اور دوست ہیں، اور یزید سے متنفر۔ والسلام۔عبید اللہ نے کہا کہ جس شخص کے پاس سے یہ خط ملا ہے۔اسے میرے سامنے لاؤ۔مالک جا کر لے آیا۔عبید اللہ نے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بنی ہاشم کا خیر خواہ ہوں پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے۔اس نے کہا عبداللہ یقطین، پھر پوچھا یہ خط تجھے کس نے دیا تھا کہ حسین کے پاس لے جائے تو اس نے جواب دیا کہ ایک بوڑھی عورت نے دیا تھا۔کہا تو اس کہ نام

جانتا ہے اس نے کہا: میں نام سے واقف نہیں ہوں۔عبید اللہ نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر یا تو اس کا نام بتا دے جس نے تجھے یہ خط دیا تھا کہ تو میرے ہاتھ سے بچ جائے ورنہ میں تجھے قتل کروادوں گا۔اس نے کہا میں ہرگز نام نہ بتلاؤں گا۔اگر میری جان جاتی رہی تو کچھ پرواہ نہیں۔ عبید اللہ نے حکم دے کر اسے قتل کروادیا۔پھر محمد بن اشعث،عمر بن حجاج،اسماء بن خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جاؤ ہانی سے کہو کہ میرے پاس آتا ہے،وہ وہاں سے اٹھ کر ہانی کے گھر آئے اور دیکھا کہ ہانے گھر میں موجود ہیں۔انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم امیر کے پاس کس لیے نہیں جاتے،اس نے تمہیں کئی مرتبہ یاد کیا ہے،وہ تمہارے حاضر نہ ہونے سے آزردہ خاطر ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ بیماری کی وجہ سے نہیں جاسکا۔پھر نے چلنے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی،انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہاری طرف سے یہی عذر پیش کیا تھا لیکن اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گئے ہیں،باہر نکلتے اور اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہیں۔اور آدمی ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔اب مناسب ہے کہ تم ان کے پاس جاؤ کیونکہ وہ صاحب قوت ہے،ایسے شخص سے ملنا جلنا اچھا ہے۔مبادا وہ کسی سختی اور ظلم کا خیال کرے خاص کرنا مور اشخاص کی طرف سے،اور تم آج اپنے قبیلے کے سردار ہو۔ہم تمہیں قسم دلاتے ہیں کہ تم اپنے حال پر رحم کرو۔اور ہمارے ساتھ امیر کے پاس چلو۔ہانی نے کہا بہت اچھا میں چلوں گا اس کے بعد اپنے پوشاک منگوا کر پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ دارالا مارۃ میں پہنچے۔اب ان کا دل گھبرایا اور بدی و شرارت کا برتاؤ کرنے کا خیال گزرا۔

اسماء بن خارجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے بھائی! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ بد سلوکی وقوع میں آئے گی۔

اسماء نے کہا،سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے اے چچا،تمہارے یہ خیالات بالکل غلط ہیں اپنے دل سے یہ تشویش دور کر دو اور ہر طرح سے مطمئن رہو۔بھلائی کے سوا اور کوئی امر ظاہر نہ ہوگا۔غرض عبید اللہ ابن

زیاد کے پاس آئے۔اس وقت قاضی شریح سے مخاطب ہو کر کہا۔ارید حیاتہ ویرید قتلی ۔ہانی یہ بیت سن کر گھبرائے اور کہا اے امیر یا کیا مثل مشہور ہے جو تو نے زبان سے نکالی اس نے کہا خدا کی قسم اے ہانی تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں لا کر رکھ چھوڑا ہے۔ کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں یقین کر کہ تیری کرتوت مجھے معلوم ہے ہانی نے کہا کہ مجھے ان امور کی کچھ خبر نہیں۔عبید اللہ نے کہا کہ میرا کہنا بالکل سچ ہی پھر معقل کو بلا کر ہانی سے کہا تو اسے جانتا ہے؟ اب ہانی سمجھ گئے کہ یہ کیا بات ہے اور معقل عبید اللہ کا جاسوس تھا۔فرزند رسول کا دوست نہ تھا۔عبید اللہ کو اس سے سب حالات معلوم ہو گئے ہیں ۔اب ہانی نے اقرار کرلیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے، مجھے اس بات سے شرم آئی کہ اسے پناہ نہ دوں اور تنہا چھوڑ دوں ۔اس لیے اس کو پناہ دی اب تجھے اس کا حال معلوم ہو گیا ہے اب اجازت دے کر واپس جا کر اس سے عذر کروں کہ کہیں اور چلا جائے اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب اس شخص کو اپنے گھر سے روانہ کردوں گا تو تیرے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔اس نے کہا کہ جب تک تو اسے یہاں حاضر نہ کرے گا میرے پاس سے نہ جا سکے گا ۔ ہانی نے کہا کہ میں کبھی ایسی بات نہ کروں گا ۔ کیونکہ از روئے شرع و مروت جائز نہیں کہ پناہ دیئے ہوئے شخص کو دشمن کے حوالے کردوں اہل عرب کی عادت اور خصلت ایسی نہیں ہے تو مجھے ایسے فعل کیلئے تکلیف نہ دے میں ہرگز اسے تیرے سامنے نہ لاؤں گا اور اپنے واسطے اس عیب دعار کو گوارا نہ کروں گا۔مسلم بن عمر باہلی نے کہا کہ اے امیر ذرا سی دیر کی مہلت دے کہ میں ہانی سے دو دو باتیں کرلوں، عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ اسی مکان میں جو کہنا ہو کہہ لے۔مسلم بن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور ایک کونے میں لے جا کر سمجھایا کہ تو اپنی زندگی سے کیوں بیزار ہوا ہے اپنے بچوں اور کنبے والوں کے حال پر رحم کر مسلم بن عقیل کے واسطے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔اگر ہم جنسوں میں سے کوئی برابر والا طلب کرتا اور تو دے دیتا تو عیب کی بات تھی مگر جب ایک زبردست شخص جس کے پنجے میں تو گرفتار ہے مانگتا ہے تو حوالہ کر دینا کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں ہانی نے کہ اخدا کی

قسم ہزار عیب سے بڑھ کر یہ بات ہے میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کروں گا اور رسول خدا (ص) کے بیٹے کے قاصد اور اپنے مہمان اور ا پناہ دیئے ہوئے کو ہرگز دشمن کے سامنے پیش نہیں کروں گا جب تک زندہ رہوں اور میرے ہاتھ پاؤں چلتے اور دوست و آشنا، عزیز و اقرباء میرے ہمراہ ہیں ایسا ہونا ممکن نہیں بلکہ خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہ جاؤں گا اور میرا کوئی مددگار اور یار و غم خوار بھی نہ رہے گا۔ تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤں گا مسلم بن عمرا سے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس واپس لے آیا اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی اور وہ مسلم بن عقیل کو ہمارے حوالے نہ کرے گا عبیداللہ زیادہ غضب ناک ہو کر بولا۔ خدا کی قسم اگر تو اسے میرے پاس نہ لائے گا تو تیرا سر اڑا دوں گا۔ ہانی نے کہا کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آ سکے اگر تو ایسا خیال بھی دل میں لا سکے تو جماعت کثیر میرے خون کے بدلے کے واسطے اٹھ کر تیرے گھر کو گھیر لے گی۔

عبیداللہ نے کہا کہ تو مجھے دشمنوں اور اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے یہ کہہ کر ایک آہنی لکڑی جو سامنے رکھے ہوئی تھی،

اٹھائی اور ہانی کے منہ پر ماری جس سے ایک بھنوں اور ناک پھٹ کر خون بہ نکلا قریب ہی عبیداللہ کا ایک سپاہی تلوار ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ ہانی نے اس کے قبضے پر ہاتھ ڈال کر چاہا کہ تلوار سونت لیں مگر ایک اور سپاہی نے ہاتھ پکڑ لیا اور عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے چیخ کر کہا کہ اسے گرفتار کر کے اسی مکان کی ایک کوٹھڑی میں بند کر دو اسامہ بن خارجہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر تو نے ہم سے کہا تھا اور ہم تیرے پاس آے لائے تھے اس کے آنے سے پہلے تو نے اس کے واسطے اچھے اچھے وعدے کیے تھے اب وہ آیا تو غیظ و غضب سے پیش آیا، اور ناک توڑ دی اور اس کے چہرے اور ڈاڑھی کو خون سے رنگین کر دیا پھر اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ تیری رحم دلی سے یہ بات بہت ہی بعید ہے اور ان سب باتوں سے بڑھ کر تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تجھے کوئی اچھا برتاؤ کرنا چاہیے تھا۔ عبیداللہ نے اسی غصے کی حالت میں حکم

دیا کہ اسے اس قدر مارو کہ مردہ ہو جائے جب اس کے زندہ رہنے کی امید نہ رہی تو اسامہ نے کہا (انا اللہ وانا الیہ راجعون) اے ہانی ہم تجھے موت کا پیغام سناتے ہیں اور اب یہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے، ہانی کے رشتہ دار بنی ندحج والے سوار ہو کر دارالامارۃ پر آئے اور ہجوم کر کے بلند آوازوں سے بولتے تھے۔

عبیداللہ نے پوچھا یہ کیسا شور وغل ہے لوگوں نے کہا ہانی کے عزیزوں کو خبر لگ گئی ہے کہ امیر نے اسے ہلاک کر دیا ہے

اس لیے وہ مجتمع ہو کر دروازے پر آ پہنچے ہیں عبیداللہ نے قاضی شریح سے کہا اٹھ کر ذرا ہانی کو دیکھ، پھر مکان سے نکل کر اس کے رشتہ داروں کو سمجھا دے کہ ہانی صحیح سلامت ہے کس لیے تم فریاد کرتے اور فتنہ اٹھاتے ہو جس کسی نے تم سے ایسا کہا ہے کہ امیر نے ہانی کو مروا دیا ہے وہ جھوٹا ہے شریح نے مکان سے نکل کر اس کے عزیزوں کو یہی بات سنا دی وہ سب واپس چلے گئے۔عبیداللہ پھر محل سے نکل کر جامع مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد دائیں بائیں جانب دیکھا کہ اس کے سپاہی ہر طرف شمشیریں اور گرز کاندھے پر رکھے کھڑے ہیں کہا اے کوفہ والو اللہ جل شانہ کی عبادت اختیار کرو محمد مصطفی (ص) کی سنت پر چلو اور خلفا کی روش سے نہ ہٹو صاحب حکومت کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سر نہ پھیرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے فتنہ وفساد سے بچو نہیں تو پچھتاؤ گے اور میں تم پر حجت تمام کیے دیتا ہوں اور یزید کی طرف سے خوف دلاتا ہوں اسی اثنا میں اس نے شور وغل سنا اور پوچھا کہ یہ کیسا غل ہے، لوگوں نے کہا اے امیر بچ بچ کیونکہ مسلم بن عقیل نے جماعت کثیر کے ساتھ جنہوں نے حسین (ع) بن علی (ع) کی بیعت اختیار کر لی ہے، چڑھائی کر دی ہے اور وہ تیرے مارنے کے ارادے سے آتا ہے عبیداللہ فوراً منبر سے اتر کر دارالامارۃ میں چلا گیا اور اس نے دروازے بند کرا لیے۔مسلم بن عقیل کے پاس بہت خاصہ مسلح اور آراستہ لشکر جمع ہو گیا لوگ جھنڈے لے کر آپ کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ 18 ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے اب دارالامارہ کے دروازے پر پہنچے۔عبیداللہ اور اس کے باپ

کو سخت گالیاں دیتے تھے ادھر سے عبید اللہ کا لشکر بھی فراہم ہو گیا اور مسلم کی فوج کے مقابلہ پر آ کر جنگ کرنے لگا۔

بڑی سخت جنگ ہوئی، عبید اللہ اور اس کے اراکین اور سرداران کوفہ چھتوں پر سے یہ حال دیکھ رہے تھے

اور عبید اللہ کا ایک دوست کثیر بن شہاب کوٹھے پر کھڑے ہوا کہہ رہا تھا اے لوگو اور اے حسین (ع) کے دوستو اور اے مسلم بن عقیل اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنے اہل و عیال کے دشمن نہ بنو کیونکہ شامی فوجیں داخل ہونا چاہتی ہیں اور امیر عبید اللہ نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم شام تک اسی طرح جنگ کرتے رہے اور مقابلہ سے باز نہ آئے تو تمہاری جاگیریں ضبط کر لی جائیں گی اور تمام جنگ کرنے والوں کو اس شہر سے نکال کر دربدر کر دوں گا اور مجرموں کے عوض بے گناہوں کو قتل کروں گا۔ اور بھاگ جانے والوں کے موجودہ اشخاص کو سزا دوں گا۔ یہ سن کر جن لوگوں نے مسلم سے بیعت کی تھی، خوف زدہ ہو گئے۔ دس دس بیس بیس تیس تیس کا گروہ ہو کر کھسکنے لگے اور کہتے تھے کہ ہم اس فساد میں کس لیے شریک ہوں۔ اپنے گھر چل کر کیوں نہ بیٹھیں اور دیکھیں کہ کیا انجام ہوتا ہے ابھی آفتاب غروب نہ ہونے پایا تھا کہ وہ اٹھارہ ہزار مسلح آدمی جو مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے سب کے سب چلے گئے۔ مسلم نے اپنے آپ کو بالکل تنہا اور بے یار و مددگار پا کر کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ سب کے سب کیا ہوئے اور کہاں چلے گئے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کے گلی کوچوں کا رخ کیا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت طوعہ کے دروازے پر پہنچے۔ یہ عورت اشعث بن قیس کندی کی زوجہ تھی جس نے اس شوہر کے بعد حضرموت کے ایک جوان سے نکاح پڑھا لیا تھا اور اس کے ایک بیٹا تھا اس وقت یہ عورت اپنے دروازہ پر موجود تھی مسلم نے سلام کیا اس نے جواب سلام کے بعد پوچھا تیرا کیا مطلب ہے مسلم نے کہا مجھے پینے کیلئے پانی دو میں بہت ہی پیاسا ہوں۔ عورت گھر میں سے

پانی کا آبخورہ بھر لائی مسلم نے گھوڑے سے اتر کر اور اس کے دروازے پر بیٹھ کر پانی پیا پھر اس عورت نے پوچھا اب تو کہاں جائے گا اور تیرا کیا حال ہے مسلم نے کہا اس شہر میں میرا کوئی گھر نہیں جہاں امن سے بیٹھ رہوں میں مسافر ہوں اور میرے جس قدر دوست اور ہماری ہمراہی تھے سب علیحدہ ہو گے اور مجھے تنہا چھوڑ دیا میں ایک بہت بزرگ خاندان کا شخص ہوں۔ اگر تو مجھ سے اچھا سلوک کرے گی اور اپنے گھر میں پناہ دے گی تو اس کی جزا دونوں جہان میں خدا ورسول سے پائے گی۔ اس نے پوچھا تو کون شخص ہے مسلم نے کہا اے عورت یہ نہ پوچھ اس نے جواب دیا تو مجھ سے اپنا حال نہ چھپا اور جب تک مجھے نہ معلوم ہو جائے گا کہ تو کون ہے اس وقت تک میں تجھے اپنے گھر میں جگہ نہ دوں گی، کیونکہ شہر میں فساد عظیم پھیلا ہوا ہے اور عبیداللہ ابن زیاد بصرہ سے یہاں آیا ہے مسلم نے کہا اے عورت تو مجھے پہچان لے گی تو یقین ہے کہ بڑی مہربانی سے پیش آئے گی اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے گی۔ میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب ہوں۔ میرے ساتھیوں نے آج مجھے تنہا چھوڑ دیا اور سب منتشر ہو گئے میں تن تنہا رہ گیا تو یہاں آیا اس عورت نے کہا مرحبا مرحبا آیئے، میرے گھر میں تشریف لے چلیے مسلم اس کے گھر میں تشریف لے گئے اور اس نے آپ کو کوٹھڑی میں بٹھا کر چراغ روشن کر دیا

اور کھانا سامنے لا رکھا۔ مسلم نے کچھ نہ کھایا، اسی وقت اس کا بیٹا آیا اور ماں کو دیکھا کہ روتی ہوئی کبھی اندر جاتی ہے اور کبھی باہر آتی ہے پوچھا یہ تیرا کیا حال ہے، اس نے جواب دیا بیٹا ابھی مسلم بن عقیل نے ہمارے گھر میں آ کر پناہ لی ہے وہ گھر میں موجود ہیں اور میں ان کی خدمت گزاری میں مصروف ہوں کہ اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرے اس کا بیٹا سن کر خاموش ہو رہا پھر کچھ دیر بعد بولا کل عبیداللہ نے منادی کرا کر تمام لوگوں کی جامع مسجد میں جمع کیا ور خود منبر پر بیٹھ کر حمد وثنا کے بعد کہا تھا کہ مسلم نے اس شہر میں آ کر فتنہ وفساد برپا کیا اور جب کوئی مطلب حاصل نہ کر سکا تو بھاگ گیا چنانچہ تم سب اچھی طرح واقف ہو اور مجھے بھی یقین ہے کہ وہ شہر سے باہر نہیں گیا کسی کے گھر میں پوشیدہ ہے اس لیے آگاہ رہو کہ جس گھر میں

مسلم پایا جائے گا اس گھر والوں کو قتل کر دیا جائے گا اور تمام مال واسباب کو برباد کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلم کو میرے پاس پکڑ کر لائے گا یا اس کی خبر لائے گا۔ میں اس کے ساتھ بے شمار انعام واکرام سے پیش آؤں گا اے کوفہ والو، خدا سے ڈرو اور مخالفت کے پاس نہ جاؤ اس کے بعد پھر کہا کہ جو شخص مسلم کو میرے پاس لائے گا اسے دس ہزار درہم دوں گا اور یزید اس کی بڑی قدر و منزلت کرے گا اور میں بھی اس کی خواہشوں کو پوری کروں گا۔ اس کے بعد عبید اللہ نے حصین بن نمیر کو بلایا اور کہا کہ جا تمام مکانوں کی تلاشی لے کر مسلم کو پکڑ لا حصین بن نمیر نے کہا بہت اچھا، اس وقت محمد بن اشعث بھی عبید اللہ کے پاس آ گیا۔ عبید اللہ نے کہا خوب آیا، تجھ سے ایک صلاح لینی تھی۔ اس نے کہا، اے امیر فرمائیے وہ کیا مشورہ ہے۔ جو کچھ میرا خیال ہوگا عرض کر دوں گا۔ عبید اللہ نے کہا کہ مسلم اسی شہر میں ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ باہر نہیں گیا۔ اب اسے کس حیلہ سے پکڑ سکتے ہیں۔ محمد بن اشعث عبید اللہ کے پاس بیٹھ کر اس معاملہ کی باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں اس عورت کے بیٹے نے جس کے گھر میں مسلم چھپے ہوئے تھے۔ عبد الرحمن بن محمد بن اشعث کو اس حال کی خبر کی، اور عبد الرحمن نے اپنے باپ محمد کے کان میں آ پھونکی۔ عبید اللہ نے کہا کہ تیرے بیٹے نے تجھے کان میں کیا کہا، محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو عظمت بخشے بڑی خوشخبری کی بات ہے۔ عبید اللہ نے کہا، میں ہمیشہ تیری زبان سے خوشخبری کی باتیں سنتا رہتا ہوں۔ اس نے کہا میرا بیٹا کہتا ہے کہ مسلم ایک عورت طوعہؑ کے گھر میں پوشیدہ ہے،

عبید اللہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ تجھے بہت بڑا انعام اور خلعت دیا جائے گا۔ جا اسے پکڑ لا۔ عمر بن حریص مخزومی کو جو اس کا نائب تھا۔

حکم دیا کہ تین سو نامور بہادر فوج میں سے چھانٹ کر محمد بن اشعث کے حوالے کر دے اور انہیں ہمراہ لے جائے اور مسلم کو گرفتار کر کے لائے۔ محمد تین سو سواروں کو ہمراہ لے کر اس گھر کے قریب پہنچا۔ مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر جان لیا کہ میری گرفتاری کے لئے آئے ہیں۔ اٹھ کر اپنی زرہ

پہنی اب وہ لوگ بھی دروازہ پر آ پہنچے تھے اور انہوں نے گھر میں آگ لگا دی تھی۔ مسلم نے یہ حال دیکھ کر تبسم کیا اور کہا اے نفس، مرنے کے لیے مستعد ہو جا۔ آدم (ع) کی اولاد کا انجام یہی ہے پھر طوعہ سے کہا۔ خدا تجھ کو بخشے اور ثواب عظیم عطا فرمائے۔ تیرا بیٹا اس ظالم اور ناخدا ترس قوم کو مجھ پر چڑھا لایا ہے۔ گھر کا دروازہ کھول دے اس عورت نے دروازہ کھولا اور مسلم غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر گھر سے باہر نکلے اور ایک ہی حملہ میں کئی شخصوں کو مار گرایا۔ لوگوں نے عبیداللہ سے جا کر کہا کہ مسلم مقابلہ سے پیش آیا اور کئی شخص مار ڈالے۔ اس نے محمد سے کہلا بھیجا کہ مجھے صرف ایک شخص کی گرفتاری کے لیے تین سو جرار سوار کر دیئے تھے کہ اسے میرے پاس پکڑ لائے تو نے کیوں اسے جنگ کرنے اور کئی شخصوں کے ہلاک کرنے کا موقع دیا،

یہ کیسی کمزوری اور عاجزی کی بات ہے۔ مسلم اگرچہ بہادر شخص ہے مگر ایک آدمی سے تو زیادہ نہیں ۔محمد نے جواب کہلا بھیجا کہ کیا تو خیال کرتا ہے کہ مجھے کسی بنئے کے مقابلہ پر بھیجا ہے خدا کی قسم وہ ایک ہزار بہادر نوجوانوں کے ہم پلہ ہیں۔ اور اگر ایسے شخص کا کوئی ساتھ دینے اور مدد کرنے والا ہوتا تو دنیا کو ہماری نگاہوں میں تاریک کر دیتا۔ مسلم آسانی سے گرفتار نہیں ہو سکتا کوئی اور تدبیر کرنی چاہیئے۔ عبیداللہ نے کہلا بھیجا کہ اسے پناہ دی تا کہ آسانی سے قبضے میں آ جائے کیوں کہ پناہ دیئے بغیر وہ گرفتار نہیں ہو سکتا۔ محمد نے آواز دے کر کہا۔ اے مسلم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال تجھے پناہ دیتا ہوں۔ اب ہاتھ سے تلوار ڈال دے اور میرے پاس چلا آ۔ مسلم نے کہا اے فاسق وفاجر گروہ تجھ پر اور تیری پناہ پر لعنت ہو۔ اس نے کہا یہ بات نہ کر اور اپنی جان پر ظلم نہ کر، میری بات پر بھروسہ کر کے امن وامان سے میرے پاس چلا آ۔ مسلم نے کہا خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہو گا تمہارا قول وقرار کوئی چیز نہیں۔ تم میں نہ وفا ہے نہ دین نہ آئین۔ اگر ایسا ہوتا تو تم مجھ پر اس طرح پتھر کیوں پھینکتے جس طرح کافروں پر پھینکتے ہیں۔ کیا تم واقف نہیں کہ میں اہلبیت رسالت اور محمد کے خاندان میں سے ہوں۔ اگر تم میں ذرا سی بھی

مسلمانوں کی بو ہوتی تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔ غرض مسلم نے زخموں کی کثرت کے سبب ناتواں ہوکر پھر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مار کر پلٹ آئے اور دروازے سے کمر لگا لے۔ محمد نے کہا ذرا لڑائی کو بند رکھو میں مسلم سے چند باتیں کرلوں۔ پھر قریب آکر کہا اے مسلم افسوس ہے تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر، تجھے امان دے دی گئی ہے میں اقرار کرتا ہوں کہ تجھے تکلیف نہ پہنچے گی اور میں اپنے حفاظت میں رکھوں گا۔ مسلم بن عقیل نے کہا: اے اشعث کے بیٹے کیا تو یہ جانتا ہے کہ جب تک میں سانس لے سکتا ہوں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ پھر اس پا حملہ کیا محمد پیچھے ہٹ گیا اور آپ بھی واپس آکر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور کہتے تھے اے کوفہ والو میں پیاس سے بے جان ہوا جاتا ہوں مجھے ایک پیالہ پانی پلا دو۔ ایک شخص کو بھی آپ پر رحم نہ آتا تھا کہ ایک جام آب پلاتا۔ اب محمد نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا، بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم اس قدر جماعت کثیر ہو کر ایک تن تنہا شخص کو گرفتار نہ کرسکیں۔ سب مل کر ایک دفع ہی اس پر ٹوٹ پڑو، اور پکڑ لو۔ غرض اب نے متفق ہوکر حملہ کیا قور مسلم نے سب کو نیزہ مار مار کر ہٹا دیا۔ انجام کار ایک کوفی بکر بن حمران نے آگے بڑھ کر تلوار ماری جو مسلم کے نیچے کے لب پر لگی اور مسلم نے بھی اس کے جواب میں ایک ایسا ہاتھ مرا کہ تلوار پیٹ کو چاک کرتی ہوئی کمر کی طرف نکل آئی۔ بکر بن حمران فوراً زمین پر گر کر دوزخ میں پہنچ گیا۔ اب ایک اور آدمی نے پیٹھ کے پیچھے سے آکر نیزہ مارا جس کے صدمہ سی مسلم منہ کے بل گر پڑے اور لوگوں نے دوڑ کر آپ کو پکڑ لیا، آپ کے اسلحے اور گھوڑے چھین لیے گئے اور بنی سلم کے ایک آدمی عبداللہ ابن عباس نے آپ کا عمامہ اتار لیا۔ مسلم بن عقیل ایک گھونٹ پانی مانگتے تھے۔ مسلم بن باہلی نے کہا تو پانی کے بدلے موت کا مزہ چکھے گا مسلم نے کہا تجھ پر تف ہے یہ کیسی نازیبا بات کہی اور تو بڑا ہی سنگدل شخص ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر تجھے قریشی کہیں تو بڑی غلطی ہے تو کسی قریشی باپ کی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ مسلم بن عمر باہلی نے کہا۔ مجھے بتا تو کون ہے مسلم بن عقیل نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے اس

وقت خدا کو مانا جب کہ تو منکر تھا اور میں نے اس وقت اپنے امام کی پیروی کی جب کہ تو گناہگار رہوا۔ میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب ہوں۔ اب تو بتلا کہ تو کون ہے؟ اور تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلم بن عمر باہلی ہوں

مسلم بن عقیل نے کہا کہ اے باہلہ کے بیٹے تو آتش دوزخ اور جہنم کے گرم پانی کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر کہا اے کوفہ والو! مجھے کچھ پانی پلاؤ۔ عمر بن حریث مخزومی آگے بڑھ کر پانی کا کوزہ لایا اور ایک آبخورہ بھر حاضر کیا۔ مسلم جونہی وہ پیالہ منہ کے قریب لے گئے اس میں آپ کے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے اور وہ پیالہ خون سے لبریز ہو گیا، آپ وہ پانی نہ پی سکے اور باز رہے۔ پھر آپ کو عبیداللہ ابن زیاد کے سامنے حاضر کیا۔ کسی نے کہا امیر کو سلام کر مسلم نے کہا پناہ بخدا وہ امیر کہاں سے آیا ہے میں اسے سلام نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت کا سلام مجھے کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اگر وہ مجھے چھوڑ دے گا تو میں سلام کر لوں گا۔ عبیداللہ نے یہ گفتگو سن کر کہا اس کا سلام کرنا آسان بات ہے اگر سلام نہ کرے گا تو مارا جائے گا۔ مسلم نے جواب دیا کہ مجھے قتل کرے گا تو کیا ہوگا۔ پیشتر ازیں تجھ سے بھی بدتر شخصوں نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل کر دیا ہے عبیداللہ نے کہا اے شخص تو نے امام وقت پر خروج کیا امامت اور مسلمانوں کی اجتماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ برپا کیا۔ مسلم نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے ای پسر زیاد۔ معاویہ امت کے اجماع سے مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہوا۔ بلکہ دغا بازی اور تغلب سے وصی پیغمبر کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی اور یزید کی بھی یہی کیفیت تھی اور فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھ سے پہلے تیرے باپ نے فساد کیا تھا۔ امید ہے کہ مجھے اللہ بدترین شخص کے ہاتھ سے شہادت عطا کرے گا۔ خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں۔ میری نیت اور اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا۔ میں حسین (ع) بن علی (ع) کی فرمانبرداری میں جو امیرالمومنین (ع) اور پیغمبر (ص) کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام اور پیشوا ہے۔ ثابت قدم ہوں یزید اور معاویہ کو فاسق اور فاجر جانتا ہوں، عبیداللہ نے کہا تو معاویہ کو

فاسق کہتا ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا۔ مسلم نے کہا اے کذاب بن کذاب شراب تو اس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اسے گناہ نہیں سمجھتا اور خونریزی سے اپنا دل خوش کرتا ہے گویا کچھ گناہ ہی نہیں ہے عبیداللہ نے کہا اے فاسق تو نے یہ سمجھ کر مہم اختیار کی تھی کہ کام بن جائے گا مگر تو اس عہدہ کے لائق نہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے تجھے کامیاب نہ ہونے دیا اور اس شخص کو نصیب کیا جسے اس کے لائق پایا مسلم نے کہا کہ الحمدللہ ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ہوگا۔ عبیداللہ نے پوچھا کیا تو سمجھتا تھا کہ حسین (ع) کو خلافت مل جائے گی مسلم نے کہا جو کچھ میں سمجھے ہوئے تھا

وہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ یقینی امر تھا عبیداللہ نے کہا اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے

مسلم نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور شریر طینت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خونریزی کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے خدا کی قسم اگر میرے ساتھ کچھ آدمی ہوتے اور ذرا سا پانی مل جاتا تو تجھے اس قصر میں مزا چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا اگر تو مجھے مصمم مار ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کر اس سے کچھ وصیتیں کروں۔ عبیداللہ نے عمر بن سعد بن وقاص کو آپ کے پاس بھیجا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہے اس سے کہہ دی جائے عمر سعد نے مسلم کے پاس آکر کہا جو وصیت کرنی ہے مجھ سے کر میں اسے بجالاؤں گا مسلم نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو جانتا ہے آج مجھے تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں واجب ہے کہ میری باتوں کو غور سے سنے اور میری خواہش کو بجالائے۔ عمر سعد نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور مجھ پر فرض ہوگیا کہ تیری وصیت کو پوری کروں تو نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مگر تو تو میرے چچا کا بیٹا ہے جو کچھ کہتا ہے بیان کر مسلم نے کہا میں اس شہر میں آکر سات سو درہم کا قرض دار ہوں میرے مارے جانے کے بعد میرے گھوڑے اور زرہ اور اسلحہ کو بیچ کر قرضہ ادا کردینا پھر حسین (ع) بن علی (ع) کو خط بھیج کر میرے

حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لانا ورنہ جو میرا حال ہوا ہے وہی تمھارے ساتھ سلوک ہوگا۔ عمر سعد نے عبید اللہ سے وصیت کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ گھوڑے اور اسلحہ سے قرضہ کی ادائیگی کو ہم سے کچھ تعلق نہیں۔ نہ کوئی ممانعت کر سکتا ہے۔ مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمارا ہی اختیار رہے گا جو کچھ ہم چاہیں گے کریں گے اور حسین (ع) بن علی (ع) کی نسبت یہ بات ہے کہ اگر وہ ہم پر حملہ نہ کرے گا تو ہم بھی اس پر حملہ آور نہ ہوں گے اور اگر ہمیں ایذا دے گا اور خلافت حاصل کرنے کے واسطے ہم سے لڑے گا تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے اے مسلم بن عقیل تو اس شہر میں کس لیے آیا تھا حالانکہ اس کی حالت اور حاکم سب عمدہ حالت میں تھے تو نے آکر پریشانی ڈالی مسلم نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفرق اور پریشان کرنے کی غرض سے نہ آیا تھا مگر چونکہ تم نے بڑے بڑے قاعدے جاری کر دیئے ہیں مصر و روم کے بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا برتاؤ کر رکھا ہے خلق خدا کے خلاف عملدر آمد ہوتا ہے اور امر بالمعروف بالکل جاتا رہا کوئی شخص بدی سے نہیں روکتا اس لیے امیر المومنین حسین (ع) نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریق کو جاری کروں خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور محمد مصطفی (ص) کی سنت پر چلاؤں کیونکہ امیر المومنین علی (ع) کی وفات کے بعد خلافت ہمارا حق تھا اور تم بھی اس بات سے خوب واقف ہو خواہ اسے مانو یا نہ مانو امیر المومنین علی بن ابی طالب پر جو امام برحق اور خلیفہ مطلق تھے سب سے پہلے تم نے خروج کیا اور ہماری تمہاری وہی کیفیت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ عبید اللہ ابن زیاد نے یہ کلام سن کر بے حیائی کی زبان درازی کی، اور خدا اور رسول (ص) کا ذرا پاس نہ کیا اور حضرت علی (ع) و امام حسین و مسلم بن عقیل کی نسبت نالائق الفاظ منہ سے نکالے۔ مسلم نے کہا تیرے اور تیرے باپ کے اور اس شخص کے منہ میں خاک ہو جس نے تجھے امیر بنایا،

اے دشمن خدا ان کلمات کے تم خود سزاوار ہو تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی معلوم نہ تھا ہم اہل بیت نبوت میں سے ہیں ہمیشہ ہم پر مصائب نازل رہے ہیں ہم راضی برضا ہیں۔ الخبیثات للخبیثین کا مضمون تمہاری طرف ہی صادق آتا ہے اب تو جو چاہے کہہ اور کر۔ عبید اللہ نے کہا، اسے مکان کی چھت پر لے جا کر قتل کرو مسلم نے کہا اگر تو قریشی ہوتا اور ہم سے تیری رشتہ داری ہوتی تو تو مجھے اس طرح قتل نہ کرتا اور اگر تو اپنے باپ کا بیٹا ہوتا تو خاندان نبوت کے ساتھ ایسی عداوت سے پیش نہ آتا۔ عبید اللہ نے ان باتوں سے زیادہ غضب ناک ہو کر ایک زخمی شامی کو جس کے سر پر اثناء جنگ میں مسلم نے تلوار ماری تھی بلا کر کہا کہ مسلم کو چھت پر لے جا کر اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنا بدلا لے۔ وہ شخص مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے گیا۔ اثناء راہ میں مسلم تسبیح اور استغفار میں مشغول تھے کہتے جاتے تھے۔ اللھم احکم بیننا وبین قومنا خذلونا۔ غرض شامی نے بٹھا کر جسم مبارک سے سر اطہر الگ کر دیا۔ مسلم پر خدا کی رحمت ہو پھر وہ شخص دیوانہ وار کوٹھے سے اتر کر عبید اللہ کے پاس آیا اس نے اسے پریشان حال دیکھ کر پوچھا تجھے کیا ہوا مسلم کو قتل کیا یا نہیں اس نے جواب دیا ہاں مسلم کو تو قتل کیا مگر مجھے عجیب معاملہ پیش آیا اس کا سر کاٹنے کے بعد ایک سیاہ فام بدصورت شخص نظر آیا وہ دانتوں سے ہونٹ چباتا ہوا نہایت غصے سے میری طرف دیکھتا اور انگلی سے میری طرف اشارہ کرتا تھا میں اس قدر ڈرا کہ عمر بھر کسی شے سے ایسا نہ ڈرا تھا عبید اللہ نے سن کر کہا کہ تو نے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا اس سبب سے تیری طبیعت درہم برہم ہو گی کوئی بات نہیں اندیشہ نہ کر، پھر حکم دیا کہ ہانی کو قید خانہ سے نکال کر مسلم کے پاس پہنچا دے محمد بن اشعث نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو تندرست رکھے۔ ہانی بہت بڑا نامور اور بزرگ شخص ہے بصرہ میں تو بھی اس کے عالی مرتبہ اور بلند درجہ سے آگاہ تھا اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا جتھا بہت زیادہ ہے اس کی تمام قوم کو معلوم ہے کہ میں اور ابن خارجہ اسے تیرے پاس لے گئے ہیں اس لیے یہ امر ہمیں سخت ناگوار ہے تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس کی خطا بخش دے اس کی قوم کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کر۔ عبید اللہ نے ایک ڈانٹ پلائی اور

کہا چپ رہ کب تک ایسی بیہودہ گوئی کرتا رہے گا۔غرض اس کے حکم سے لوگوں نے ہانی کو قید خانہ سے نکالا بازار میں سے گزار کر قصابوں کے محلہ میں لے گئے جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں ہانی سمجھ گیا کہ مجھے قتل کریں گے غل وشور مچایا۔

اے مدحج والو اور میرے رشتہ دارو دوڑو اب عبیداللہ کے ملازموں نے اس کے ہاتھ کھول دیئے تھے پھر چیخا اور کہا ارے مجھے کوئی ہتھیار ہی دے دو کہ میں اس بلا کے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچا لوں۔ یہ سنتے ہی جلادوں نے پھر ہاتھ باندھ دیئے اور کہا گردن اونچی کر، ہانی نے کہا سبحان اللہ کیا اچھی بات کہتے ہو میں اپنے قتل کے واسطے خود کوشش نہ کروں گا۔ اتنے میں ابن زیاد کے ایک غلام رشید ملعون نے اس کی گردن پر تلوار ماری مگر وار پورا نہ بیٹھا اور ہانی نے کہا۔ الی اللہ المنقلب والمعاد اللھم الی رحمتک ورضوانک اجعل ھذا الیوم کفارۃ لذنوبی۔ اب دوسرے وار میں ہانی کی گردن قطع کر دی اور بحکم ابن زیاد ، ہانی اور مسلم کی لاشیں سولی پر الٹی لٹکا دیں اور دونوں کے سر ایک خط کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیئے ۔ مضمون خط یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم عبیداللہ ابن زیادہ کی طرف سے، یزید بن معاویہ کو خدا کی حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے امیر کا بدلا دشمنوں سے لے لیا اور ان کی طرف سے مطمئن کر دیا۔

اطلاع دیتا ہوں کہ مسلم نے کوفہ میں آ کر ہانی کے گھر میں پناہ لی تھی اور حسین (ع) کے واسطے خلقت سے بیعت لیتا تھا۔

میں نے جاسوس مقرر کر کے بڑی تدبیروں سے پتہ نکالا۔ جنگ وجدل کے بعد دونوں کو گرفتار کیا اب قتل کر کے ان کے سر ہمراہ نامہ روانہ کرتا ہوں۔

ہانی بن جردارعی اور زبیر بن ارحواح یہ دونوں قاصد امیر کے فرمانبردار اور خدمت گزار ہیں۔ ان سے اچھا سلوک کیا جائے۔ والسلام اب ان دونوں شخصوں نے شہیدوں کے سر اور خط یزید کے حوالے کیے تو اس نے خط کا مطالعہ کر کے حکم دیا کہ یہ سر دمشق کے دروازے پر لٹکا دیئے جائیں اور خود جواب

میں لکھا: تیرا خط آیا مسلم اور ہانی کے سر پہنچے، میں بہت خوش ہوا۔ تو مجھے بہت عزیز ہے۔

جیسا میں چاہتا تھا تو ویسا ہی نکلا۔ میں تجھ سے اس امر کی باز پرس نہیں کرتا جو کچھ تو نے کیا خوب کیا۔

قاصدوں کی نسبت جو لکھا تھا۔ ہر ایک کو دس دس ہزار درہم عطا کر کے شاداں وفرحاں واپس بھیجتا

ہوں۔

والسلام ہاں یہ بھی سنتا ہوں کہ حسین بن علی مکہ سے نکل کر عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔

تجھے بہت ہی احتیاط رکھنی لازم ہے۔ خبرداری کے ساتھ راستوں کو اپنی نگرانی اور حفا۴ ظت میں لے لینا چاہیے اور جس شخص کو فسادی سمجھے خواہ قتل کر یا قید میں ڈال۔ تجھے اختیار ہے کہ حسین کی جو خبریں تجھے معلوم ہوتی رہیں۔ وقتاً فوقتاً مجھے اس سے مفصل اطلاع دیتا رہ (ترجمہ فتوحات محمد بن علی بن اعثم کوفی 204ھ صہ 354 تا صہ 364 طبع دہلی) واضح ہو کہ اعثم کوفی نے بعض واقعات ایسے لکھ دیے ہیں جو ہمارے مسلمات کے خلاف ہیں اور واقعات میں الٹ پھیر بھی کیا ہے لیکن چونکہ ان کا بیان کثیر معلومات پر مشتمل ہے اس لئے ہم نے نقل کر دیا ہے۔ حضرت مختار حوالی کوفہ میں حضرت ہانی کا جس وقت واقعہ درپیش ہوا۔ حضرت مختار کوفہ میں موجود نہ تھے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مسلم جب حضرت ہانیء کے مکان میں منتقل ہو گئے تھے۔ تو حضرت مختار اپنی طاقت کو مضبوط کرنے کے لیے کوفے کے دیہاتوں کی طرف چلے گئے تھی۔ ان کو یقین تھا کہ حکومت کے مقابلہ کے لیے اہل کوفہ کی امداد کافی نہ ہوگی۔ حضرت مختار کا خیال تھا کہ ہم اپنے ہوخواہوں کو کثیر تعداد میں جمع کر کے ابن زیاد کی حکومت کا تختہ الٹ دیں گے۔ (روضۃ الصفاء جلد 3 صہ 74 ذوب النصار ابن نما صہ 402۔ روضۃ المجاہدین صہ 6، مجالس المومنین ص 356) غرضیکہ حضرت مختار کے شہر سے باہر جانے کے بعد حضرت ہانی بن عروہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت ہانی کے اہل قبیلہ بھی تھے۔ بالآخر رات ہوگئی۔ جناب محمد کثیر نے حضرت مسلم کو اپنے مکان میں رات گزارنے کے لیے ٹھہرا لیا۔ جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے محمد

دکشیر کو دربار میں طلب کیا اور انہیں ناسزا الفاظ سے یاد کیا چونکہ ان کے ہوا خواہ وہاں موجود تھے ۔ لہذا اچھی خاصی جنگ ہوگئی ۔ بالآخر دونوں باپ بیٹے درجہ شہادت پر فائز ہو گئے ۔ حضرت مسلم نے جب محمد دکشیر کے دربار میں شہید کیے جانے کی خبر سنی تو بالکل بے آس ہو گئے، اسی مایوسی کی حالت میں ایک گلی سے گزرتے ہوئے پیاس کی حالت میں آپ نگاہ ایک ضعیفہ پر پڑی ۔ آپ اس کے قریب تشریف لائے ۔ اور آپ نے پانی مانگا ۔ اس نے پانی دے کر ان سے درخواست کی کہ اپنی راہ لگے ۔ کیوں کہ یہاں کی فضا بہت مکدر ہے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی مجھے طوعہ کہتے ہیں ۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے طوعہ جس کے کوئی گھر نہ ہو وہ کہاں جائے اور کیا کرے اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں محمد (ص) اور علی مرتضیٰ کا بھتیجا اور حضرت امام حسین علیہ کا چچازاد بھائی مسلم بن عقیل ہوں طوعہ نے دروازہ خانہ کھولا، اپنے گھر میں جگہ دی آپ نے رات تو بسر کی لیکن صبح ہوتے ہی دشمن کا لشکر آ پہنچا ۔ کیونکہ پسر طوعہ نے ماں سے پوشیدہ ابن زیاد سے چغل خوری کر دی تھی لشکر کا سردار محمد بن اشعث تھا جو امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ جعدہ بنت اشعث کا حقیقی بھائی تھا ۔ حضرت مسلم نے جب تین ہزار گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو تلوار لے کر گھر باہر نکل پڑے اور سینکڑوں دشمنوں کو تہ تیغ کر دیا ۔ بالآخر ابن اشعث نے اور فوج مانگی ۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ ایک شخص کے لیے تین ہزار کی فوج کیسے ناکافی ہے اس نے جواب دیا کہ شاید تو نے یہ سمجھا ہے کہ مجھے کسی بنیا و بقال سے لڑنے پر مامور کیا ہے ارے یہ محمد کا برادر زادہ اور علی جیسے شجاع کا بھتیجا ہے ۔ غرضیکہ جب مسلم پر کسی طرح قابو نہ پایا جا سکا تو ایک خس پوش گڑھے میں آپ کو گرا دیا گیا، پھر گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا ۔ حضرت مسلم دربار میں خاموش داخل ہو گئے اور آپ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا ۔ کہا گیا کہ مسلم تم نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ مالی امیر سوی الحسین فرزند رسول حضرت امام حسین (ع) کے علاوہ دنیا میں ہمارا کوئی امیر نہیں ہے، ابن زیاد جو آگ کھائے بیٹھا تھا اس

نے حکم دیا کہ مسلم کو کوٹھے پر سے گرا کر قتل کر دیا جائے اور ان کا سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا جائے اور بدن برسر عام لٹکا دیا جائے۔ آپ کو ٹھے پر لے جائے گئے آپ نے چند وصیتیں کیں اور کوٹھے سے گرتے ہوئے السلام علیک یا اباعبداللہ زبان پر جاری کیا اور آپ نیچے تشریف لائے۔ آپ کا سر مبارک کاٹ لیا گیا۔ یہ واقعہ 9 ذی الحجہ 60ھ کا ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ ہانی بن عروہ کا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیا گیا اور بدن مبارک بازار قصابان میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر لاشوں کو بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا کہ قبیلہ مدحج کو جوش آ گیا نوجوان میدان میں نکل آئے اور انہوں نے حکومت کی فوج سے دانت کھٹا کر دینے والا مقابلہ کیا۔ بالآخر لاشوں کو چھین لیا اور انہیں احترام کے ساتھ سپرد خاک کر دیا۔ (روضۃ الشہدا ص 260 وکشف الغمہ ص 68، خلاصۃ المصائب ص 46 وکتاب چودہ ستارے ص 160 طبع لاہور)

حضرت مختار کی حمایت مسلم کے لیے دیہات سے لشکر سمیت واپسی

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ہانی، حضرت محمد و کثیر کی شہادت کے بعد حضرت مسلم نے میدان کارزار میں آ کر نہایت دلیری اور بہادری سے اپنی جان روح اسلام اور فرمان امام پر قربان کر دی، حضرت مختار جو جمع لشکر کے لیے کوفہ کے دیہات میں گئے ہوئے تھے، انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسلم میدان میں نکل آئے ہیں۔ اور دشمنوں سے نبرد آزما ہیں تو اپنے دل میں کہنے لگے کہ جس صورت سے ہو سکے، اب مجھے شہر کوفہ پہنچ کر حضرت مسلم کی امداد کرنی ہے۔ اور ان کے قدموں میں جان دینی ہے اسی تصور کے ماتحت آپ نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو جائیں۔ آپ کے حسب الحکم تمام لوگ مسلح ہو گئے۔ آپ نے بھی سلاح جنگ سے اپنے کو سنوار لیا پھر دروازے سے باہر آ کر میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ مجتمع ہو گئے آپ نے ترتیب قائم کی۔ اور کوفہ کی طرف روانگی

کا حکم دے دیا۔ حضرت مختار نہایت تیزی کے ساتھ کوفہ کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص کو راستہ کے کنارے بیٹھا ہوا دیکھ کر اس سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہا ہے، اور تجھے حضرت مسلم بن عقیل کے حالات کی کچھ خبر ہے یا نہیں؟ اس شخص نے حضرت مختار کو کوئی جواب نہ دیا۔ مختار وہاں سے روانہ ہو کر کچھ دور چلے تھے کہ آپ کو اس کا جواب نہ دینا بہت زیادہ محسوس ہوا آپ پھر واپس آئے۔ اور آپ نے اس سے فرمایا کہ اے شخص تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور تو نے میرے سوال کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آ رہا ہوں اور میں امیر ابن زیاد کا غلام ہوں، آپ نے پوچھا کہ ادھر آنے والے لشکر ابن زیاد کو کس مقام پر دیکھا ہے اس نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو بھی نہیں دیکھا۔ حضرت مختار وہاں سے روانہ ہو کر آگے بڑھے۔ آپ پوری سرعت کے ساتھ قطع مراحل کر رہے تھے کہ راستہ میں ایک دوسرا شخص نظر پڑا جو اندھا اور لنگڑا تھا حضرت مختار نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہا ہے اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آ رہا ہوں آپ نے پوچھا کہ از مسلم چہ خبر داری حضرت مسلم کے متعلق تجھے کیا اطلاع ہے اور وہ کوفہ میں کس حال میں ہیں۔ نابینا نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا کیونکہ نابینا ہوں لیکن وہاں لوگ کہتے ہیں کہ مسلم اور ابن زیاد میں سخت جنگ ہو رہی ہے۔ حضرت مختار نے جب اس نابینا سے یہ سنا کہ جنگ جاری ہے تو آپ نے اپنے لوگوں سے کہا بھائیو نہایت تیزی سے چلو تا کہ ہم کوفہ پہنچ کر حضرت مسلم کی مدد کر کے بارگاہ رسول کریم میں سرخرو ہو سکیں یہ کہہ کر آپ نے اپنے ساتھیوں سمیت نہایت سرعت سے ساتھ مسافت قطع کرنا شروع کر دیا۔ اور جلد سے جلد کوفہ پہنچنے کے لئے آپ بے چین ہو گئے۔ حضرت مختار نہایت تیزی کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بڑے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ لشکر مختار کو نہیں پہچانتا تھا اور حضرت مختار بھی ان سے ناواقف تھے ان لوگوں نے حضرت مختار سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور یہ لشکر کہاں لیے جا رہے ہو۔ اور مسلم و ابن زیاد میں سے کس کے طرف دار ہو حضرت مختار نے فرمایا کہ میں مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی

ہوں۔اور حضرت مسلم بن عقیل کے حمایت کے لیے جا رہا ہوں۔

میں نے تہیہ کیا ہے کہ حضرت مسلم کے دشمنوں کو فضائے کوفہ میں سانس نہ لینے دوں گا۔اور زمین کوفہ کو مسلم کے دشمنوں سے پاک کردوں گا۔ یہ سننا تھا کہ اس لشکر نے حضرت مختار کے لشکر پر حملہ کردیا، حضرت مختار جو شجاعت اور فن سپہ گری میں اپنے مثال نہ رکھتے تھے جھپٹ کر لشکر مخالف کے سردار (قدامہ) پر حملہ آور ہوئے اور اس کے سر پر آپ نے ایسے ضرب لگائی کہ سینہ تک شگافتہ ہوگیا۔اس کے مرنے سے لشکریوں کے ہمت پست ہوگئی اور سب میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر حضرت مختار آگے بڑھے ،ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ حضرت مختار کے غلام نے راستہ کے ایک کنارے پر پانچ آدمیوں کو بیٹھا دیکھ کر امیر مختار کو ان کی طرف متوجہ کیا۔حضرت مختار نے سنا کہ وہ اشعار پڑھ رہے ہیں، ان لوگوں نے جب مختار کو اپنے طرف آتے دیکھا اشعار پڑھنا بند کردیا،

حضرت مختار نے ان سے پوچھا کہ تم کیا شعر پڑھ رہے تھے۔ان لوگوں نے چند اشعار کا حوالہ دیا۔ پوچھا یہ اشعار کس کے ہیں؟ کہا عبداللہ صالح کے آپ نے پوچھا کہ ان اشعار کا مطلب کیا تھا جنہیں تم پڑھ رہے تھے ان لوگوں نے کہا کہ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ بکشتند کسے را کہ صالح بود، و بادی غدر کروند کہ اس شخص کو قتل کردیا جو نیک اور صالح تھا اور اس کے ساتھ پوری غداری کی یہ سننا تھا کہ حضرت مختار رو پڑے اور کہنے لگے کہ میرا دل ڈر رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت مسلم قتل نہ ہوگئے ہوں اس کے بعد حضرت مختار پھر آگے بڑھے ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک شخص کو آتے دیکھا جو قبیلہ بنی اسد کا تھا اس نے حضرت مختار کو پہچان کر باواز بلند پکارا اسیدی بکجا می روی اے میرے سردار مختار آپ کہاں جا رہے ہیں حضرت مختار نے کہا حضرت مسلم بن عقیل کی امداد کیلئے کوفہ جا رہا ہوں۔

حضرت مختار کی امیدوں پر پانی پھر گیا

اس نے باچشم گریاں کہا خدا آپ کو صبر دے حضرت مسلم کو زیادیوں نے شہید کر ڈالا ہے اور ان کا سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا ہے اور ان کے تن اطہر کو بازار قصاباں میں دار پر لٹکا دیا ہے یہ سننا تھا کہ حضرت مختار نے اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور چیخ مار کر رونا شروع کر دیا حضرت مختار کمال بیقراری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔

چوں ہوش آمد در خاک مغلطید جب ہوش آئے تو خاک میں لوٹنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر مرد اسدی نے حضرت مختار سے صبر کی درخواست کی اور کہا کہ اے میرے آقا اب مصلحت یہی ہے کہ حضور والا اپنے کو ابن زیاد کے شر سے بچانے کی طرف توجہ فرمائیں۔

حضرت مختار کی حکمت عملی

حضرت مختار نے موجودہ صورت حال پر غور کرنے کے بعد اپنے آدمیوں کو اپنی ہمراہی سے رخصت کر دیا اور کہا کہ خداوند عالم حضرت مسلم کے بارے میں تمہیں بھی صبر عطا کرے ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم ہماری خواہش پر امداد مسلم کے لیے آ گئے تھے اب جب کہ وہ ہی نہ رہے تمہارا کوفہ جانا بالکل بے سود ہے تم واپس جاؤ اور دشمن کی نگاہوں سے اپنے کو محفوظ رکھو۔ حضرت مختار نے اپنے مددگاروں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے سلاح جنگ کو اپنے سے دور کر دیا اور تن تنہا کوفہ میں داخل ہوئے۔ کوفہ میں ایک مقام پر آپ نے دیکھا کہ سیاہ علم نصب ہے اور خیمے لگے ہوئے ہیں اور ایک خیمہ میں ابن الحارث بیٹھا ہوا ہے اور منادی پے در پے ندا کر رہا ہے کہ۔ ہر کہ درز ہر علم حاضر شود او راز ینہا راست وجان و مال او ایمن است۔ جو شخص اس علم زیادی کے سایہ میں آجائے گا اس کا جان و مال محفوظ ہو جائے گا اور جو اس سے کترائے گا قتل کر دیا جائے گا حضرت مختار نے جونہی یہ منادی سنی فوراً آپ جھنڈے تلے آ گئے مخبر نے عمر بن الحارث کو اطلاع دی کہ بنی ثقیف کا ایک بزرگ شخص ملنے کیلئے آیا ہے۔ عمر بن حارث نے

اجازت دی۔ حضرت مختار اس کے پاس پہنچے، ابن حارث نے مختار کو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ وہ ایک مرد بزرگ اور مشہور تھے۔ حضرت مختار نے ابن حارث سے کہا کہ اے ابوحفص مسلم کی شہادت مومن کیلئے ایک مصیبت ہے لیکن میں شکر کرتا ہوں کہ تمہارے پاس اگیا ہوں اب اس سے یہ ہوگا کہ دشمنوں کی زبان بندی ہوجائے گی اور لوگ میرے خلاف ابن زیاد کو ورغلائیں گے نہیں ابن حارث نے کہا اے مختار تم نے ٹھیک رائے قائم کی ہے اور بہت اچھا ہو گیا کہ تم میرے پاس آ کر زیر علم ہو گئے

اور اے مختار تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مسلم کی مدد کیلئے نہیں نکلے اگر تم ان کی مدد کیلئے آجاتے تو یقینا قتل ہوتے کیونکہ فیصلہ یہ تھا کہ مسلم کی مدد کیلئے جو بھی آئے اسے قتل کر دیا جائے چاہے وہ حکومت کا خاص ترین آدمی ہی کیوں نہ ہو اب ایسا ہو گیا ہے کہ کوئی شخص تمہارے خلاف زبان نہیں کھول سکتا۔ مختار تم مطمئن رہو اب جس قدر بھی تمہاری امداد ممکن ہوگی میں کروں گا۔ مختار کو اطمینان دلانے کے بعد عمر بن حارث ابن زیاد سے ملنے کیلئے گیا اور باتوں باتوں میں اس سے کہنے لگا کہ اے امیر تو مختار سے بہت بدظن تھا حالانکہ وہ ہمارے ساتھ ہے اول کسے کہ درزیر علم آمد مختار بود میں نے جب منادی امن کرائی تھی تو سب سے پہلے جھنڈے کے تلے مختار ہی آئے تھے اور وہ اب تک ہمارے پاس موجود ہیں ابن زیاد نے کہا کہ اچھا مختار کو میرے پاس لاؤ، ابن الحارث نے مختار کو اطلاع دی اور وہ دربار ابن زیاد میں تشریف لائے۔ مختار کے دربار میں پہنچتے ہی دربان نعمان نے ابن زیاد سے چپکے سے کہہ دیا کہ مختار بہت خطرناک شخص ہے اس سے آپ ہوشیار رہیں اور اس کے معاملہ میں غفلت نہ برتیں۔ حضرت مختار دربار ابن زیاد میں حضرت مختار اور عمر بن الحارث وابن زیاد کی طلب پر داخل دربار ہوئے دربار میں داخل ہوکر مختار نے سلام کیا ابن زیاد نے جواب نہ دیا

حضرت مختار کو ابن زیاد کی اس حرکت سے بڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔ آپ خاموش ایک طرف بیٹھ گئے ابن زیاد نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ اے مختار کیا تم سے میں غافل ہوسکتا ہوں تم ہی

وہ ہو جس نے مسلم کی سب سے پہلے بیعت کی اور اب جب کہ ان کا چراغ حیات گل ہو گیا ہے تو میرے علم کے نیچے آگئے ہو میں تمہارے مکروفریب کو جانتا ہوں تم نے دربار میں داخل ہو کر اپنے تکبر کی وجہ سے بلا اجازت بیٹھنے کا جرم کیا ہے۔نعمان یا (ابن حارث) نے جب دیکھا کہ ابن زیاد مختار کے خلاف ہی بولتا جارہا ہے تو دربار میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر مختار کو برا بھلا نہ کہیے یہی وہ ہیں جو سب سے پہلے تیرے زیر علم آئے ہیں۔اور تیرے بہت زیادہ طرفدار ہیں یہ سن کر ابن زیاد مختار سے مطمئن ہو گیا اور حکم دیا کہ انہیں اچھی جگہ بٹھایا جائے اور ان کو خلعت شاہی دی جائے۔ابھی مختار کا معاملہ دربار میں زیر بحث ہی تھا کہ دربار کے ایک گوشہ سے رونے پیٹنے کی آواز آنے لگی ابن زیاد نے کہا کہ دیکھو کون رو رہا ہے اور کیوں رو رہا ہے لوگوں نے معلوم کر کے کہا کہ رونے والے نوفل کی بیوی اور اس کا فرزند ہیں وہ کہتے ہیں کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے قدامہ کو بیس آدمیوں سمیت قتل کر دیا ہے۔یہ سننا تھا کہ ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور اس نے فوراً نعمان کو طلب کر کے کہا کہ اب بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے ۔تم نے دشمن کی سفارش کی ہے اس کے بعد ابن زیاد حضرت مختار کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا بعض ہوا داران مراکشی و دعوائی دوستداری میکنیہ اے مختار تمہارا مکر یہیں ظاہر ہو گیا تم نے ہمارے بعض ہمدردان کو قتل کیا ہے اور ہماری دوستی کا دم بھرتے ہو حضرت مختار نے کہا اے ابن زیاد اس کے قتل ہونے میں میری کوئی خطا نہیں ہے

اس معاملہ میں وہی خطا پر تھا سن قدامہ اور اس کے ساتھیوں نے مجھ پر زیادتی کی تھی اور مجھے کوفہ میں داخل ہونے سے روکا تھا میں نے راستہ بنانے کیلئے ان کو قتل کیا ہے ورنہ باہمد گر دشمنی نہ تھی۔حضرت مختار اور ابن زیاد میں باہمدگر سخت کلامی ابن زیاد نے کہا کہ اے ملعون تو نے بیس ادمیوں کو مار دیا اگر مارنا تھا تو ایک کو مارا ہوتا جس نے مزاحمت کی تھی حضرت مختار نے جونہی ابن زیاد کی زبان سے اپنے کو ملعون سنا طیش میں آگئے اور انہوں نے ابن زیاد کے جواب میں کہا،اے ملعون کتے تو نے مجھے ملعون کیوں کہا

یہ سن کر ابن زیاد سخت غیظ وغضب میں آ گیا اور قابو سے باہر ہو کر اس نے وہ دوات اٹھا کر مختار کو مارا جو قلمدان حکومت میں رکھی ہوئی تھی۔ دوات لگنے سے مختار کو چوٹ آ گئی۔

حضرت مختار اس کے ردعمل میں ایک شخص سے تلوار چھین کر ابن زیاد پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے ابن زیاد ملعون تلوار کے خوف سے اٹھ کر بھاگا یہ دیکھ کر عامر بن طفیل اور دیگر درباریوں نے دوڑ کر مختار کو پکڑ لیا۔ حضرت مختار کو ابن زیاد نے جو دوات پھینک کر مضروب کیا تھا (یا بروایت چہرے پر چھری ماری بروایت مؤرخ ہردی ابن زیاد جو عبداللہ بن عفیف کو اس سے قبل جمعہ کے دن مسجد میں ابن زیاد کے امام حسین (ع) کے خلاف بولنے پر ٹوکنے کی وجہ سے قتل کرا چکا تھا، حضرت مختار سے کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے یزید اور اس کے لشکر کو کامیابی عطا کی اور حسین (ع) اور ان کے لوگوں کو قتل کی وجہ سے ذلیل وخوار کیا، اس پر مختار بولے۔ کذبت یا عدو اللہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے حضرت امام حسین (ع) اور ان کے ساتھیوں کو جنت ومغفرت کی وجہ سے عزت بخشی اور تجھے اور تیرے یزید ملعون کو جہنمی ہونے کی وجہ سے ذلیل وخوار ملعون ورسوا کیا، یہ سن کر ابن زیاد نے لوہے کی وہ چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی حضرت مختار کو گھسیٹ ماری جس سے حضرت مختار کی پیشانی زخمی ہو گئی اور اس سے خون جاری ہو گیا، ابن زیاد نے چاہا کہ ان کو قتل کرا دے درباریوں نے قتل سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۲۷ واصدق الاخبار ۲۲۳) حضرت مختار قید خانہ ابن زیاد میں اس کے بعد ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختار قید خانہ میں مقید کر دیا جائے چنانچہ آپ گرفتار ہو کر قید خانہ میں پہنچ گئے اور وہاں کی بے پناہ سختیاں جھیلنے لگے۔ ادھر حضرت مختار قید خانہ کوفہ میں پہنچائے گئے اور ادھر حضرت امام حسین (ع) مکہ سے بارادہ کوفہ روانہ ہو گئے امام حسین (ع) کو اس وقت تک نہ حضرت مسلم کی شہادت کی خبر تھی اور نہ حضرت مختار کی گرفتاری اور قید کی اطلاع تھی۔

حضرت امام حسین (ع) کیلئے جناب مختار کی تمنا

حضرت مختار کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ حضرت امام حسین (ع) مکہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں اور عنقریب کوفہ کیلئے روانہ ہوں گے آپ یہ تمنا کر رہے تھے کہ کاش کوئی ایسا شخص پیدا ہو جائے کہ حضرت امام حسین (ع) کو کوفہ پہنچادے اور وہ یہاں پہنچ کر ابن زیاد کو قتل کر دیں تا کہ قید و بند سے آزاد ہو جاؤں اور یزید کو اس کی جبروتیت کا مزہ چکھادوں۔ حضرت مختار تو حضرت امام حسین (ع) کے حالات سے بے خبر تھے لیکن ابن زیاد کو ان کی ہر نقل و حرکت کی اطلاع تھی۔

ابن زیاد نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ حضرت امام حسین (ع) روانہ ہو چکے ہیں۔ حر کی سرکردگی میں ایک ہزار کا لشکر بھیج کر عمر سعد کو جنگ حسینی کا کمانڈر انچیف بنا دیا اور اسے حکم دیا کہ امام حسین (ع) کو کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دے۔ چنانچہ وہ اسی ہزار کی فوج سے ان کا کام تمام کرنے پر تل گیا حضرت مختار کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ عمر سعد کی سرکردگی میں حضرت امام حسین (ع) سے مقابلہ کیلئے فوجیں بھیجی جا رہی ہیں کچھ دنوں کے بعد انہیں اس انتظام کا پتہ چلا تو آپ سخت حیران و پریشان بارگاہ احدیت میں دعا کرنے لگے۔ خدایا امام حسین (ع) کی خیر کرنا آپ کا حال یہ تھا کہ کبھی روتے اور کبھی سینہ و سر پیٹتے تھے اور کبھی انتہائی مایوس انداز میں کہتے تھے افسوس میں دشمنوں میں مقید ہوں اور اپنے مولا کی مدد کیلئے نہیں پہنچ سکتا زاید قدامہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مختار کو بار بار یہ کہتے سنا ہے کہ کاش میں اس وقت مقید نہ ہوتا اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان پر دولت صرف کرتا اور ان کی حمایت سے سعادت ابدی حاصل کرنے میں سرتن کی بازی لگا دیتا۔ (روضۃ المجاہدین علامہ عطاء الدین ص ۱۰ طبع جدید تہران و روضہ الصفا جلد ۳ ص ۷۴ ذوب النضار ص ۴۰۲ و مجالس المومنین ص ۳۵۶، نور الابصار ص ۲۴)

کربلا میں خیام اہل بیت (ع) کی تاراجی

حضرت زینب (س) کا خولی کو بددعا دینا اور حضرت مختار کے ہاتھوں اس کی تعمیل ادھر تو حضرت مختار قید خانہ کوفہ میں قید کی سختیاں جھیل رہے ہیں ادھر واقعہ کربلا عالم وقوع میں آ گیا اور حضرت امام حسین (ع) اپنے اصحاب، اعزا، اقربا اور فرزندان سمیت شہید کر دیئے گئے۔ شہادت امام حسین (ع) کے بعد دشمنان اسلام اور قاتلان امام حسین (ع) نے مخدرات عصمت وطہارت کے خیام کی طرف رخ کیا اور اس سلسلہ میں اس بہمیت کا ثبوت دیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ علامہ محمد باقر نجفی تحریر فرماتے ہیں کہ قتل حسین کے بعد دشمنان خیام اہلبیت پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لوٹنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ان کی چادریں سروں سے اتار لیں۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر عمر سعد کے گروہ کی ایک عورت تلوار لے کر اپنوں پر حملہ آور ہوئی اور اس نے چلا کر کہا کہ ہائے غضب رسول کی بیٹیاں بے پردہ کی جا رہی ہیں یہ دیکھ کر اس کے شوہر نے اسے پکڑ لیا اور اپنے خیمہ کی طرف لے گیا۔ حضرت فاطمہ بنت الحسین کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ہمارے پاؤں سے چھاگل اتارنا شروع کی مگر وہ رو رہا تھا میں نے کہا کہ ظلم بھی کرتا ہے اور روتا بھی ہے اس نے جواب دیا کہ روتا تو اس لیے ہوں کہ بنت رسول کے پاؤں سے زیور اتار رہا ہوں اور اتارتا اس لیے ہوں کہ یہ اندھا دھند لوٹ ہے میں نہ لوں گا تو کوئی اور لے لے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ شمر کی معیت میں ساری قوم خیموں پر ٹوٹ پڑی اور سب کچھ لوٹ لیا اور خیموں میں آگ لگا دی۔ اور حضرت ام کلثوم کے کانوں میں دو بندے تھے انہیں اس طرح گھسیٹ لیا کہ لویں پھٹ گئیں اور خون جاری ہو گیا۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ گروہ جفا کار نے عورتوں کی چادریں اتا لیے اور امام زین العابدین (ع) کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ انہیں قتل کر دیں۔ میں نے بڑھ کر کہا کہ اتنے شدید مریض کو ہرگز قتل مت کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ جونہی امام زین العابدین (ع) کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت زینب

وام کلثوم ان سے لپٹ گئیں اور انہوں نے کہا ہمیں قتل کردے پھر انہیں قتل کرو کتاب منتخب طریحی میں ہے کہ حضرت فاطمہ صغریٰ فرماتی ہیں کہ ہم درخیمہ پر کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ ہمارے بابا جان اور انکے دیگر مددگاروں کے سر کاٹے جارہے ہیں۔ پھر دیکھا کہ ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جارہے ہیں۔ میں دل میں سوچ رہی تھی کہ اب دیکھیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اتنے میں خیمے لٹنے لگے۔ ایک شخص نیزہ لیے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے اپنے گھوڑے پر سواری کی حالت میں اپنے نیزے سے ہم لوگوں کی طرف حملہ کردیا تھا اور ہم سب ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے اور جان بچانے کی کوشش کرتے تھے اور حضرت محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ (ع) امام حسین غرضیکہ سب کو پکار کر چلاتے اور روتے تھے۔ اور کوئی مددگار نظر نہ آتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی ہنگامے میں حضرت فاطمہ بنت الحسین کی طرف ایک شخص نیزہ لیے ہوئے بڑھا اور اس نے چاہا کہ حضرت فاطمہ پر حملہ کردے۔ یہ مخدرہ ایک طرف کو بھاگی۔ اس نے ان کی پشت میں نیزہ چبھودیا۔ وہ گر کر بیہوش ہوگئیں۔ جب لوٹ مار کی آگ تھی تو حضرت ام کلثوم ان کی تلاش کے لیے نکلیں۔ دیکھا کہ زمین پر بے ہوش پڑی ہیں۔ حضرت ام کلثوم انہیں نہ جانے کس طرح ہوش میں لائیں ہوش میں آتے ہی انہوں نے چادر مانگی۔ حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔ بیٹی ہم سب کی چادریں چھین لی گئی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس ظالم نے پشت میں نیزہ کی انی چبھو کر ان کے کان سے در چھین لیے تھے اور کان کی لویں شگافتہ ہوگئی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سکینہ دوڑ کر اپنے پدر بزرگوار کی لاش سے لپٹ گئیں اور بیہوش ہوگئیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بے ہوش کی حالت میں سنا۔

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی اوسمعتم بغریب اوشهید فاندبونی لیتکم فی یوم عاشوراء جمیعاً تنظرونی کیف استسقی لطفلی فابوا ان یرحمونی (۱)

اے میرے شیعو جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا، اور جب کسی غریب اور بے کس شہید کے مرنے کو سننا تو دو آنسو بہا لینا۔ (۲) میں رسول خدا کا نواسہ ہوں۔ مجھے دشمنوں نے بلا جرم و خطا قتل کر ڈالا اور قتل کے بعد مجھے گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال کر دیا۔ (۳) کاش تم عاشورا کے دن کربلا میں موجود ہوتے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی مانگتا تھا اور وہ کس دلیری سے پانی دینے کے منکر تھے۔ (۴) انہوں نے پانی کے عوض تیر سہ شعبہ سے میرے بچے کو نشانہ بنا دیا اور انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور مصیبت پر مصیبت ڈالتے چلے گئے۔ (۵) ویل اور پھٹکار ہو ان لوگوں پر کہ انہوں نے مجھے ستا کر رسول کریم کے قلب کو مجروح کر دیا۔ شیعوان پر جتنا تم سے ہو سکے لعنت کرو۔ الغرض شہادت امام حسین کے بعد اہل حرم سخت ترین مصائب میں مبتلا ہو گئے اور انہیں ہنگامی حالات میں بروایت ابومخنف عمر سعد نے آواز دی کہ اے لوگو کیا دیکھتے ہو۔ خیموں میں آگ لگا دو اور انہیں جلا ڈالو یہ سن کر انہیں میں سے ایک شخص بولا کہ اے ابن سعد: اما کفاک قتل الحسین واہلبیتہ و انصارہ کیا امام حسین (ع) اور ان کے اہل بیت اور انصار کا قتل کرنا تیرے نزدیک کافی نہیں ہے کہ اب ان کے بچوں کو جلا رہا ہے۔ ارے اب یہ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں کے لئے زمین دھنس اور ہم سب ہلاک ہو جائیں۔ اس کے بعد تمام لوگ خیموں کو لوٹنے لگے اور ہنگامہ عظیم برپا کر دیا انہوں نے حضرت زینب وام کلثوم (س) کے سروں سے نہایت بے دردی کے ساتھ چادریں چھین لیں۔ حضرت زینب (س) ارشاد فرماتی ہیں کہ میں خیمہ میں کھڑی تھی ناگاہ ایک کبود چشم شخص خیمہ میں داخل ہو گیا۔

اور جو کچھ خیمہ میں تھا سب کچھ لوٹ لیا۔ پھر امام زین العابدین (ع) کی طرف بڑھا جو سخت علیل تھے ان کے نیچے سے وہ چمڑا گھسیٹ لیا۔ جس پر وہ لیٹے ہوئے تھے۔ اور انہیں زمین پر ڈال دیا۔ پھر وہ میری طرف بڑھا اور اس نے میرے سر سے چادر چھین لی۔ پھر میرے گوشواروں کو اتارنے لگا۔ اور ساتھ روتا بھی تھا۔ جب گوشوارا اتار چکا تو میں نے کہا ظلم بھی کرتا ہے اور روتا بھی ہے۔ اس نے کہا کہ

میں تمہاری بے بسی پر روتا ہوں ۔قلت لہ قطع اللہ یدیک ورجلیک واحرقک اللہ بنارالدنیا قبل نارالاخرۃ میں نے کہا خداوند عالم تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع کرے اور تجھے آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ میں جلائے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت زینب کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ رائگان نہیں جا سکتے تھے۔ بالآخر وہ وقت آ گیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹے گئے اور وہ آگ میں بھی جلایا گیا۔ مؤرخ ابومخنف لکھتے ہیں کہ حضرت زینب کے اس فرماتے کو ابھی چند ہی یوم گزرے تھے کہ حضرت مختار ابی عبیدہ ثقفی نے کوفہ میں خروج کیا اور دیگر ملعونوں کی طرح یہ شخص بھی جس کا نام خولی ابن یزید اصبحی تھا۔ حضرت مختار کے ہاتھ آ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ما صنعت یوم کربلا تو نے کربلا میں کون کونسی حرکتیں کی ہیں اس نے کہا میں نے امام زین العابدین (ع) کے نیچے سے کھال کا بستر کھینچا تھا اور حضرت زینب کی چادر اتاری تھی ۔اور انکے کانوں سے گوشوارے لیے تھے۔ فبکی المختار یہ سن کر حضرت مختار زار وقطار رونے لگے۔ جب گریہ کم ہوا تو فرمایا کہ اچھا یہ بتا کہ انہوں نے اس وقت کیا فرمایا تھا اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے آخرت سے پہلے دنیا میں نذر آتش کرے۔ یہ سن کر حضرت مختار نے فرمایا۔ خدا کی قسم حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی دہن مبارک کے نکلے ہوئے الفاظ کی میں تعمیل وتکمیل کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور اسے آگ میں جلوا دیا۔ (دمعۃ ساکبہ ص348، ص350

اہلبیت رسول کا دربار ابن زیاد میں داخلہ اور حضرت مختار کی پیشی

۔لیکن اس واقعہ کے بعد جورات آئی جسے آج کل (شام غریباں) سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ بھی کچھ کم تکلیف دہ نہ تھی۔ تمام اعزا کا شہید ہو جانا دشمنوں کا زبردست گھیرا کسی وارث مرد کا موجود نہ ہونا۔

جنگل کا واسطہ خیام تک کا نہ ہونا مخدرات عصمت کے لیے نا قابل انداز ہ مصیبت کا پتہ دیتا ہے ۔خدا خدا کر رات گزری، صبح کا ہنگام آیا، شمر ملعون حضرت امام زین العابدین کے پاس آ پہنچا اور کہنے لگا کہ حکم امیر ہے کہ تم پھوپھیوں ، اپنی عورتوں اور اپنے بچوں سمیت شتران بے کجاوہ پر بیٹھا کر دربار ابن زیاد میں چلو حالات ایسے پیدا ہو چکے تھے۔ کہ ان کا کوئی محل ہی نہ تھا تاہم حضرت زینب کو غیظ آ گیا اور فرمانے لگیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا مگر معاً حضرت امام حسین کا ارشاد سامنے آ گیا بہن اسلام کے لیے مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا۔ حضرت زینب تیار ہو گئیں ۔شتران بے کجادہ اور بے محمل پر بیٹھ کر بہزار دقت و دشواری اور بہزار تکلیف و مصیبت جا بجا تقریریں فرماتی ہوئیں اور خطبہ کہتی ہوئیں ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئیں چھوٹے چھوٹے بچے بیمار بھیجتا اور دیگر بنات رسول خدا ساتھ ہیں ۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جس وقت سرہائے شہداء اور بنات رسول خدا داخل دربار ہوئے تو ابن زیاد بساط شطرنج پر تھا اور وہ محو ناشتہ وشراب تھا سروں کے دربار میں پہنچے کے بعد ابن زیاد نے سر امام حسین علیہ السلام کو طشت طلا میں پیش کر کے زیر تخت رکھوا دیا تھا۔ اہلبیت رسول رسن بستہ دربار کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تھے کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ قید خانہ سے مختار کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں حاضر دربار کیا جائے لوگوں نے حکم ابن زیاد کے مطابق حضرت مختار علیہ الرحمہ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دربار لا حاضر کیا۔ علما لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے مختار سے کہا اے مختار تم ابن ابوتراب حسین کا بڑا دم بھرتے تھے۔ لو یہ دیکھو کہ ان کا سر یہاں آیا ہوا ہے۔ حضرت مختار کی نگاہ جونہی سر امام حسین پر پڑی بے اختیار ہو گئے آپ نے کہا کہ اے ابن زیاد تو نے جو کچھ کیا سب برا کیا اگر خدا نے چاہا تو بہت جلد اس کا نتیجہ دیکھ لے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے کچھ منہ سے نہ کہا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مختار نے جونہی سر حسین پر نگاہ کی جوش میں آ کر زنجیروں میں بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں ہی ابن زیاد پر حملہ کر دیا اور ایک روایت کی بنا پر انہوں نے اپنے ہاتھوں کی زنجیر توڑ ڈالی اور جھپٹ کر حملہ کرنا چاہا لیکن لوگوں نے

پکڑ لیا۔ اس کے بعد فرمانے لگے ایک ہزار مرتبہ موت آنے سے زیادہ مجھے اس وقت سر حسین دیکھ کر تکلیف پہنچی ہے۔ حضرت مختار ابھی دربار ہی میں تھے کہ اہل بیت رسول خدا کے رونے کی صدا بلند ہوئی واجداہ واحسیناہ اے نانا رسول اور اے حسین غریب، حضرت مختار یہ منظر دیکھ کر خون کی آنسو رونے لگے ۔ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار کی زنجیریں اور کس دی جائیں اور انہیں قید خانہ میں لے جاکر ڈال دیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے زنجیریں اور کس دیں اور انہیں لے جاکر قید خانہ ڈال دیا۔ (روضۃ المجاہدین علامہ عطاالدین حسام الواعظ ص 10 طبع ایران۔ و۔ ریاض القدس جلد ص 136 طبع ایران)

اہل حرم کی شام کی طرف روانگی

اہل حرم کی شام کی طرف روانگی اور دمشق کارنامہ مختار کے جرنیل ابراہیم ابن مالک اشتر کی بہن کا نعرہ انتقام حضرت مختار کو قید میں ڈالو دیا گیا اور انہیں سات سال کی مزید سزا کا حکم دے دیا گیا۔ اور اہل حرم کو یزید کے سامنے پیش کیے جانے کے لیے شام کی طرف روانہ کر دیا گیا اس خبر سے اہل بیت حسین دمشق میں پہنچ رہے ہیں سارے شہر میں جشن عام کا اعلان ہو گیا۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں کہ دمشق میں دھوم دھام تھی کربلا میں حضرت امام حسین (ع) اور ان کے لڑکے اور خاندان نبوت کے طرف داروں کے یہاں قیامت آگئی۔ وہ زبان سے اف نہ کر سکتے تھے مگر اس خبر نے ان کے کلیجے پاش پاش کر دیئے تھے اور وہ گھروں کے اندر زاروقطار رو رہے تھے اس دن انہوں نے اور ان کے بچوں نے کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ ہر ایک ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور آنسو بہاتا تھا۔ یزید اور بنی امیہ کے خوف سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ آواز نکالتا یا ماتم کی صدا بلند کرتا خاوند بیوی کو دیکھ کر کلیجہ تھام لیتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا منہ برساتا اور بیوی خاوند کو دیکھتی اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی۔ بچے اپنے ماں باپ کو دیکھ کر سہمے ہوئے کھڑے تھے اور انہیں جانتے تھے کہ کیوں وہ اس قدر بے چین ہیں۔

ایک بچے نے اپنی ماں سے کہا کہ اماں ہمیں بھوک لگی ہے اس کی ماں نے رو کر جواب دیا۔ بیٹا تمہیں خبر بھی ہے

کہ جن کا کلمہ ہم سب پڑھتے ہیں ان کے نواسے بھوکے پیاسے ذبح کر ڈالے گئے اور اب ان کے بچے رسیوں سے بندھے ہوئے دمشق میں آنے والے ہیں جن کو خبر نہیں کھانا پانی میسر ہوگا یا نہیں۔ تم کس منہ سے روٹی مانگتے ہو۔ آج کا دن روٹی کھانے کا نہیں ہے۔ وہ بچہ یہ سن کر چپ ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد وہ پھر رونے لگا۔ دوسری طرف بنی امیہ کی عورتوں نے عید کی طرح بناؤ سنگار کیا۔ اور بالا خانوں پر سیر دیکھنے بیٹھیں۔ عذرہ، دروہ، خضرا، فرحہ وریحانہ کے پاس آئیں کہ ان کو تماشہ کے لیے لے چلیں مگر انہوں نے دیکھا کہ رو رہی ہیں اور روتے روتے ان کا عجب حال ہو گیا ہے۔ خضرا نے کہا ہائیں فاطمہ آج کا دن خوشی کا ہے خدا نے بنی امیہ کے سب سے بڑے دشمن کا کٹا ہوا سر دکھایا۔ تم روتی کیوں ہو؟ فرحہ نے کہا کہ میرے شوہر کے مرنے کی خبر آئی ہے مجھے تو اس کا غم ہے کہ ہائے میں اب کہاں جاؤں کون میری خبر لے گا۔ عذرہ اور دروہ نے کہا افسوس ہے ہم کو تمہارے صدمہ سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر تقدیر پر کچھ علاج نہیں۔ خضرا نے کہا دیکھو کہ تم لوگوں کا خدا کیسا ظالم ہے اس نے بیچاری عورتوں پر ذرا رحم نہ کیا اور ان کے وارث کو مار ڈالا۔ فرحہ بولی خضراء میرا دل نہ دکھاؤ خدا ظالم نہیں ہے۔ وہ ملک الموت کو بھی ایک دن موت دے گا۔ اور میں دعویٰ کرتی ہوں کہ میرے ہاتھ سے دے گا۔ عذراء نے کہا کہ بے چاری فاطمہ کا دل غم سے قابو میں نہیں ہے بھلا موت کے فرشتے کو بھی آئی آدمی ہلاک کر سکتا ہے۔ ریحانہ عرف امینہ نے کہا ہاں ہم اس کو ہلاک کر سکتے ہیں اور کریں گے۔ عذرا و دروہ وغیرہ اس فقرے پر مسکرانے لگیں اور انہوں نے کہا کہ اچھا تم موت کو ضرور سزا دینا چلو اب تو ہمارے ساتھ چلو اور قیدیوں کو سیر دیکھو فرحہ نے کہا بس بیویو مجھے معاف کرو میں اپنے حال میں مبتلا ہوں مجھے تماشہ کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر سب لڑکیاں فرحہ کے پاس چلی آئیں اور اس گھر میں پھر وہی شور ماتم بپا ہو گیا جب قیدی بازار

میں سے گذر رہے تھے۔فرحہ نے اپنے جھروکے سے دیکھا کہ امام زین العابدین اونٹ پر بیٹھے ہیں ۔چہرہ زرد ہے۔رسی سے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔قیدیوں کا نیلا کرتا گلے میں ہے اونٹ جھروکہ کے پاس آیا تو فرحہ نے کہا: السلام علیکم یا بن رسول اللہ۔امام نے جواب دیا علیک السلام یا امۃ اللہ فرحہ نے آہستہ سے رو کر کہا۔میں مالک بن اشتر کی بیٹی ہوں۔اور آپ کا انتقام لوں گی۔امام کا اونٹ ذرا آگے بڑھ گیا تھا مگر انہوں نے یہ فقرہ سنا اور مڑ کر فرحہ کو دیکھا اور بے اختیار رونے لگے فرحہ بھی روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔(طمانچہ بر رخسار یزید 93 باب 17 طبع دہلی 1940ء)

مختار آل محمد

دسواں باب

اہلِ حرم کا دربارِ یزید میں داخلہ حضرت زینب (ع) کا خطبہ قید خانۂ شام سے رہائی مدینہ میں رسیدگی

اہلِ حرم کا دربارِ یزید میں داخلہ حضرت زینب (ع) کا خطبہ قید خانۂ شام سے رہائی مدینہ میں رسیدگی

اورحضرت مختار کے خروج تک حضرت محمد حنفیہ (ع) کی روپوشی علماء کا بیان ہے کہ کوفہ سے ایک ہفتہ قید کے بعد حضرات آلِ محمد کو شام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ یزید کے حکم سے وہاں دربار سجایا جا رہا تھا۔ آئینہ بندی ہو رہی تھی کہ اہلِ حرم کا لٹا ہوا قافلہ بے شمار فوج کی حراست میں شام (دمشق) پہنچا۔ دربار کے سجنے میں چونکہ تاخیر تھی۔ اس لیے اہلِ حرم کا قافلہ "باب الساعات" پر تین گھنٹے بروایت تین دن تک ٹھہرا رہا۔ ذکر العباس ص ۱۹۱ میں ہے کہ چند دن قید خانہ کوفہ میں رکھنے کے بعد مخدراتِ عصمت وطہارت اور سرہائے شہداء کو امام زین العابدین (ع) کے ساتھ شام کے لئے روانہ کر دیا گیا۔

یہ تباہ حال قافلہ حسینی (ع) اس طرح روانہ کیا گیا کہ آگے آگے سرہائے شہداء، اُن کے پیچھے مخدراتِ عصمت تھیں۔

علاّمہ قائنی فرماتے ہیں کہ سروں میں حضرت عباس (ع) کا سر آگے اور امام حسین (ع) کا سر سب

سے پیچھے تھا۔

(کبریت احمر ص ۱۲۰) علّامہ سپھر کاشانی کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان حضرات کی روانگی کا اندازیہ تھا

کہ راستے میں جا بجا جناب زینت (ع) خطبہ فرماتی تھیں۔ جناب اُم کلثوم مرثیہ پڑھتی تھیں۔ جناب سکینہ"نحن سبایا آل محمد"" ہم قیدی اہل بیت رسول ہیں" ۔امام حسین (ع) کا سر مبارک تلاوت سورۂ کہف کرتا تھا۔(ناسخ التواریخ جلد ٦ ص ٣٥٠) ابو مخنف کہتے ہیں کہ اس قافلہ کا شام میں داخلہ باب خیزران سے ہوا...... پھر دربار میں داخلہ ہوا۔ایک شامی نے جناب سکینہ (ع) کو اپنی کنیزی میں لینے کی خواہش کی۔(لہوف ص ١٦٧) امام حسین (ع) کے لب ودندان سے ادبی کی گئی۔(صواعق محرقہ) یزید نے حضرت زینب (ع) سے کلام کرنا چاہا۔(روضۃ الشہداء) اور سرِ دربار حضرت زینب (ع) کو پکار کر کہا کہ اب زینب (ع)! خدا نے تم کو کیسا ذلیل کیا اور کس طرح تمہارے بھائی کو قتل کرادیا۔یہ سُننا تھا کہ حضرت زینب (ع) کھڑی ہوگئیں اور بہ لہجہ امیر المومنین (ع) فرمانے لگیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔" تمام حمد اس خدائے کائنات کے لئے سزاوار ہے جس نے عالمین کے لیے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے اور اس کی رحمتیں جناب رسالت ماب اور ان کی آلِ اطہار کے لیے موزوں ہیں۔ اے شامیو! خداوند عالم نے قرآن مجید میں تم جیسے لوگوں کی طرف سچا خطاب فرمایا ہے کہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھٹھہ بنا کر جھٹلانے کے باعث فسق وفجور کے سمندر میں غوطہ لگایا ہے ان کی عاقبت اور ان کا نتیجہ نہایت مہلک اور قبیح ہوگا۔اے یزید! خدا تجھ پر لعنت کرے،تُو نے ہمارے اوپر اطرافِ عالم کو تنگ کردینے اور مصائب وآلائم نازل کرکے اسیر بنانے کے باعث یہ ظن قائم کر رکھا ہے کہ تُو اللہ کے نزدیک مقرب اور ہم ذلیل وخوار ہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تیرے اس بے محل خوشی منانے کا باعث فقط تیرا تکبر اور تیری حماقت ہے اور لوگوں کا تیری طرف رغبت کرنا۔اے ملعون! اس

خوشی اور فخر یہ اشعار (جسے تُو نے ابھی ابھی پڑھا ہے) یکسوئی اختیار کر کے کیا تُو نے خداوند عالم کے اس ارشاد باصواب کو نہیں سُنا کہ کفار کو جو مہلت دی گئی ہے، یہ ان کی بہتری اور بہبودی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ وہ سرکش اور معصیت کی طغیانی میں کماحقہ غرق ہو لیں۔" یا ابن الطلقا" اے گندی نسل کی بنیاد! کیا تُو نے یہ عدل برتا ہے کہ اپنی بیویوں اور کنیزوں کو تو پردہ میں محفوظ رکھا ہے اور دختران ِ رسول کو بے مقنع و چادر شہر بہ شہر پھرایا جا رہا ہے۔ اور ہر خاص و عام بطور تماشبین ان کے گرد محیط ہے، اے ملعون! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ دختران ِ رسول کو اس منظرِ عام میں لا کر خوشی مناتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے ساتھ کوئی مددگار نہیں جو ہماری اعانت و حمایت کرے۔ پھر آپ کمال مایوسی کی حالت میں فرماتی ہیں:۔ ایسے خبیث الاصل سے رقت قلب اور رحم کی کیا اُمید ہو سکتی ہے جو ابتداء سے ہی ازکیاء کے جگر چبانے کے عادی ہیں اور جن کا گوشت خونِ شہداء بہانے کے ساتھ پیدا ہوا ہے اور ہماری طرف بغض و کینہ کی نگاہ سے دیکھنے والا ہماری عداوت میں کیوں کر کوتاہی کر سکتا ہے پھر تُو اے خبیث ربیع بدری کے اشعار پڑھ کر یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ اگر میرے گذشتہ آباؤ اجداد موجود ہوتے تو میرے اس فعل پر مرحبا کے نعرے بلند کرتے ہوئے دعا دیتے کہ اے یزید تیرے دونوں ہاتھ کبھی شل نہ ہوں حالانکہ اے خبیث تُو اس مقام پر چھڑی مار رہا ہے جہاں رسول بوسے دیتے ہوئے تھکتے نہ تھے۔

اے ملعون تُو کس طرح یہ نہ کہے حالانکہ تُو ایسا ظالم ہے کہ جس نے دردرسیدہ زخموں کو دوبارہ تراش دیا ہے اور آلِ محمد جو نجوم ارض تھے اُن کے خون بہانے کے باعث تُو نے قبر میں لے جانے والے زخم ڈال دیئے ہیں۔ اے ملعون تیو نے اپنے آباؤ اجداد کو خوشی کے باعث پکارا ہے، یقیناً تُو بھی اُن کی طرح جہنم میں جاگزیں ہوگا۔ اس وقت تُو یہ خواہش کرے گا کہ دُنیا میں میرے ہاتھ پاؤں شل ہوتے کہ کسی پر ظلم نہ کر سکتا اور گونگا ہی ہوتا کہ کسی کو لسانی تکلیف نہ دیتا اور جو کچھ دنیا میں کِیا ہے نہ کِیا ہوتا۔ پھر فرماتی ہیں: اللّٰھم خذ بحقنا وانتقم من ظالمنا خدایا ہمارے شہداء کا انتقام اور ہمارے حق کا بدلہ تیرے ذمّہ ہے۔

...........(پھر فرماتی ہیں) اے ملعون! یاد رکھ یہ تُو نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اپنے چمڑے اور گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ کیونکہ عنقریب تجھے اس کے بدلہ سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اور تُو لازمی طور پر رسول اللہ کے سامنے ان جرموں کا حامل ہو کر پیش ہوگا۔ اور ہمارے جن اشخاص کو تُو نے قتل کرایا ہے انہیں مردہ مت گمان کر کیونکہ شہید ہمیشہ زندہ ہوتے ہیں اور تجھ سے اس دن انتقام لیا جائے گا جس دن خدا کے سوا کسی کی حکومت نہ ہوگی اور رسول اللہ تیرے خصم اور مدمقابل ہوں گے۔ اور جبریل ان کے مددگار اور ناصر ہوں گے۔ اور تیرے مددگاروں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ ظالمین کی عافیت کیسی ہوتی ہے اور کون سی جماعت نے فتح پائی۔ اور کس جماعت کو شکست نصیب ہوئی اور اے ملعون تیرے ساتھ ہمکلامی کے سبب چاہے جتنے مصائب نازل کر دیئے جائیں۔ میں تیری ذلت طبع اور گمراہی کے اظہار سے باز نہ آؤں گی اور تیرے سامنے حق ضرور بیان کروں گی۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ کثرت غم کے باعث آنسوؤں سے آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں اور جگر پاش پاش ہوتا جا رہا ہے۔ فالعجب القتل حزب اللہ النجباء بحزب الشیطان الطلقاء عجیب بات ہے کہ گروہ خداوندی کو گروہ شیطان نے بظاہر قتل کر دیا ہے (لیکن حقیقتاً ان کی موت) زندگی کا پیغام ہے......اب عالم یہ ہے کہ ان خبیثوں کے ہاتھوں سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ اور شہداء کی نعشیں بے گور و کفن تپتے ہوئے ریگستانوں میں وحشی جانوروں کے سامنے پڑی ہیں۔ اے ملعون! آج تُو نے ہمارے مردوں کو قتل کرنا اور ہمارے اموال کو لوٹنا اگرچہ غنیمت سمجھ رکھا ہے لیکن عنقریب تجھے اس کے عوض عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ ہمارا اللہ پر بھروسہ ہے۔ ہمارا ذکر، ذکرِ خیر آخر تک رہے گا۔ اور تیرے عمل قبیح کی وجہ سے تجھ پر ہمیشہ لعنت ہوتی رہے گی۔ تیرا یہ لشکر اور تیری حکومت عنقریب ختم ہو جائے گی۔

الخ حضرت زینب (ع) تقریر فرما رہی تھیں لیکن آپ کے دل پر بے پردگی کا غم بادل چھایا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا آسمان دُور زمین سخت کِدھر جاؤں میں بیبیو (ع) مِل کے دعا مانگو کہ مَر جاؤں میں

حضرت زینب (ع) کا خطبہ جاری ہی تھا کہ ایک مرتبہ یزید کی پشت کی جانب سے ایک در کا پردہ اُٹھا اور ہندہ زوجہ یزید سرو پا برہنہ باہر نکل پڑی۔ یزید نے فوراً تخت سے اُتر کر اُس کے سر پر عبا ڈالی اور کہا کہ تُو نے میری بڑی توہین کی کہ بے پردہ نکل آئی۔

اُس نے کہا اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ تجھے اپنی عزّت کا اتنا خیال اور آلِ رسول کی عزّت کا مطلق خیال نہیں ہے۔ (کشف الغمہ) دربار کی تمام مصیبتوں کو جھیلنے کے بعد مخدرات عصمت وطہارت داخل قید خانہ شام ہو گئیں قید خانہ ایسا جس پر کوئی چھت نہ تھی۔ جوان عورات خاندانِ رسول کو گرمی وسردی کے شدائد سے محفوظ رکھ سکتی۔ علّامہ ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے (لہوف) ایک سال قید کی سختیاں جھیلنے کے بعد ان حضرات کی رہائی کا فیصلہ ہندہ کے ایک خواب کی وجہ سے ہوا سیّد سجاد (ع) نے حضرت زینب (ع) کے فرمانے کی بنا پر یزید سے ایک مکان خالی میں گریہ وماتم کے لیے کہا۔ مکان خالی کرا دیا گیا، آلِ رسول سات شبانہ روز اپنے اعزاء اقرباء کا ماتم کرتے رہے۔ یہ پہلی مجلس ماتم ہے جس کی بنیاد سرزمینِ دمشق میں ہوئی۔ پھر نعمان بن بشیر بن جرلم کے ہمراہ ان کی روانگی براہِ کربلا مدینہ کے لیے عمل میں آئی امام حسین (ع) کا یہ لُٹا ہوا قافلہ ۲۰ صفر ۶۲ ھ (یومِ چہلم) وارِدِ کربلا ہوا۔ جابر بن عبداللہ انصاری جو امام حسین (ع) کے پہلے زائر ہیں۔ کربلا پہنچ چکے تھے، وہاں پہنچ کر مخدرات عصمت وطہارت نے تین شبانہ روز نوحہ وماتم کیا پھر وہاں سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب (ع) قبرِ امام حسین (ع) چھوڑنے پر آمادہ نہ تھیں لیکن امام زمانہ حضرت امام زین العابدین (ع) کے حکم سے آپ کو ہمراہ جانا پڑا۔ کربلا سے روانگی کے بعد مدینہ سے پہلے ایک مقام پر حضرت زین العابدین (ع) نے قافلہ رکوایا اور نعمان بن بشیر سے فرمایا کہ اندرون مدینہ ہمارے یہاں پہنچنے کی اطلاع دے دے، مدینہ میں اطلاع کا پہنچنا تھا کہ تمام اہل مدینہ سرو پا برہنہ حضرت زینب (ع) کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس مقام پر ایسا کہرام بپا ہوا جس نے زمین و

آسمان کو رُلا یا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت اُم المومنین ام سلمہ اس عالم میں حضرت زینب کے قریب پہنچیں۔ کہ اُن کے ایک ہاتھ میں جناب فاطمہ صغری (ع) کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ میں وہ شیشی تھی۔ جس میں رسول کی دی ہوئی خاکِ کربلا خون ہوگئی تھی۔ امام ابواسحاق اسفرائنی لکھتے ہیں کہ جناب ام سلمہ نے مخدرات عصمت وطہارت سے ملنے کے بعد اس خون کو اپنے مُنہ پر مَل لیا اور فلک شگاف نالوں سے دل ارض وسما ہلانے لگیں۔ حضرت محمد حنفیہ (ع) ا کو جب اطلاع ملی دوڑ کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سیّد سجاد (ع) کو گلے لگا کر کہا" یا بن اخی، این اخی، بن اخی" اے میرے بھتیجے میرے بھائی کہاں ہیں میرے بھائی کہاں ہیں؟ محمد حنفیہ (ع) نے جب حضرت امام زین العابدین کے پس گردن پر ہاتھ رکھا تو آپ نے فرمایا چچا جان ہاتھ ہٹا لیجیئے۔ پوچھا بیٹا کیوں؟ فرمایا چچا جان طوق گراں بار نے گردن زخمی کر دی ہے۔ پھر امام زین العابدین (ع) نے واقعات کربلا پر مختصر سی روشنی ڈالی۔ حضرت محمد حنفیہ (ع) نے جب یہ سُنا کہ میرا بھائی تمام اعزاء اقرباء کی شہادت کے بعد میدان میں یک وتنہا مددگاروں کو پکار رہا تھا اور کوئی مددگار تیر وتلوار کے سوا نہ پہنچا تھا تو آپ بدحواس ہو کر زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔" فلما افاق من غشوتہ" جب آپ کو غش سے افاقہ ہوا آپ انتہائی رنج وغم کی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے آپ نے زرّہ راست کی، تلوار لگائی اور اپنے بال بچوں میں جانے کے بجائے ایک طرف کو جا کر اس وقت تک روپوش ہو گئے جب تک حضرت مختار علیہ الرحمہ نے خروج نہیں کیا،

روایت کے عیون الفاظ یہ ہیں۔ وما ظھر الا فی وقت ظھر المختار جب تک حضرت مختار نے خروج وظہور نہیں کیا آپ ظاہر نہیں ہوئے۔ (آئتین جلد ا ص ۸۲ ۔ ۸۰۲ روضۃ الشہداء۔ ابولفدا نور العین ص ۱۰۸۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۴۷ ۳۔ ریاض القدس جلد ا ص ۱۵۸) ذکر العباس ص ۲۹۶ میں ہے کہ مدینہ منورہ میں مخدرات عصمت کی رسیدگی کے بعد مجلس غم کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلی مجلس جناب

ام البنین (ع) اور حضرت عباس (ع) کے گھر منعقد کی گئی پھر دوسری مجلس امام حسن (ع) کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر حضرت محمد حنفیہ (ع) کے گھر مجلس منعقد ہوئی۔ پھر روضۂ رسول پر منعقد کی گئی جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ ہے اَلا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خَیْرَ مُرْسَلٍ حُسَیْنُکَ مَقْتُوْلٌ وَنَسْلُکَ ضَائِعٌ (ترجمہ) اے پیغمبر اسلام، اے اللہ کے رسول اے بہترین مرسل۔ آپ کے فرزند حسین (ع) کربلا میں قتل کر دیئے گئے اور آپ کی نسل ضائع و برباد کی گئی۔ پیغمبر اسلام کے روضہ پر نوحہ و ماتم کرنے کے بعد سارا مجمع حضرت فاطمہ (ع) اور امام حسن (ع) کے روضۂ انوار پر آیا۔ اور تادیر نوحہ و ماتم کرتا رہا۔ ابن متوج کہتے ہیں کہ اس وقت جو نوحہ پڑھا گیا اس کے پہلے شعر کا ترجمہ یہ ہے: اے لوگو! نوحہ کرو اور روؤ اس قتیل عطش پر جو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا (مع اعزا و قربا) شہید کر دیا گیا۔ (ریاض القدس جلد ۱ ص ۲۴۶) علّامہ محمد مہدی بہاری لکھتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ (ع) اپنے گھر میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔ ان کو اس سانحہ کی کوئی خبر نہ تھی۔ جب یہ رونے پیٹنے کی آواز سُنی بہت گھبرائے کہنے لگے۔ یہ کیا ماجرا ہے ایسا تلاطم تو جب ہی ہوا تھا جس روز رسول خدا نے انتقال کیا تھا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس خیال سے کہ بیماری کی وجہ سے نہایت لاغر و ضعیف و کمزور و نحیف ہو گئے ہیں ایسی خبر جان گذا سُن کر کہیں انتقال نہ کر جائیں۔

جب انہوں نے اصرار کیا تو ان کے غلام نے بڑھ کر کہا کہ فِدا ہوں آپ پر یا ابن امیرالمومنین (ع) واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بھائی حسین (ع) کو اہل کوفہ نے بُلایا تھا۔ مگر ان لوگوں نے بے وفائی کی اور مکر سے ان کے بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا۔ ناچار وہ حضرت اپنے اہل و عیال اصحاب و انصار کے ساتھ یہاں صحیح وسالم واپس آئے ہوئے ہیں۔ محمد بن حنفیہ (ع) نے غلام سے فرمایا پھر بھائی حسین (ع) ہم کو دیکھنے کیوں نہیں آئے؟ اس نے کہا ان کو آپ کا انتظار ہے کہ آپ ہی وہاں جایئے یہ سُنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے چلے بھائی کی ملاقات کو۔ ضعف سے کبھی کھڑے ہوتے تھے کبھی گر پڑتے

تھے۔ جب باہر آئے سامان دگرگوں دیکھا، دل دھڑکنے لگا۔ فرمایا: این اخی این اخی ثمرۃ فوادی این الحسین لوگو! برائے خدا جلد بتاؤ، میرے بھائی میرے میوۂ دل میرے حسین کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا، اے آقا! بھائی آپ کے فلاں مقام پر ہیں، آخر لوگون نے ان کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ لباس درست کر دیئے سب غلام اُن کے ساتھ ساتھ تھے یہاں تک کہ مدینہ کے باہر پہنچے تو کچھ سیاہ عَلم دکھائی دیئے کہنے لگے کہ میرے بھائی کا عَلم تو سبز تھا یہ سیاہ عَلم کیسے ہیں واللہ قتل الحسین بنو امیہ خدا کی قسم بنی اُمیہ نے حسین قتل کرڈالا۔ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ خادم دوڑتا ہوا امام زین العابدین (ع) کے پاس گیا اور کہا "یا مولای ادرک عمک قبل ان یقارت روحہ الدنیا" اے آقا جلد اپنے چچا کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ ان کی روح دنیا سے انتقال کر جائے۔ یہ سُنتے ہی بیمارِ کربلا چلے، روتے جاتے تھے۔ دست مبارک میں سیاہ رومال تھا۔ اس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ جب پہنچے اپنے چچا کے سر کو گود میں رکھ لیا۔ جب ہوش میں آئے بھتیجے کو دیکھ کر پوچھا، بیٹا یہ تو بتاؤ کہ میرے بھائی میرے نور بصر، تمہارے باپ، میرے والد کے جانشین کہاں ہیں؟ فرمایا چچا کیا پوچھتے ہو حال اپنے بھائی کا ظالموں نے اُن کو قتل کیا۔ سب کے سب مارے گئے ہمارے ساتھ فقط عورتیں بے والی و وارث، بے حامی و مددگار روتی پیٹتی آئی ہیں، اے چچا! کیا حال ہوتا آپ کا اگر دیکھتے کہ وہ جناب ایک ایک سے پناہ مانگتے تھے مگر کوئی پناہ نہ دیتا تھا ایک ایک سے پانی مانگتے تھے۔ مگر کوئی پانی نہ دیتا تھا۔ حالانکہ جانور تک پیتے تھے۔ مگر حسین (ع) کو بھوکا پیاسا قتل کیا سُنتے ہی محمد حنفیہ (ع) نے چیخ ماری اور پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے کہا بیٹا، کچھ اور بیان کرو کہ کیا کیا مصیبتیں تم لوگوں پر گزریں۔ سیّد سجاد بیان کرتے جاتے تھے اور دونون آنکھوں سے مثل پرنالے کے آنسو جاری تھے۔ دست مبارک میں رومال تھا اس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ کہاں تک مصیبتوں کو بیان کرتے۔ کہتے کہتے تھک گئے اتنے میں مدینہ کی عورتیں بھی پہنچ گئیں۔ جب زنانِ اہل بیت (ع) سے ملیں تو کہرام مچا

ہوا تھا۔ ماتم کرتی تھیں۔ مُنہ پر طمانچے مارتی تھیں کہ اگر پتھر ہوتا تو وہ بھی غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ (الوائج الاحوال جلد ۲ ص ۳۶۲ طبع دہلی) علامہ کنتوری لکھتے ہیں کہ مدینہ میں نوحہ و ماتم کا سلسلہ پندرہ شبانہ روز تک مسلسل جاری رہا۔ (مائتین ص ۷۹۹۔ مقتل ابی مخنف ص ۴۸۰) ایک روایت میں ہے کہ اس دوران میں کسی کے گھر میں آگ نہیں سلگائی گئی۔ علماء کا اتفاق ہے کہ رسول کریم کی مخدرات عصمت وطہارت نے غم کے لباس اس وقت تک تبدیل نہیں کیے جب تک حضرت مختار کے ہاتھوں قتل ہو کر ابن زیاد اور عمر سعد کا سر حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں نہیں پہنچ گیا۔ یعنی عورات بنی ہاشم نے ۶۲ھ سے ۶۷ھ تک لباس غم نہیں اُتارا۔ اور اپنے سروں میں تیل نہیں ڈالا...... اپنی آنکھوں میں سُرمہ نہیں لگایا۔ جب ۹ ربیع الاوّل ۶۷ھ کو یہ سر مدینہ پہنچے ہیں۔ تو بحکم امام (ع) مخدرات عصمت وطہارت نے غم کے لباس اُتارے۔ اور فی الجملہ خوشی منائی۔ (مجالس المومنین ص ۳۵۶۔ اصدق الاخبار ص ۹۔ ذوب النضار ابن نما ۴۱۵۔ اخذ الثار ابو مخنف ص ۴۹۶۔ رجال کشی ص ۸۵)۔

گیارھواں باب

زندانِ کوفہ میں حضرت مختار کی حالتِ زار حضرت میثم تمّار سے ملاقات

زندانِ کوفہ میں حضرت مختار کی حالتِ زار حضرت میثم تمّار سے ملاقات اور مُعلّم کوفہ عمیر بن عامر ہمدانی کا واقعہ اور حضرت مختار کی رہائی حضرت مختار محبت آلِ محمد کے جرم میں قید خانہ کوفہ کی سختیاں نہایت دلیری کے ساتھ جھیل رہے ہیں۔ مختار کو اس دن کے بعد سے جس دن اہلِ حرم دربار کوفہ میں تھے اور مختار کو بلایا گیا تھا پھر مختار کو روشنی دیکھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انہیں ایسے قید خانہ میں محبوس کیا گیا تھا جو خاص شیعیانِ علی (ع) ابن ابی طالب (ع) کے لیے خصوصیت کے ساتھ تعمیر ہوا تھا۔ وہ ایسا قید خانہ تھا جس میں نہ دھوپ کی روشنی پہنچتی تھی اور نہ ٹھیک طریقے پر اس میں ہوا کا گذر ہو سکتا تھا۔ وہ قید خانہ جس میں لوہے کے در لگے ہوئے تھے۔ اور جس کے قُفل پر ابن زیاد کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور اس کی تاریکی اور گہرائی کے لیے مؤرخین لکھتے ہیں کہ سطح زمین سے ایک روایت کی بنا پر پچاس ہاتھ نیچے اور ایک روایت کی بنا پر پچیس ہاتھ نیچے تھا۔ اس میں داخلہ کے وقت پچاس یا بیس سیڑھیاں طے کرنا پڑتی تھیں۔ اس قید خانہ میں کوئی ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتا تھا اس قید خانہ میں عرصہ دراز سے چار ہزار پانچ سو محبان امیر المومنین (ع) مقید تھے۔ جن میں حضرت میثم تمّار بھی تھے۔ حضرت مسلم نے دورانِ قیامِ کوفہ میں

بھی طے کیا تھا کہ ایک ذرا غلبہ نصیب ہوتے ہی سب سے پہلے ان لوگوں کو رہا کرانا ہے۔(نورالابصار ص ٥٦)

حضرت مختار اسی شدید ترین قید خانہ میں محبوس کیے گئے تھے۔ اور اُن کے ساتھ ایک خاص ظلم یہ تھا کہ ان کے ہاتھ پشت کی جانب سے بندھے ہونے تھے اور سارا جسم زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا گلے میں طوق گرانبار اور پیروں میں سخت قسم کی بیڑیاں تھیں۔ حضرت مختار کی حالت یہ تھی کہ انہیں گردن پھرانے کا بھی امکان نہ تھا۔ مزید برآں یہ کہ ان کو قید خانے کے آخری کونے میں ڈالا گیا تھا۔ (اخذ الثار وانتصار المختار ابی مخنف ص 480 ضمیمہ بحار طبع ایران) حضرت مختار کے ہمراہ عبداللہ ابن حارث بن عبدالمطلب بھی تھے۔ قید خانے میں پہنچ کر بہت دنوں تک حضرت مختار کے قید خانہ میں ہونے سے اہلِ قید خانہ بے خبر تھے۔ ایک دن نہ جانے کس طرح حضرت میثم تمار نے محسوس کر لیا کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی بھی اسی قید خانہ میں ہیں۔ بالاخر دونوں میں ملاقات ہوگئی اور ایک ہی جرم کے مجرم میثم تمار ومختار آپس میں ہمکلام ہوے۔ گفتگو ہوتے ہوتے یہ بات بھی ہوئی کہ اب آئندہ کیا ہونا ہے۔ عبداللہ ابن حارث نے کہا کہ میں تو اپنے جسم کے بال صاف کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ عنقریب مجھے پھانسی دی جائے گی۔ حضرت مختار نے کہا کہ تم اس کا خیال بھی نہ کرو ابن زیاد نہ مجھے پھانسی دے سکتا ہے اور نہ تمہیں سپرد دار کرسکتا ہے عنقریب تم رہا ہوکر بصرہ کے حاکم بنوگے یہ سن کر حضرت میثم تمار نے فرمایا اے مختار! تم واقعاً قتل نہ ہوگے اور ضرور رہا کیے جاؤ گے کیونکہ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا تمہیں نے واقعہ کربلا کا بدلا لینا ہے تم قید سے ضرور چھوٹو گے اور بے شمار دشمنان آل محمد کو قتل کرو گے۔(دمعۃ ساکبہ ص 405) حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کی غذا قطران قرار دی گئی جو سیاہ رنگ کی چیز ہوتی ہے خارشتی ناقہ کے پشت پر ملی جاتی ہے جس کی شدید حرارت سے جگر شق ہوتا ہے اور آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے۔(نورالابصار ص 27) بہرحال حضرت مختار قید خانہ کی سختیاں جھیل ہی رہے تھے کہ

دفعتہ ایک دن عمر بن عامر ہمدانی کا قید خانہ میں داخلہ ہوا انہیں چونکہ اسی قید خانہ میں مختار کے مقید ہونے کی خبر تھی لہٰذا انہوں نے داخل قید خانہ ہوکر حضرت مختار کو تلاش کیا اوران کے قریب جا کر انہیں سلام کیا حضرت مختار نے سر اٹھا کر عمر بن عامر کو دیکھنے کی سعی کی مگر گردن نہ اٹھ سکی پوچھا تم کون ہو کہا میں عامر بن ہمدانی ہوں پوچھا کس جرم میں یہاں لائے گئے ہو۔عرض کی محبت آل محمد کے جرم میں اس کے بعد انہوں نے اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔

معلم کوفہ عمیر بن عامر ہمدانی کی سرگذشت

معلم کوفہ عمیر بن عامر ہمدانی کی سرگذشت حضرت امام عبداللہ ابن محمد اپنی کتاب قرۃ العین فی اخذ ثارالحسین ص 120 طبع بمبئی 1292ء میں اور علامہ عطاالدین حسام الواعظ اپنی کتاب، روضۃ المجاہدین ص 63 میں اور مورخ اعظم ابومخنف لوط بن یحیٰی ازدی، اپنی کتاب اخذ الثار وانتصا المختار علی الطغاۃ الفجار ضمیمہ بحار جلد 10 ص 480 طبع ایران میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین (ع) جب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور بنی امیہ کا اقتدار بلند ہو چکا اور شیعیان علی بن ابی طالب ابن زیاد کے ظلم و جور کی فراوانی کی وجہ سے شرق وغرب عالم میں منتشر ہو چکے تو ابن زیاد بدنہاد نے کوفہ و بصرہ میں اعلان عام کرادیا کہ جو علی بن ابی طالب اوران کی اولاد کو خیر کے ساتھ یاد کرے گا۔اسے قتل کردیا جائے گا۔اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ کوفہ کے ایک معلم عمر بن عامر ہمدانی جو آل محمد کے شیعوں میں سے تھے۔اور مخفی طور پر اپنے ایمان کو چھپائے زندگی کے دن گزار رہے تھے اور اپنے دل میں دعائیں کرتے تھے۔خدایا مجھے ایسے شخص کی امداد کا موقع عنایت فرما جو قاتلان حسین (ع) کو قتل کرنے والا ہو شب وروز یہی دعائیں کرتے تھے اور قید خانہ میں مختار پر جو گزر رہی تھی۔اس سے بڑے دل تنگ تھے لیکن کچھ نہ کرسکتے تھے یہ معلم نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔اور بے انتہا زیرک اور ہوشمند اتفاقاً ایسے

وقت میں جب کہ آپ مشغول تدریس تھے اور کوفہ کے تمام بڑے بڑے لوگوں کے لڑکے زیر درس تھے ایک شخص سے پانی طلب کیا اس نے ٹھنڈے پانی کا جام حاضر عمر بن عامر کیا آپ نے جونہی اسے نوش کیا۔ واقعہ کربلا کا نقشہ نگاہوں میں پھر گیا اور بے ساختہ منہ سے یہ نکل گیا کہ خدایا امام حسین (ع) کے قاتلوں اور ان پر پانی بند کرنے والوں پر لعنت کر اس کے بعد کوزہ واپس کر دیا اور ایک درہم پانی پلانے والے کو بھی دیا وہ تو چلا گیا لیکن معلم سے ضبط گریہ نہ ہوسکا۔ وہ بآواز بلند رونے لگا۔ معلم کے پاس جو بچے زیر تعلیم تھے اور اس وقت حاضر تھے ان میں سنان بن انس نخعی کا فرزند بھی تھا اس نے جب معلم سے قاتلان حسین پر لعنت کرتے سنا تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تو مجھے اور میرے والد کو نہیں جانتا کہ ہم لوگ کون ہیں تو نے اتنی بڑی جسارت کی کہ ہمارے سامنے حسین کے قاتلوں پر لعنت کر دی کیا تجھے نہیں معلوم کہ حسین (ع) کا قاتل ابن زیاد اس وقت حاکم کوفہ ہے جس نے عمر سعد کی کمان میں امام حسین (ع) کو بحکم یزید قتل کرایا ہے

اور قتل کے بعد میرے باپ سنان ابن انس نے ان کا سر نیزے پر بلند کیا تھا اب تیری اتنی مجال ہوگئی کہ تو ہمارے سامنے ان لوگوں پر لعنت کرے۔

اور انہیں گالیاں دے سن میں اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کرسکتا یہ سننا تھا کہ معلم عمر بن عامر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اس کے ہاتھ سے طوطے اُڑ گئے ہکا بکا، حیران کھڑا فرزند سنان بن انس کا منہ تکنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد حواس بجا ہوئے تو اس سے کہا کہ بیٹے میں نے جو کچھ ہے اور تو سمجھا کچھ ہے، تیرا جو خیال ہے وہ میرا منشا نہیں ہے۔ میں نے تو کسی پر لعنت نہیں کی نہ جانے میں نے کیا کہا اور تو نے کیا سنا۔ غرضیکہ معلم نے ابن سنان بن انس کو نہایت نرمی اور شفقت سے سمجھا بجھا دیا اور اس سے خواہش کی کہ ان باتوں کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ اس لڑکے نے فی الحال معلم کے کہنے سے خاموشی اختیار کر لی مگر چونکہ نسل میں کھوٹ تھا اس لیے وہ اسے بالکلیہ فراموش نہ کرسکا اسے جب یقین ہوگیا کہ

معلم کے ذہن سے اب واقعہ محو ہو گیا ہوگا تو ایک عرصہ کے بعد ایک خرابہ (کھنڈر) میں گیا جو مکتب کے قریب ہی تھا۔ اس میں پہنچ کر اس نے یہ حرکت کی کہ سب سے پہلے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور صافہ کے شملہ میں ایک پتھر باندھ لیا۔

پھر اس پتھر سے اپنے سر اور جسم کو اس درجہ زخمی کیا کہ لہولہان ہو گیا جب جسم کے مختلف اطراف سے خون بہنے لگا تو روتا پیٹتا دارالامارہ میں گیا جہاں اس کا باپ کرسی اقتدار پر بیٹھا تھا۔ باپ نے اسے دیکھا گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے اس نے کہا خیر کیا ہے،

واقعہ یہ ہوا کہ معلم عمیر بن عامر ہمدانی نے پانی پی کر قاتلان حسین (ع) پر لعنت کی اور ان لوگوں پر بھی لعنت کی جن لوگوں نے ان پر پانی بند کیا تھا اور جنہوں نے ان کا حق غصب کیا ہے یہ سن کر میں نے اس سے کہا کہ تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سمجھ کر کہتا ہے یا یونہی بول رہا ہے اس نے جواب دیا میں بہت سمجھ کر کہہ رہا ہوں اور اب سن لے، خدا لعنت کرے۔ یزید ابن زید، سنان پر اور تجھ پر، میں نے کہا کہ اے شیخ کیا یزید سے زیادہ حسین مستحق خلافت ہے جو تو ایسی باتیں کرتا ہے۔ اس نے مجھے اس کے جواب میں گردن سے پکڑ لیا اور مجھے گھسیٹ کر ایک تاریک کمرہ میں لے گیا اور مجھے رسی سے بہت مستحکم طریقہ پر باندھ دیا اس کے بعد مجھے مارنا شروع کیا اور اس درجہ مارا کہ میں مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ دفعتہً رسی ٹوٹ گئی اور میں جان بچا کر بھاگ نکلا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر رسی نہ ٹوٹتی تو میں آج قتل کر دیا جاتا یہ سنتا تھا کہ سنان بن انس آگ بگولا ہو گیا اور حضرت علی (ع) اور ان کے شیعوں کے حق میں اول فول بکنے لگا۔ پھر نہایت غصہ کے عالم میں ابن زیاد کے پاس پہنچا اور اپنے لڑکے کو ہمراہ لے جا کر اس کے سامنے اس کی پیٹھ کھولی اور سارے زخم اسے دکھلائے اور اس نے کہا کہ اے امیر عمیر ابن عامر نے میرے لڑکے پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اس نے پوچھا کیا ہوا اس نے کہا کہ عمیر بن عامر نے پانی پی کر قاتلان حسین پر لعنت بھیجی اور اس کے اس فعل پر میرے لڑکے نے ٹوکا تو اس نے اس کا یہ حال بنا دیا۔ یہ سنتا

تھا کہ ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے دربان سے کہا کہ عمیر کو اس کے گھر سے پکڑ کر میرے پاس حاضر کر اور اگر اس کے لانے میں کوئی مزاحمت کرے تو اسے قتل کر دے اور اس کا گھر پھونک دے۔ حکم ابن زیاد پاتے ہی دربان، عمیر بن عامر کی تلاش میں نکل پڑا اور اس کے گھر جا کر اس کو وہ جس حال میں تھا گرفتار کر لیا اس کے گلے میں عمامہ کا پٹہ ڈال کر گھسیٹتے ہوئے ابن زیاد کی خدمت میں حاضر کیا، تو ابن زیاد نے کہا کہ اے عمیر خدا تجھے غارت کرے تو نے ہی قاتلان حسین (ع) پر لعنت کی ہے اور تو ہی حسین کا مداح ہے یہ کہہ کر ابن زیاد نے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے مارو، چنانچہ سب نے مل کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اس کے منہ کے سارے دانت توڑ دیئے۔ جب کافی مار پڑ گی تو عمیر نے اپنی خطا دریافت کی کہا گیا کہ خطا کیا پوچھتا ہے تو نے قاتلان حسین پر لعنت کی ہے اس کی تجھے سزا مل رہی ہے۔ عمیر بن عامر نے جب اپنی خطا سنی تو کہا خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کہا اور اس لڑکے کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ خدا کی قسم اس نے مجھ پر افترا کیا اور بہتان باندھا ہے۔ حضور میرے امر میں جلدی نہ کریں اور کسی کے قول کو باور نہ فرمائیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ سنئے اگر ایک شخص بھی اس امر کی گواہی دے دے کہ میں نے کچھ کہا یا کچھ کیا ہے تو میری جان اور میرا مال تیرے لئے حلال ہے یہ سن کر ابن زیاد کا غصہ قدرے فرد ہو گیا لیکن حکم دے دیا کہ اسے قید کر دیا جائے۔

حکم ابن زیاد پاتے ہی کارندوں نے اسے اسی قید خانہ میں پہنچا دیا جو شیعیان علی بن ابی طالب کیلئے بنایا گیا تھا۔ معلم عمیر بن عامر ہمدانی کا بیان ہے کہ حکم ابن زیاد پانے کے بعد مجھے ایسے قید خانے میں لے گئے جو زمین کے اندر تھا اور اس پر قُفل لگے ہوئے تھے اور نگہبان مقرر و معین تھے وہ قید خانہ اتنا تاریک تھا کہ رات اور دن میں کوئی فرق نہ تھا میں ایسا سمجھ رہا تھا کہ جیسے مجھے تحت الثری میں پہنچا دیا ہے۔ اس قید خانے میں سطح زمین سے نیچے کیطرف پچاس زینے تھے۔ جب میں آخری زینے پر پہنچا تو مجھے بالکل ہی کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور سوا لوگوں کی آوازوں کے جو چیخ و پکار اور فریاد کر رہے تھے اور کچھ

سنائی نہ دیتا تھا میں سخت حیرانی کی حالت میں اس میں دن گزارنے لگا۔ایک دن میں نے محسوس کیا کہ قید خانہ کے آخری گوشہ سے آواز آرہی ہے اور زنجیریں ہل رہی ہیں میں نے قریب جا کر ایک ایسے شخص کا ادراک کیا جس کے دونوں پیروں میں بڑی بڑی بیڑیاں پڑی ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ پس گردن سے بندھے ہیں اور زنجیروں میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ دائیں بائیں ہل نہیں سکتا اور نہ زمین پر آسانی سے لیٹ سکتا ہے۔

اس شخص کے چہرہ پر ایک زخم ہے جس سے مواد جاری ہے، میں نے اس سے زیادہ سختی میں کسی ایک کا بھی ادراک نہیں کیا۔ میں نے اسے اس حال میں دیکھ کر اس پر سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اس کے بعد آہ سرد کھینچ کر میری طرف متوجہ ہوا۔

میں نے نہایت قریب سے دیکھا کہ اس کے سر کے بال آنکھوں کو بند کیے ہوئے ہیں۔اس کی حالت دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ اے شخص تو نے کون سی خطا کی ہے جس کی تجھے اتنی سخت سزا دی گئی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھ سے زیادہ سختی میں کوئی اور قیدی نہیں ہے ۔اس نے جواب دیا خدا کی قسم محبت آل محمد کے سوا میرا کوئی گناہ نہیں ہے میں نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا مجھے مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کہتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ میں ان کے قدموں پر گر پڑا اور ان کے پیروں کا بوسہ دینے لگا۔ یہ دیکھ کر مختار نے مجھے دعائیں دیں اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے میں نے کہا عمیر بن عامر ہمدانی معلم اطفال کوفہ۔حضرت مختار نے کہا کہ سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے کہ تم تو ان کے بچوں کو تعلیم دیتے ہوں پھر ایسے سخت قید خانے میں کیسے آ گئے۔ یہ ایسے لوگوں کی جگہ ہے جو آل محمد کے دوست دار ہوں اور بنی امیہ کو ان سے خدشہ ہو کہ کہیں ان کی حکومت کا تختہ نہ پلٹ دیں۔اور خون حسین (ع) کا بدلہ لینے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔معلم کوفہ کا بیان ہے کہ میں کئی روز تک ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے فرمایا کہ اے عمیر ہمدانی تم

عنقریب قید سے رہا ہو جاؤ گے ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت مختار کا یہ فرمانا بالکل درست ثابت ہوا کیونکہ اس ارشاد کے چند ہی دنوں کے بعد معلم رہا ہو گیا اس کی رہائی کے متعلق مرقوم ہے کہ معلم کی گرفتاری کے بعد اس کے وہ بھتیجی جو کہ ابن زیاد کی لڑکی کی دایہ تھی جس کا نام "بستان" تھا۔ اسے جب اطلاع ملی کہ میرا چچا گرفتار ہو گیا ہے تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بال بکھیر لیے اور اسی حالت میں ابن زاد کی لڑکی کے پاس گئی ابن زیاد اس لڑکی کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس نے جب اپنی دایہ کو اس حال میں دیکھا تو کہا خیر تو ہے تو نے یہ کیا حالت بنائی ہے اس نے جواب دیا اے میری مالکہ میرے چچا عمیر بن عامر ہمدانی پر کسی بچے نے بہتان لگا کر امیر سے شکایت کر دی ہے اور امیر نے اسے گرفتار کرا دیا ہے۔ حالانکہ وہ معلم ہونے کی حیثیت سے ہر ایک کا خادم ہے اور اس کا سب پر حق ہے اسے میری مالکہ اس کو جس طرح قید میں رکھا ہے اگر اسی طرح وہ مقید رہا تو بہت جلد مر جائے گا میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ آپ میری خدمت کا لحاظ کر کے اپنے والد سے سفارش کر دیجئے۔ اور میرے چچا کو رہا کرا دیجئے۔ ابن زیاد کی لڑکی نے کہا کہ گھبراؤ مت میں بڑی خوشی سے سفارش کروں گی اور اسے رہا کرا چھوڑوں گی۔ یہ کہہ کر وہ اسی وقت اٹھی اور اپنے باپ کے پاس گئی اور اس سے کہنے لگی۔ بابا جان میری دایہ کا چچا عمیر بن عامر ہمدانی ایک مرد ضعیف اور کبیر السن ہے جو معلم کوفہ ہے جس کے پاس کوفہ کے تمام بچے پڑھتے رہے ہیں،

اس کے خلاف کسی بچے نے افترا پردازی کر کے اسے گرفتار کرا دیا ہے اور آپ نے اس پر عاید کردہ الزام کو درست تسلیم کر لیا ہے بابا اس کے تمام اہل کوفہ پر بڑے حقوق ہیں۔ اگر اسے قید میں مزید رکھا گیا تو وہ اپنی کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ بابا جان میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے میرے حوالے کر دیجئے اور اس کو مجھے بخش دیجئے اور جلد سے جلد اسے رہا کر دیجئے۔ ابن زیاد نے اپنی لڑکی کی گفتگو سن کر کہہ دیا کہ جا۔ میں نے اُسے رہا کر دیا، لڑکی اٹھ کر چلی گئی اور اس نے داروغہ محبس کو

بلوا کر حکم دے دیا کہ عمیر بن عامر ہمدانی کو رہا کردو، چنانچہ اس نے زندان بان کو حکم دے دیا اور وہ قید خانہ میں جا کر قفل کھولنے لگا قفل کھلنے کی جیسے آواز آئی۔ حضرت مختار نے عمیر سے کہا کہ درِ زنداں تیری رہائی کیلئے کھل رہا ہے۔ یہ سن کر معلم اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً دوڑ کر حضرت مختار کے گلے لگ گیا اور کہنے لگا اے میرے مولا! خدا ایسے گھر میں پھر کبھی نہ لائے لیکن آپ کی جدائی مجھے بہت شاق ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوٹے۔ حضرت مختار نے فرمایا اے عمیر خدا تم کو جزائے خیر دے سنو! مجھے تم سے ایک حاجت ہے اگر تم اسے پوری کردو گے تو میں تم کو اس کے جزا دوں گا اور اگر مجھ سے جزا دینا ممکن نہ ہو سکا تو خدا و رسول (ص) جزائے خیر دیں گے۔ معلم عمیر بن عامر ہمدانی نے دست بستہ عرض کی مولا، فرمائے، زہے نصیب کہ مجھے آپ کے ارشاد کی تعمیل کا موقع مل سکے۔ میں ضرور آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے عمیر اگر تم بخیریت اپنی جگہ پہنچ جانا تو میرے لیے کسی صورت سے ایک تھوڑا سا کاغذ، ایک قلم اور دوات فراہم کر کے میرے پاس بھیجنے کی سعی کرنا، معلم نے کہا۔ حضور بسر و چشم اس کی سعی بلیغ کروں گا۔ ابھی ان دونوں میں بات چیت ہو رہی تھی کہ قید خانہ کا دروازہ کھل گیا اور دربان نے آ کر آواز دی کہ اے معلم عمیر بن عامر ہمدانی، امیر ابن زیاد تم سے راضی ہو گیا ہے اور اس نے تمہاری رہائی کا حکم دے دیا ہے۔ معلم یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور دوڑ کر حضرت مختار کے گلے لگ کر نہایت بدحواسی سے رونے لگا۔ اس کے بعد ان سے رخصت ہو کر زندان بان کے ہمراہ روانہ ہو گیا قید خانہ سے نکل کر معلم، امیر ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابن زیاد کی نظر جونہی معلم پر پڑی کہنے لگا کہ اے معلم! میں نے اپنی لڑکی کے کہنے سے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے۔ دیکھ اب آئندہ ایسا جرم عظیم (لعنت بر قاتلان حسین (ع)) نہ کرنا۔ معلم نے کہا کہ حضور میں بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں کہ اب کبھی بچوں کو تعلیم نہ دوں گا۔ اور اب کسی مکتب اور مدرسہ میں برائے تدریس نہ بیٹھوں گا

۔

ابن زیاد نے کہا اچھا جاؤ میں نے تم کو رہا کر دیا ہے معلم ابن زیاد کو سلام کر کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔

قید خانہ میں حضرت مختار کو قلم و دوات پہنچانے کی سعی

معلم عمیر بن عامر ہمدانی قید خانہ سے چھوٹنے کے بعد اپنے گھر پہنچے انہوں نے محض اس خیال سے کہیں راز فاش نہ ہو جائے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بروایت اس نے کہا کہ اگر تم چاہو طلاق لے لو اور چاہو تو میرے ساتھ رہو لیکن میرے راز کی حفاظت کرو بروایت ابواسحاق اسفرائنی معلم نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کا مہر ادا کر دیا۔ اور اس کو اس کے باپ کے گھر بھیج دیا۔ اور خود ارشاد مختار کی تعمیل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ بیوی نے طلاق لینی پسند نہیں کی اور وہ عمیر کے پاس ہی رہی اس کے بعد عمیر نے پانچ سو اشرفی ایک رومال میں باندھی اور اسی رومال کے دوسرے گوشہ میں ایک ہزار درہم باندھا اور ایک موٹا گوسفند بھنوایا اور بہت سی روٹیاں پکوائیں اور بہت سی مٹھائی منگوائی اور بہت کافی فروٹ منگوایا اور جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اسے اپنے سر پر اٹھا کر خود لے جا کر زندان بان کے مکان پر پہنچے۔ عمیر اگرچہ بہت مالدار اور کوفہ کے نمایاں افراد میں سے تھے، لیکن اپنی پوزیشن کا خیال کیے بغیر سب کچھ اپنے سر پر اس لیے لاد کر لے گئے کہ کسی کو راز معلوم نہ ہو سکے۔ زنداں بان کے دروازے کو کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے کہا کہ وہ کہیں باہر گیا ہوا ہے عمیر نے سارا سامان اس کی بیوی کے حوالے کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ جب آئے تو بعد سلام میری طرف سے کہنا کہ معلم نے نذر مانی تھی آج اس نے اسے ادا کیا ہے اس لیے یہ سامان تم کو دیا گیا ہے یہ کہہ کر وہ اپنے گھر واپس آیا۔ جب صبح ہوئی زنداں بان اپنی ڈیوٹی سے واپس آیا، آکر سارا سامان دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس نے دیا ہے۔ زوجہ نے عمیر معلم کی ساری گفتگو دہرادی۔ زنداں بان نے کہا خدا کی قسم کوئی

نذر نہ تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے ذیل میں کسی حاجت کی تکمیل چاہتا ہے۔ زندان بان حضرت امام حسین (ع) کے دوست داران میں سے تھا اور امام حسین (ع) کے مصائب سے بے حد متاثر تھا اس کے محب آل محمد ہونے کی اطلاع عمیر کو نہ تھی۔ دوسری رات عمیر نے پھر پہلے قسم کے تحائف زنداں بان کے گھر پہنچا دیئے اور وہی پہلی بات جو نذر سے متعلق تھی۔ اسے زوجہ کے ذریعے سے کہلا دیا جب صبح ہوئی اور وہ گھر پلٹ کر آیا تو زوجہ نے سب، ماجرا اس سے بیان کیا اس نے پھر کہا کہ خدا کی قسم اس کی کوئی نذر نہیں ہے وہ ضرور کوئی حاجت رکھتا ہے۔

زندان بان عمیر معلم کے اس ترکیب سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ وہ مجھے اتنی عزت دے رہا ہے کہ اگر خدا کی قسم اس کی کوئی بھی حاجت ہوئی تو میں ضرور اسے پوری کروں گا چاہے اس کی تکمیل میں ہلاک ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ زنداں بان نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ حضرت مختار کی رہائی کی بھی خواہش رکھتا ہوگا تو میں یہ بھی کروں گا چاہے مجھ پر کچھ ہی کیوں نہ گزر جائے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ آج کی شب بھی آئے گا اور سب کچھ مثل سابق لائے گا آج میں چھٹی لے کر گھر میں اس کا انتظار کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب رات ہوئی اور معلم اپنے ہدایا سمیت آیا تو اس نے اٹھ کر خود دروازہ کھولا اور اس کو بڑی تعظیم کے ساتھ اچھی جگہ پر بٹھایا اور اس سے کہنے لگا کہ خدا و رسول (ص) اور علی (ع) ابن ابی طالب (ع) کی قسم اگر تو مجھ سے کوئی حاجت رکھتا ہو تو بیان کر میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر تیری حاجت روائی میں میری جان، میرا مال، میری اولاد بھی قربان ہو جائے گی تب بھی میں اس کی تکمیل و تعمیل کروں گا۔ اور اے معلم! سن اگر تو مختار جیسے قیدی کی بھی رہائی کا خواہش مند ہوگا تو میں وہ بھی کروں گا۔ یہ سن کر معلم کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس کے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ معلم مطمئن ہونے کے بعد اس سے کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں نے زمانہ قید میں حضرت مختار کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ میرا دل پارہ پارہ ہے جب میں قید سے چھوٹ کر چلنے لگا تھا تو انہوں نے مجھ سے یہ خواہش

کی تھی کہ کسی صورت سے قلم ودوات اور کاغذ میں ان تک پہنچادوں۔ میں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم کسی صورت سے میری یہ حاجت پوری کردو اور یہ چیزیں جو مختار کے مطلوبہ ہیں پہنچادو۔ زندان بان نے کہا کہ اگرچہ یہ نہایت سخت معاملہ ہے لیکن میں ضرور کوشش کروں گا۔ بات یہ ہے کہ قید خانہ پر چالیس افراد معین ہیں اور تیس تو ایسے ہیں جو ہر وقت میرے ساتھ لگے رہتے ہیں اور بات بات کی خبر ابن زیاد تک پہنچاتے ہیں۔ میں ایک ترکیب بتلاتا ہوں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شاید خدا کامیابی عنایت فرمائے اور وہ یہ ہے کہ جب صبح ہو تو سکباج تیار کراؤ جو سرکہ زعفران اور گوشت سے بنتا ہے۔ (مجمع البحرین) اور بہت سی روٹیاں خریدو۔

روٹیاں ایسی ہوں جن کے کنارے شکستہ ہوں اور بہت سا کھیرا جوز اور خرمہ جمع کرلو، ایک کھیرے میں چھوٹا سا قلم اور بادام میں تھوڑی سی روشنائی رکھ کر ٹھیک سے بند کردو۔ اور ایک کھیرے میں کاغذ رکھ دو۔ یہ سب سامان رکھ کر ایک مزدور پر لدوا کر درزنداں پر لے آؤ۔ جب تم میرے پاس پہنچو گے تو میں تم سے مقصد دریافت کرنے کے بعد تم کو بھی ماروں گا اور مزدور کو بھی زدوکوب کروں گا۔ تمہارے کپڑے پھاڑوں گا اور تمہیں بُرا بھلا کہوں گا اور اتنا شور کروں گا کہ تمام لوگ جمع ہوجائیں گے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گے اور مجھ سے کہیں گے کہ کیوں غریب بوڑھے کو مارتے ہو اور برا بھلا کہتے ہو جب ان کی ہمدردی تمہارے ساتھ بہت ہوجائے گی

اور لوگ انصاف کی خواہش کریں گے اور فیصلہ کرنے پر آمادہ ہوجایں تو تم سب سے کہنا کہ یہ دربان نے جانے کیسا آدمی ہے اس کو حیاء نہیں آتی کہ اس نے بلا جرم وخطا مجھے مارا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔

جب لوگ واقعہ پوچھیں تو تم کہنا کہ میں جس زمانہ میں قید تھا میں نے اس قید خانہ میں ایک شخص کو بری طرح مقید دیکھا تھا، میں نے اس سے اپنی رہائی کے وقت یہ دریافت کیا تھا کہ اگر کوئی حاجت باہر کے متعلق ہو تو بیان کرو۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں مرنے سے پہلے سکباج کھیرا اور

بادام جی بھر کر کھاؤں اگر تم سے ہو سکے تو یہ چیزیں مجھے پہنچا دینا میں نے اس سے خدا کو گواہ کر کے وعدہ کیا تھا کہ اگر ممکن ہو سکا تو ضرور پہنچاؤں گا ابھی میری رہائی کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا اور میں اس سے بات چیت کر ہی رہا تھا کہ زندان کا دروازہ کھلا اور میں رہا کر دیا گیا۔ اب جب کہ میں رہا ہو کر آ گیا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر جو نذر کی ہے اور جو وعدہ کیا ہے اس سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اور خدا سے اپنا عہد وفا کروں میں بوڑھا ہوں میری تمنا ہے کہ یہ بار لے کر دنیا سے نہ جاؤں اسی لیے یہ سب چیزیں لایا ہوں اور کچھ تم لوگوں کے واسطے بھی لے آیا ہوں۔ جب لوگ تمہاری یہ باتیں سنیں گے تو مجھ سے خواہش کریں گے کہ میں تم سے نرمی کروں تو میں ان سے اس کے جواب میں کہوں گا کہ میں اس بوڑھے پر نرمی ضرور کرتا مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں تم لوگ مجھ پر کوئی بلا نہ نازل کر دو مجھے اگر تمہاری طرف سے اطمینان ہو تو میں اسے اجازت دے سکتا ہوں کہ یہ چیزیں مختار تک پہنچا دے وہ لوگ مجھے جواب دیں گے کہ ہم میں کوئی چغل خوری کرنے والا نہیں ہے بے شک تم اجازت دے سکتے ہو تمہارا راز کوئی افشا نہ کرے گا۔ یہ سن کر میں تم سے کہوں گا کہ جو کچھ پہنچانا چاہتے ہو مختار کے پاس پہنچا دو پھر تم سب چیزیں ان کے پاس لے جانا وہ بہت ہوشیار شخص ہیں وہ جو چیزیں خفیہ لکھیں گے اسے میں دوسرے دن ان سے حاصل کر کے تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ زنداں بان کی یہ بات سن کر معلم عمیر اس کے پیروں پر گر پڑا اور اس کے پاؤں کا بوسہ دینے لگا پھر وہاں سے نکل کر نہایت خوشی کے عالم میں گھر آیا اور اسی وقت سارا سامان مہیا کر کے اس کی تیاری شروع کر دی ساری رات تیاری میں گزری صبح ہوتے ہی سارا سامان مزدور کے سر پر رکھ کر دروازہ قید خانہ پر پہنچا۔ زندان بان نے پوچھا کیا لائے ہو معلم نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے بات یہ ہے کہ جب میں ایک لڑکے کے بہتان کی وجہ سے جیل میں آیا تھا تو میں نے ایک شخص کو ایسے عذاب میں دیکھا تھا جس میں کوئی دوسرا مبتلا نہ تھا میری اور اس کی محبت سی ہو گئی تھی۔ اس نے چلتے وقت مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں یہ سکباج وغیرہ سے پہنچانے کی کوشش کروں اب میں

بوڑھا ہوگیا ہوں چاہتا ہوں کہ اس نذر سے سبکدوشی حاصل کرلوں وغیرہ وغیرہ یہ سننا تھا کہ زندان بان اپنے مقام سے اٹھا اور اس کے قریب آ کر اس کا سارا سامان پلٹ کر دیا اور زدوکوب کرنے کے بعد اس کا پیراہن پھاڑ ڈالا اور اس کے عمامہ میں اس کی گردن پھنسا کر گھیسٹنے لگا۔ وہ کہنے لگا کہ میں تم کو اسی وقت ابن زیاد کے پاس لے چلوں گا تو نے یہ سامان غلط فراہم کیا ہے میں ہرگز اسے مختار تک نہ پہنچنے دوں گا ابن زیاد جس کو چاہتا ہے سختی میں رکھتا ہے تم اس کے پاس عمدہ عمدہ چیزیں پہنچانا چاہتے ہو یہ کبھی نہ ہوگا۔ یہ حالت دیکھ کر سب زنداں بانوں نے بیک زبان کہا کہ دیکھ یہ بڑا اشریف آدمی ہے اس کے سب پر حقوق ہیں کوفہ کا کوئی امیر و غریب ایسا نہیں ہے جس کے بچوں نے اس سے تعلیم حاصل نہ کی ہو یہ تو کیا کر رہا ہے اس غریب پر اتنی سختی روا نہیں ہے خدارا اس سے نرمی کر یا اس کی خواہش پوری کر دے یا اسے نرمی سے واپس کر دے سختی کا تجھے کوئی حق نہیں ہے۔ زندان بان نے کہا کہ میں اس کی خواہش پوری کر دیتا مگر میں تم سے ڈرتا ہوں کہ اگر تم نے رپورٹ کر دی تو میری زندگی خراب ہو جائے گی۔ ان لوگوں نے کہا ہم یزید بن معاویہ کی بیعت کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم ہرگز اوپر رپورٹ نہ کریں گے۔ جب زندان بان مطمئن ہو گیا تو معلم عمیر بن عامر ہمدانی سے کہنے لگا کہ اچھا لا کیا لایا ہے میں اسے مختار کے پاس پہنچا دوں۔ چنانچہ وہ سب سامان لے کر مختار کے پاس پہنچا دیا اور انہیں بتا دیا کہ اسی سامان میں قلم و دوات وغیرہ ہے۔ یہ دیکھ کر مختار نہایت مسرور ہوئے اور شکر خدا کرنے لگے ابومخنف کا بیان ہے کہ مختار کے پاس قلم و دوات پہنچا ہی تھا کہ ابن زیاد سے چغلی کر دی گئی اور چغلی کرنے والا خود زندان بان کا لڑکا تھا اس کا واقعہ یہ ہے کہ زندان بان نے ایک پڑا ہوا لڑکا پایا تھا اس کی اس نے پرورش کی تھی وہ جوان ہو چکا تھا جس وقت معلم اور زندان بان میں مختار کو قلم و دوات دینے کی گفتگو ہو رہی تھی وہ سن رہا تھا جس صبح کو زنداں بان نے قلم و دوات مختار تک پہنچایا اسی صبح کو زندان بان کے لڑکے نے ابن زیاد کے پاس جا کر چغلی کر دی اور سارا واقعہ اس سے بیان کر دیا حسام الواعظ لکھتے ہیں کہ لڑکے کا نام بشارت تھا۔

زندان بان نے ابھی سامان مختار تک پہنچایا ہی تھا کہ ابن زیاد بیس فوجیوں کو ہمراہ لے کر در زندان پر پہنچ گیا۔ ابن زیاد جس وقت در زندان پر پہنچا اس کے بدن پر دیباج کی چادر اور سر پر عدن کی چادر تھی جس کے بند کھلے ہوئے تھے۔ زندان بانان، خادماں اور خبر دہندگان نے جس وقت ابن زیاد کو اس ہیبت سے دیکھا، ہیبت کے مارے تھرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن زیاد زندان بان کی طرف متوجہ ہوا اور اس کو اس زور سے تازیانہ مارا کہ اس کی پشت زخمی ہوگئی اور حکم دے دیا کہ زنداں بان کو قتل کر دیا جائے اور قتل سے پہلے اسے خوب مارا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اسے مارنا شروع کیا اور اس درجہ کہ وہ لہولہان ہوگیا۔ اس کے بعد معلم کو بلوایا اور اسے بھی خوب پٹوایا پھر دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دے کر جانے لگا تو زندان بان آگے بڑھا اور عرض پرواز ہوا کہ حضور میرا قصور بتا دیا جائے ابن زیاد نے کہا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیری حرکتوں سے غافل ہوں تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں تیری تمام حرکتوں سے واقف ہوں زندان بان نے کہا کہ حضور میں خطا ہی جاننا چاہتا ہوں۔

ابن زیاد نے کہا کہ تیری خطا یہ ہے کہ تو مختار کے پاس قلم دوات پہنچانے میں معلم کا مددگار ہے تو چاہتا ہے کہ میری سلطنت کا تخت پلٹ جائے زندان بان نے کہا کہ حضور نہ گھوڑا دوڑ نہ میدان میں بھی حاضر ہوں۔ معلم بھی موجود ہے مختار قید میں پڑا ہے اور یہ معلم اس وقت سے پہلے کبھی میرے پاس آیا بھی نہیں۔ اسی وقت آیا ہے، آپ مختار کی تلاشی کرا لیجئے اگر اس کے پاس قلم دوات وغیرہ نکل آئے تو بے شک آپ ہم سب کو قتل کرا دیجئے ابن زیاد نے اس کی بات مان لی اور حکم دیا کہ مختار کی تلاشی لی جائے چنانچہ لوگ شمع لے کر قید خانہ میں داخل ہوئے اور مختار کی باقاعدہ تلاشی لی مگر کوئی چیز برآمد نہ ہوئی، رپورٹ ملنے پر ابن زیاد سخت متحیر اور پریشان و پشیمان ہوا تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا کہ اس لڑکے کو میرے پاس حاضر کیا جائے جس نے یہ دروغ بیانی کی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اسے فوراً حاضر کیا ابن زیاد نے کہا اے ملعون! تو نے دروغ بیانی کی ہے اب تیری سزا یہ ہے کہ تو قتل کر دیا جائے اس کے

بعد اس کے قتل کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر زندان بان آگے بڑھا اور اس نے ابن زیاد سے کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ یہ لڑکا جو سامنے کھڑا ہے میرا پروردہ ہے میں نے اسے سڑک پر پڑا پایا تھا۔ میں نے اس کی پرورش کی یہاں تک کہ یہ جوان ہوا جوان ہوتے ہی یہ میری بیوی کی طرف سے بدنظر ہوگیا۔ میں نے اس چیز پر کنٹرول کرلیا چونکہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا لہٰذا اس نے اس دشمنی میں یہ سب کچھ کیا ہے۔ ابن زیاد نے یہ سن کر معلم اور زندان بان کو چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ مختار کی سختی کم کردی جائے اور معلم وزندان بان کو خلعت عطا کی جائے اور لڑکے کو قتل کردیا جائے۔ علماء کا بیان ہے کہ مختار نے قلم اور دوات وکاغذ اس خوبصورتی سے چھپا دیا تھا کہ تجسس کرنے والے برآمد نہ کرسکے تھے اسی وجہ سے ابن زیاد کو پشیمان ہونا پڑا۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے دوسرے دن زنداں بان حضرت مختار کے پاس حاضر ہوا مختار نے اس کاغذ کے دوٹکڑے کرکے دوخط تحریر کیے تھے ایک اپنے بہنوئی، عبداللہ بن عمر کے نام اور دوسرا اپنی بہن عاتکہ یا صفیہ کے نام۔ مختار نے وہ دونوں خطوط زندان بان کے حوالے کردیئے۔ زندان بان نے انہیں معلم عمیر بن عامر ہمدانی کے پاس پہنچادیا۔ معلم نے امانت کی وجہ سے ان خطوط کو پڑھا انہیں خطوط پاتے ہی معلم حمام گیا اور غسل کیا بال ترشوائے احرم باندھا اور قصر ابن زیاد کے پاس پہنچا وہاں پہنچ کر اس نے تلبیہ کیا اس وقت ابن زیاد دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ معلم کے تلبیہ کی آواز سن کر اس نے کہا کہ یہ تلبیہ کہنے والا کون ہے، لوگوں نے کہا کہ یہ وہی معلم ہے جسے تو نے قید کیا تھا اور اس نے منت مانی تھی کہ جب قید سے رہا ہوں گا تو حج کروں گا ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ جب وہ آیا تو اس نے پوچھا کہ پہلے مدینہ جاؤ گے یا مکہ ا اس نے کہا کہ حج کامل کروں گا۔ یعنی دونوں جگہ جاؤں گا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ بروایت ایک ہزار درہم اور ایک ہزار دینار دے دیئے جائیں معلم نے رقم حاصل کی گھر آکر اسے فقراء و مساکین پر تقسیم کردیا۔ اور اپنی رقم سے سفر کی تیاری کی۔ راحلہ کرایہ پر لیا اور مدینہ کے لیے روانہ ہوگیا۔

معلم عمیر ابن عامر ہمدانی نہایت عجلت کے ساتھ قطع منازل طے مراحل کرتا ہوا وارِدِ مدینہ ہوا۔ یہ اسی وقت مدینہ پہنچ کر ابن عمر کے گھر پہنچا۔ جس وقت وہاں عمدہ عمدہ کھانوں سے دسترخوان مرصع تھا بن عمر اپنی بیوی کو کھانے کیلئے دسترخوان پر بلا رہا تھا اور وہ دسترخوان پر آنے سے یہ کہہ کر انکار کر رہی تھیں۔ کہ واللہ لا اکلت لذیذ الطعام الا ان اخبرت بخبر اخی۔ خدا کی قسم میں اچھے کھانے اس وقت تک نہ کھاؤں گی جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میرے بھائی مختار کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں اتنے میں عمیر بن عامر نے دق الباب کیا یعنی دستک دی عبداللہ بن عمر نے فورا، لونڈی بھیج کر معلوم کیا کہ دروازہ پر کون ہے اس نے کہا میرا نام عمیر ہمدانی ہے میں کوفہ سے آیا ہوں۔ اور ایک اہم حاجت لایا ہوں۔ یہ سنا تھا کہ صفیہ اشتیاق مختار میں زمین پر گر کر بیہوش ہوگئی۔ جب ہوش آیا تو کہا کہ اے عبداللہ! تم خود دروازے پر جاؤ۔ شاید آنے والا میرے بھائی مختار کی خبر لایا ہو۔ عبداللہ ابن عمر اپنے مقام سے اٹھے اور دروازے کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص روشن روخوش لباس کھڑا ہے۔ عبداللہ نے سلام کیا۔ عمیر نے جواب دیا اس کے بعد اسے بیٹھک میں لے آئے اور بڑی عزت وتوقیر کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔ کھانا چنا ہوا تھا۔ عبداللہ اور عمیر نے کھانا کھایا اس کے بعد عبداللہ نے عمیر ہمدانی سے آنے کا سبب پوچھا اس نے حضرت مختار کے دونوں خطوط نکال کر دیئے۔ عبداللہ نے جیسے ہی خط پڑھا رونا شروع کر دیا پھر اٹھ کر اپنی زوجہ صفیہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تمہارے بھائی حضرت مختار کے زندان کوفہ سے دو خط ارسال کیے ہیں وہ قید میں ہیں انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں ان کی رہائی کیلئے یزید کو خط لکھوں صفیہ جن کے گریہ گلوگیر تھا اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ مجھے اجازت دو کہ میں اس مسافر کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں جس نے میرے بھائی سے ملاقات کی ہے اور اس سے سارے واقعات دریافت کروں، عبداللہ نے اجازت دی وہ چادر اوڑھ کر عمیر کے پاس گئی اور کہنے لگی اے شخص تجھے خدا کی قسم ہے مجھے اس محب حسین، مختار کے صحیح حالات وواقعات بتا دے۔

میرا دل اس کی جدائی میں کباب ہو گیا میں اس کے فراق میں اپنے آپے سے باہر ہوں۔ اے شخص تجھے امام حسین (ع) کی قسم ہے مجھ سے کچھ پوشیدہ نہ کرنا یہ سن کر عمیر ہمدانی نے قید خانے کے سارے واقعات صفیہ کے سامنے بیان کر دیئے جونہی صفیہ نے یہ سنا کہ مختار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان کے جسم سے خون جاری ہے برداشت نہ کر سکی اور اس درجہ روئی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ پھر اس کے پاس سے اٹھ گئی اور گھر کے اندر جا کر اپنے سر کے سارے بال نوچ ڈالے ماں کو دیکھ کر لڑکیوں نے بھی بال نوچ ڈالے اور ان بالوں کو سامنے رکھ کر گریہ و ماتم کرنے لگی۔ عبداللہ نے شور گریہ سنا تو دوڑے ہوئے گھر کے اندر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سر کے بال نوچ کر صفیہ اور لڑکیوں نے سامنے رکھا ہوا ہے سب محو گریہ ہیں کہنے لگے ارے تم نے یہ کیا کیا۔ صفیہ بولی اے عبداللہ اب میں تمہارے گھر میں چین سے نہیں بیٹھ سکتی ہائے میرا بھائی سخت ترین قید میں مقید ہے، اے عبداللہ تمہاری غیرت و حمیت پدرانہ کو کیا ہو گیا ہے۔ ارے کیا یزید تم سے بہتر ہے خدا کیلئے جلدی میرے بھائی کو رہا کراؤ۔ ورنہ میں جان دے دوں گی۔ عبداللہ ابن عمر نے یہ سن کر کہا اے صفیہ خدا کی قسم اگر مجھے جلد سے جلد خط پہنچانے والا کوئی بھی مل گیا تو میں اسے جلد سے جلد رہا کرا لوں گا پس تاخیر اتنی ہو گی کہ میرا خط یزید کے پاس پہنچے اور اس کا خط ابن زیاد کے پاس پہنچے یقین کرو کہ میری بات وہ کسی صورت سے ٹال نہیں سکتا۔ یہ سننا تھا کہ معلم عمیر ہمدانی بول اٹھا۔ اے ابن عمر میں یزید کے پاس اور اس کے بعد ابن زیاد کے پاس خود خط لے کر نہایت سرعت کے ساتھ جاؤں گا۔ چاہے وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہی کیوں نہ ہو میں خط انہیں پہنچاؤں گا ابن عمر نے کہا کہ تم میرا خط یزید کے پاس لے جاؤ گے اور اس کا جواب لاؤ گے۔ معلم نے کہا بے شک میں ایسا کروں گا میں نے تو مختار کی رہائی کی کوشش کیلئے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا بھی فیصلہ کیا تھا میں اس خدمت سے بہتر دنیا میں کوئی خدمت نہیں سمجھتا۔ عبداللہ ابن عمر نے یہ سن کر نہایت مسرت کا اظہار کیا اور قلم و دوات و کاغذ منگوا کر یزید کو ایک خط لکھا جس میں پند و نصیحت اور خوف خدا کا حوالہ دے

کرلکھا کہ تم ابن زیاد حاکم کوفہ کو جلد سے جلد حکم دے کر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کو قید خانہ سے رہا کراؤ۔ اس خط کا عنوان یہ تھا۔ عبداللہ ابن عمر بن خطاب کی طرف سے یزید ابن معاویہ ابن ابی سفیان کے نام پھر دیباج سیاہ کا ایک ٹکڑا منگوایا اس میں اس مکتوب کو لپٹیا اور اسی میں اپنی بیوی اور لڑکیوں کے سر کے بال بھی رکھ دیئے اور اسے باندھ کر معلم عمیر ہمدانی کے حوالہ کیا اور اسے تیز رونا قہ اور زادراہ دے کر روانہ کردیا۔ عمیر ہمدانی ابن عمر کا خط لیے ہوئے نہایت سرعت کے ساتھ چل کر دمشق پہنچے۔ وہاں پہنچ کر داخل دربار یزید ہونا چاہا لوگوں نے داخلہ سے روک دیا وہ حیران و پریشان اس مقام سے واپس ہو کر مسجد کے قریب ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور اسی میں قیام پذیر ہو گیا اور پابندی کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگا اور ہر نماز کے بعد لوگوں سے اس دعا کی درخواست کرتا تھا کہ خدا ان لوگوں پر رحم کرے جو میری حاجت برآری کریں لوگ اس کی حاجت برآری کے لیے برابر دعا کرتے تھے یہ روزانہ مسجد میں دعا کرا کر دربار یزید میں داخلہ کے لئے جاتا اور وہاں سے محروم واپس آتا اسی طرح کئی روز گزر گئے۔ ایک دن امام مسجد نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ لوگ یہ غلط کہتے ہیں کہ اہل کوفہ بے وفا ہوتے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک کوفی روزانہ لوگوں کیلئے دعا کرتا ہے اور وہ اپنی ایک حاجت کا حوالہ بھی دیتا ہے لیکن ہم نے کبھی اس سے یہ نہ پوچھا کہ اس کی حاجت کیا ہے اس سے دریافت حال کرنا چاہیے لوگوں نے کہا کہ اس کے لیے آپ سے زیادہ موزوں اور کون شخص ہے۔ آپ اس سے دریافت فرمائیں کہ اس کی کیا حاجت ہے ایک دن اپنی حسب عادت جب عمیر ہمدانی نے دعا کرائی تو لوگوں نے امام جماعت سے کہا کہ آپ اپنے لڑکوں کو لے کر اس کے قیام گاہ پر جائیں اور اس سے حاجت دریافت فرمائیں۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ جب نماز کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تو امام جماعت مسجد سے نکل کر عمیر ہمدانی کی قیام گاہ پر گیا۔ عمیر نے اس کی بڑی عزت کی بالاخر اس سے حاجت دریافت کی اور کہا کہ بھائی اگر تم قرضدار ہو تو ہم قرضہ ادا کریں اگر احسان کا خواہش مند ہے تو ہم احسان کریں اگر کسی

سے خوفزدہ ہوتو ہم تیری حفاظت کریں۔اگر مال دنیا کا خواہش مند ہوتو ہم تیری اس خواہش کو پوری کریں اور اگر کوئی اور حاجت ہوتو اسے بیان کرتا کہ ہم تدارک کی سعی کریں۔عمیر ہمدانی نے کہا کہ میں ان میں سے کوئی حاجت نہیں رکھتا اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ان لوگوں نے اسے رسول خدا (ص) علی مرتضٰی (ع) اور حسین (ع) کی قسم دی کہ اپنی حاجت بتادے عمیر ہمدانی جب ان کی گفتگو سے مطمئن ہوا تو کہنے لگا کہ میں یزید کے نام عبداللہ بن عمر کا ایک خط لایا ہوں اور اس تک پہنچانا چاہتا ہوں بروایت اس نے ساری داستان حضرت مختار سے متعلق بیان کردی

امام جماعت جو بروایت آقائے دربندی شیعہ اور محب آل محمد تھا۔عمیر ہمدانی سے کہنے لگا کہ مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے تم اگر یزید سے ملنا چاہتے ہوتو اس کی صورت یہ ہے کہ تم اپنی ہیئت اور شباہت بدل دو۔اور جس طرح میں کہوں اس طرح کا لباس پہنو معلم نے کہا نہایت بہتر ہے جیسا آپ فرمائیں گے میں کروں گا امام مسجد نے کہا تم سفید دیباج کی قمیض پہنو اور سفید دیباج ہی کا پائجامہ پہنو اور دیباج سفید کی چادر سر پر ڈالو اور سفید جوتیاں پہنو اس کے بعد قصر یزید میں جاؤ جب تم وہاں پہنچو گے تو تم کو ایک ہزار سے زیادہ مسلح لوگ پہلی ڈیوڑھی میں ایسے ملیں گے جو شمشیر برہنہ لئے کھڑے ہوں گے تم نہ ان کی طرف دیکھو اور نہ ان کو سلام کرو۔اور وہاں سے اور آگے بڑھ جاؤ پھر دوسری ڈیوڑھی میں تمہیں پہلی ڈیوڑھی سے زیادہ لوگ مسلح نظر آئیں گے تم ان کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور سلام کیے بغیر آگے بڑھ جاؤ پھر تیسری ڈیوڑھی میں داخل ہو وہاں تمہیں دوسری سے بھی زیادہ مسلح لوگ نظر پڑیں گے تم ان کی طرف مثل سابق التفات نہ کرو۔اور بلا سلام کیے ہوئے آگے بڑھ جاؤ پھر چوتھی ڈیوڑھی میں داخل ہو جاؤ وہاں تم کو پانچ سوار نظر آئیں گے جو دیوان خانے کے عمال ہوں گے تم ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرو اور سلام کیے بغیر آگے بڑھ جاؤ پھر پانچویں ڈیوڑھی میں داخل ہو وہاں تم کو پہلے سے زیادہ سوار نظر آئیں گے ان کی طرف مطلقاً متوجہ نہ ہو اور بالکل بے خوف آگے بڑھ جاؤ اور چھٹی ڈیوڑھی میں

داخل ہو جاؤ۔ وہاں پہنچ کر تم بے شمار سواروں کو دیکھو گے کہ دو بڑے چوڑے چبوترے بنے ہوئے ہیں اوران پر مروارید کے ایسے فرش بچھے ہوں گے جو مطلا ہوں گے اور ہر ایک پر تین تین افراد بیٹھے ہوں گے جو شراب سے مخمور لہو ولعب میں مشغول ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے امام حسین (ع) کا سر طشت طلا میں رکھ کر یزید کے سامنے پیش کیا تھا اور یزید نے خوش ہو کر انہیں بلند مقام عطا کیا ہے۔ ان لوگوں کو طشتیہ کہتے ہیں تم جب ان کے قریب پہنچو تو بلا توجہ والتفات بلا سلام کیے ہوئے ان کے پاس سے گذر جاؤ اور بالکل خوف و ہراس نہ کرو اور آگے بڑھ جاؤ، جب آٹھویں ڈیوڑھی میں پہنچو تو دو چبوترے پہلے سے بھی زیادہ چوڑے تم کو نظر آئیں گے اور ان پر جو فرش ہوں گے وہ پہلے سے زیادہ قیمتی اور مرصع ہوں گے مگر ان فرشوں پر کوئی بیٹھا ہوا نہ ہوگا جب وہ چبوترے اور فرش تمہیں خالی نظر آئیں تو تم اپنی نظر بچا کر بے توجہی کے ساتھ وہاں سے گزر جاؤ اور ہرگز ان چبوتروں کی طرف حیرت سے نظر نہ کرو ورنہ خادمان یزید تم کو اجنبی سمجھیں گے

اس کے بعد جب دسویں ڈیوڑھی میں داخل ہو تو تم کو ایک نہایت حسین اور خوبصورت جوان نظر آئے گا۔ وہ سیاہ لباس پہنے ہوگا وہ محب امام حسین (ع) ہوگا اس کا واقعہ یہ ہے کہ جس دن امام حسین (ع) شہید ہوئے ہیں اسی دن سے اس نے سیاہ لباس پہن لیا ہے اور ہمیشہ لباس غم میں رہتا ہے، اکثر رویا کرتا ہے اے عمیر جس وقت تم اس کے سامنے پہنچو گے تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ ایسا ہے کہ آزار بند بن کر اپنی روزی پیدا کرتا ہے۔ یزید سے مطلقاً کچھ نہیں لیتا۔ یہ باتیں سن کر عمیر بن عامر ہمدانی خوش و مسرور ہو گئے اور امام مسجد کو دعائیں دینے لگے امام مسجد یزید سے ملنے کی ترکیب بتا کر عمیر ہمدانی سے رخصت ہو گیا۔ رات گذری صبح ہوئی، عمیر ہمدانی نے اپنا بکس منگوایا اور اس میں سے دو دیباج کے جامے نکالے۔ اور ایک رومی جامہ نکالا اور اسے پہنا پھر اس کے اوپر خز کا جامہ پہنا اور خز کوفی کا عمامہ باندھا اور دو چمڑے کے موزے پہنے اور اپنے کو مختلف قسم کی خوشبو سے معطر کیا اور عبداللہ بن عمر

کا وہ خط جس میں اس کی بیوی اور لڑکیوں کے سر کے بال بھی تھے ہمراہ لیا اور نکل کھڑے ہوئے بالاخر یزید کے محل سرا میں جا پہنچے۔ معلم عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے وہی کچھ دیکھا جو امام مسجد نے بتایا تھا میں ایک کے بعد دوسری ڈیوڑھی کو اسی طرح طے کرتا ہوا جس طرح امام مسجد نے بتایا تھا دسویں ڈیوڑھی پر جا پہنچا جب اس میں داخل ہو تو جوان خوشرو سے ملاقات ہوئی میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب میں سلام کے بعد کہا۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ ارے تو اٹھارہ دن تک کہاں تھا اے عمیر میں 18 دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں میں نے کہا اے میرے سردار میں تو بار بار آتا رہا لیکن دربان داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ پھر امام مسجد نے مجھے ایک ترکیب بتائی جس کے بعد میں تم تک پہنچا معلم کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے جوان خوشرو کو قسم دے کر پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ جب کہ میں پہلے پہل یہاں پہنچا ہوں تم نے میرا نام کیسے جانا۔ اس نے کہا کہ جس دن تم دمشق میں پہنچے ہو اسی دن حضرت امام حسین علیہ السلام نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تمہارے پاس عمیر ہمدانی ایک خاص حاجت لے کر آ رہے ہیں تم ان کی مقصد برآری جلد سے جلد کردو۔ حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ایک لاکھ اشرفیوں کا سر امام حسین (ع) خرید کر کربلا میں جسم کے ساتھ دفن کرنے کیلئے بھیجا تھا۔

عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ ملاقات کے بعد اس جوان خوشرو نے مجھے بڑی عزت سے اپنے پہلو میں بٹھایا،

میں اس کے پہلو میں بیٹھا ہی تھا کہ دیکھا کہ 100 آدمی ہاتھوں میں گلاب پاش اور مجمر طلائی لیے ہوئے میرے سامنے سے گزرے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا کہ یزید کے حمام کو معطر کرنے والے ہیں جب یزید حمام جاتا ہے تو یہ لوگ اس کے حمام میں داخل ہونے سے پہلے حمام کو معطر کرتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ پانچ سو خوبصورت لونڈے جن کی عمر دس سال اور سات سال کی ہوگی وہ گزرے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں اس نے کہا کہ یہ یزید کے گرد جمع رہنے والے لوگ

ہیں۔اس کے بعد میں نے دیکھا کہ یزید آرہا ہے وہ دیباج کا لباس پہنے ہے اس کے سر پر ایک چادر ہے جو سونے سے مزین ہے اس کے پاؤں میں سونے کی جوتی ہے جس کا تسمہ مروارید اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس کے بغل میں ریشم کا بند ہے۔وہ ہاتھ میں ایک عصا لئے ہوئے ہے جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔یزید امیر المومنین لکھا ہوا ہے۔خداوند عالم نے دنیا ہی میں اس کا منہ سیاہ کیا ہوا ہے۔اس کی ناک پر کسی چوٹ کا نشان نمایاں ہے اس کیلئے محل سرا سے حمام تک زریں کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔عمیر بن عامر ہمدانی کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کی شان وشوکت دیکھی آنکھوں میں کربلا کا نقشہ پھر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔یزید کو دیکھ کر جوان خوشرو نے میرے ہاتھ سے عبداللہ ابن عمر کا لفافہ لے لیا اور حمام میں داخل ہونے سے پہلے وہ لفافہ یزید کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ تو نے اپنے باپ کے حق کی قسم کھا کر مجھ سے کہا ہوا ہے کہ تو میرے ہر حاجت پوری کرے گا تجھے معلوم ہے کہ میں نے آج تک تجھ سے کوئی خواہش نہیں کی،

یزید نے کہا کہ کیا کوئی حاجت اس وقت رکھتا ہے،اس نے کہا کہ ہاں! میری خواہش یہ ہے کہ اس نامہ کو پڑھ کر اسی وقت اس کی تعمیل کر دے۔یہ سن کر یزید نے نامہ ابن عمر ہاتھ میں لیا اور اس کو کھول کر پڑھا پھر پوچھا کہ جو شخص یہ نامہ لایا ہے وہ کہاں ہے جوان نے کہا وہ یہ حاضر ہے۔عمیر ہمدانی کہتا ہے کہ جب میں یزید کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کہا کہ عبداللہ ابن عمر کی یہ خواہش ہے کہ میں ابن زیاد حاکم کوفہ کو یہ لکھ دوں کہ وہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو رہا کر دے۔عمیر نے کہا جی ہاں یزید نے کہا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ تم امام حسین (ع) کے شیعوں میں سے ہو۔میں نے کہا حضور میں تو ایک کرایہ کا آدمی ہوں مجھے ابن عمر نے یہ خط دے کر اجرت پر آپ کے پاس بھیجا ہے۔یزید نے خط پڑھا،اس کا رنگ اڑ گیا۔ چہرہ زرد ہو گیا،کہنے لگا ابن عمر نے نہایت اہم مسئلہ کے متعلق لکھا ہے لیکن کیا کروں کہ میں اس کی بات رد نہیں کر سکتا جوان خوشرو نے کہا اے خلیفہ وقت تیرا کیا نقصان ہے تو تو ابن عمر کی خواہش پوری کرے گا

اگر اس کی درخواست مان لے گا اس سے کیا بحث کہ خط لانے والا شیعہ حسین ہے یا کون ہے یہ سن کر ابن معاویہ نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ میرا خط پاتے ہی مختار کو رہا کر دے اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اسے ابن عمر کے پاس مدینہ بھیج دے اور اسے اور اس معلم عمیر ہمدانی کو انعام و اکرام دے اور ان لوگوں کو ہرگز کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد اس جوان خوشرد کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تمہاری خواہش پوری کر دی اور سنو اگر تم دو لاکھ روپے مانگتے تو مجھے اتنا نہ کھلتا جتنا اس خط کی تعمیل مجھے کھلی ہے لیکن دو وجہوں سے میں نے اس کے مضمون کی تعمیل کر دی ہے ایک یہ کہ عبداللہ بن عمر کے مجھ پر حقوق ہیں دوسرے تم سفارش کرنے والے ہو۔ عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ یہ کہنے کے بعد یزید نے حکم دیا کہ میرے لیے ایک عمدہ قسم کی سواری مہیا کی جائے اور مجھے پانصد درہم دیئے جائیں اور خلعت عطا کی جائے حکم کو ابھی دیر نہ ہوئی تھی کہ سب کچھ حاضر کر دیا گیا۔ میں بے انتہا خوش ہوا اور قصر یزید سے باہر نکلا اور اسی ناقہ پر سوار ہو کر جو یزید نے دیا تھا کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا

اور نہایت تیزی سے چل کر کوفہ پہنچ گیا وہاں پہنچ کر ایک چادر سر میں اس طرح لپٹ کر کہ آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آئے دارالامارۃ پر وارد ہوا ابن زیاد کے دربان سے اجازت داخلہ مانگی۔ انہوں نے پوچھا تم ہو کون میں نے کہا کہ میں یزید کا فرستادہ ہوں یہ سن کر دربانوں نے اجازت دی میں ابن زیاد کے پاس حاضر ہوا اور منہ کھول کر اس کے سامنے یزید کا خط پیش کیا یزید کے خط کو پڑھ کر ابن زیاد نہایت غیظ وغضب کی حالت میں کچھ دیر خاموش رہ کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ کم بخت عمیر تو نے یہ کیا کیا میں نے کہا کہ ہاں میں نے کیا ہے اور یہ کچھ کرنا دل سے چاہتا تھا ابن زیاد کی عادت یہ تھی کہ وہ یزید کا خط پاتے ہی اپنے ماتھے پر اسے رکھتا تھا اور اسے بوسہ دیتا تھا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تھا عرضیکہ خط پڑھنے کے بعد اس نے کہا کہ حکم یزید سر آنکھوں پر۔ اس کے فوراً بعد حکم دیا کہ مختار کو عزت و توقیر کے ساتھ میرے سامنے پیش کیا جائے، پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد مختار ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیئے گئے ابن زیاد

نے جونہی مختار کو دیکھا سروقد تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور فوراً ایک طبیب کو بلوا کر ان کے اس زخم کا علاج کرایا جو اسی کی ضرب سے ہو گیا تھا۔ پھر حکم دیا کہ مختار کو حمام میں لے جایا جائے اور انکے بال اور ناخن کاٹے جائیں اور خلعت فاخرہ انہیں پہنایا جائے۔ جب مختار حمام وغیرہ سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ انہیں نہایت عمدہ سواری کے ذریعہ سے مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے اور یہ حکم دیا کہ ایک ناقہ پر زادراہ اور عطایا رکھے جائیں اور ایک ناقہ پانی کا ساتھ کیا جائے اور دس ہزار دینار نقد دیئے جائیں۔ الغرض حکم ابن زیاد کے مطابق مختار کو تمام چیزیں دے دی گئیں اور بروایت روضۃ الصفا ان کو حکم دے دیا گیا کہ تین دن میں کوفہ چھوڑ دیں۔ ایک روایت کی بنا پر عمیر ہمدانی کو بھی بہت کچھ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ دونوں دارالامارۃ ابن زیاد سے برآمد ہو کر روانہ...... ہوئے۔ عمیر ہمدانی کا بیان ہے کہ میں حصرت مختار کے ہمراہ وہاں سے نکل کر اپنے مکان پر پہنچا اور نہایت عمدہ کھانا تیار کرا کر حصرت مختار کہ خدمت میں پیش کیا حصرت مختار نے فرمایا۔

اے عمیر اب میں لذید کھانا کیا کھاؤں گا سنو! خدا کی قسم اب میں اس وقت تک نہ لذیذ کھانا کھاؤں گا نہ عورت کے پاس جاؤں گا

اور نہ دنیا میں خوشی کا کوئی کام کروں گا جب تک بنی امیہ سے حضرت امام حسین (ع) کے واقعہ کربلا کا بدلہ نہ لے لوں جب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا سب کچھ کروں گا میری خواہش ہے کہ میں دل بھر کر بنی امیہ کو قتل کروں انہیں پامال کروں۔ ان کے سروں پر بیٹھوں ان کی لاشوں پر بساط فرح وسرور بچھا کر سکوں کی سانس لوں اس کے بعد لذیذ کھانا کھاؤں۔ عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے معمولی کھانا کھایا اس کے بعد حضرت مختار کی خدمت میں میں نے سواری حاضر کی اس کے بعد ہم دونوں ناقوں پر سوار ہو کر کوفہ سے باہر نکلے حضرت مختار نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا اب عمیر خدا حافظ اب میں جاتا ہوں تم واپس جاؤ میں نے کہا میرے مولا آپ نے یہ کیا کہا ارے اب میں بھلا آپ سے جدا

ہوسکتا ہوں۔ میں تو اب آپ کے قدموں سے تا حیات لپٹا رہوں گا مختار نے فرمایا بہتر ہے اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے ہودج میں بٹھا لیا اور ہم دونوں مدینہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ قطع منازل و طے مراحل کرتے ہوئے جلد سے جلد مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کر عبداللہ ابن عمر کے مکان کی جانب روانہ ہوئے ہم لوگ جس وقت ابن عمر کے مکان پر پہنچے، انہوں نے ہریسہ پکوایا ہوا تھا اور وہ دستر خوان پر رکھا ہوا تھا ۔وہ اپنی بیوی کو جنہیں بہت چاہتے تھے پکار رہے تھے کہ آؤ کھانا کھالو وہ کہہ رہی تھیں کہ میں اس وقت تک گوشت کا استعمال نہ کروں گی جب تک اپنے بھائی مختار کی شکل نہ دیکھ لوں ابھی یہ باتیں زن و شوہر میں ہو رہی تھیں کہ حضرت مختار نے دق الباب کیا۔ ہمشیرہ مختار، صفیہ نے پوچھا کون ہے۔ حضرت مختار نے کہا" میں مختار ہوں" یہ سننا تھا کہ صفیہ اپنے مقام سے اٹھی اور بے تحاشا دروازے کی طرف دوڑی اور دروازہ کھول کر مختار کو گلے سے لگا لیا۔ بھائی بہن گلے لگ کر فرط مسرت سے دونوں رونے لگے۔ یہاں تک دونوں بیہوش ہو گئے اور قریب تھا کہ دونوں ہلاک ہو جاہیں۔ اکثر روایت کی بنا پر حضرت مختار کو ہوش آ گیا لیکن صفیہ کو ہوش نہ آیا جب انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی گئ تو معلوم ہوا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مختار اور ابن عمر بہت غمگین اور رنجیدہ ہوئے

اور سخت افسوس اور غم کی حالت میں ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا حضرت مختار مدینہ میں اس وقت تک مقیم رہے جب تک حکم خداوندی واقعہ کربلا کے بدلا لینے کا نہیں ہوا (نور الابصار فی اخذ الثارص 26 تا ص 54 طبع لکھنو، اصدق الاخبار فی الاخذ بالثار ص 34 طبع دمشق، روضۃ الصفا جلد 3 ص 74، ذوب النضار فی شرح الثار ابن نما ص 401، ضیمہ بحار جلد 10 طبع ایران) علامہ محمد باقر تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کے ساتھ عبداللہ ابن حارث بھی رہا ہو گئے تھے کیونکہ ان کی سفارش ہند بنت ابی سفیان نے کی تھی جو ان کی خالہ تھی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کو ابن زیاد نے رہا کرنے کے بعد کہہ دیا تھا

کہ اگر تم تین یوم میں کوفہ چھوڑ نہ دو گے تو قتل دیئے جاؤ گے حضرت مختار اسی وجہ سے مدینہ کی طرف تیزی سے جا رہے ہے کہ مقام واقصہ میں قصعب بن زہیر ازدی ملے انہوں نے پوچھا کہ تمہاری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ ابن زیاد نے اس پر ضرب لگائی ہے اور اس نے مجھے سخت ترین قید میں ایک عرصہ سے رکھ چھوڑا تھا اب میں رہا ہو کر اپنی بہن صفیہ زوجہ عبداللہ ابن عمر کے پاس مدینہ جا رہا ہوں اے قصعب سنو میں عنقریب انشاء اللہ ابن زیاد کو قتل کر دوں گا۔ قتلنی اللہ ان لم اقتلہ اگر میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرا دے میں اس کے اعضا و جوارح ٹکڑے ٹکڑے کروں گا حضرت امام حسین کے واقعہ کا اس طرح بدلا لوں گا کہ دنیا انگشت بدنداں ہو گی میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے قتل پر جس طرح ستر ہزار قتل کیے تھے میں بھی کم از کم ستر ہزار ہی وشمنان آل محمد کو قتل کروں گا فرمایا۔

والذی انزل القران وبین الفرقان وندع الادیان وکرہ العصیان لاقتلن القضاۃ من ازدوعمان و ملوحج وھمدان ونھد وخولان وبکروھران ونقل ویتھان وعیس وزبیان وقبائل قیس وغیلان غضبا لابن بنی الرحمن۔ اس ذات کی قسم جس نے قرآن مجید نازل کیا اور فرقان حمید کو ظاہر کیا اور دین کی راہ کھولی اور گناہوں کو بڑی نگاہ سے دیکھا میں ضرور ضرور ان گناہگاروں جنہوں نے امام حسین (ع) کے خون سے ہاتھ کو رنگین کیا ہے قتل کروں گا، چاہے وہ قبیلہ ازو کے ہوں یا عمان کے مدحج کے ہوں یا ہمدان کے نہد کے ہوں یا خولان کے بکر کے ہوں یا ہران کے نقل کے ہوں یا تیہان کے عبس کے ہوں یا غیلان کے (یعنی کسی دشمن کو بھی نظر انداز نہ کروں گا۔ (دمعۃ ساکبہ ص 405 طبع ایران) واضح ہو کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں بعض حضرات نے معلم عمیر بن عامر ہمدانی کا نام کثیر بن عامر لکھا ہے جو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

بارھواں باب

حضرت مختار کی کوفہ سے مکہ کو روانگی اور ابن زبیر سے ملاقات

حجۃ الاسلام مولانا محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کوفہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچے اور سیدھے ابن زبیر کے پاس گئے ان سے ملے ابن زبیر نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور پوچھا کہ تم کوفہ سے آرہے ہو یہ بتاؤ کہ کوفہ کے لوگوں کا کیا حال ہے اور ان کے جذبات کن حدود تک قابل اعتماد ہیں حضرت مختار نے فرمایا کہ تم کوفہ کے لوگوں کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔ وہ دل میں دشمنی اور ظاہر میں دوستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میرے خیال میں وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے اہل کوفہ کی مذمت شروع کی اور بہت زیادہ ان کی تذلیل کے الفاظ استعمال کیے حضرت مختار نے فرمایا کہ سنو ہمارے دل میں جو کچھ ہے وہی تمہارے نزدیک بھی ہے ہم بھی واقعہ کربلا کا بدلہ لینا چاہتے ہیں

اور تم بھی یہی کچھ کہتے ہو اس سے بہتر کچھ نہیں ہوسکتا اور ہم اور تم مل کر اس مہم کو سر کریں اور اس کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کرلوں تم میری نگاہ میں یقینا یزید جیسے ملعون سے بہتر ہو تم فہیم اور عقل مند ہو، تم ہوشیار اور صاحب فراست ہو وہ ملعون بدکردار اور احمق ہے۔ ابن زبیر سنو! میں تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری حکومت کی بنیادوں کو پورے طور پر مستحکم کرسکتا ہوں اور عراق و عرب اور دیار شام کو تمہارے زیرنگین کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہوں ابن زبیر نے کہا تمہارا کہنا درست ہے لیکن میرے خیال میں تامل سے کام لینا چاہیے۔ اور عجلت نہ کرنی چاہیے۔ یہ سن کر مختار نے

محسوس کیا کہ ابن زبیر اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور مجھے بھی بتانا پسند نہیں کرتے اس احساس کی وجہ سے مختار کو سخت رنج ہوا اور وہ انتہائی غصہ میں عبداللہ ابن زبیر کے پاس سے اٹھ کر روانہ ہو گئے۔

حضرت مختار کی مکہ سے طائف کو روانگی

ابن زبیر کے پاس سے اٹھ کر حضرت مختار رنجیدگی کے عالم میں مکہ سے طائف کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے عزیزوں کے ساتھ ایک سال قیام کیا۔ مختار کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر کو محسوس ہوا اور وہ ان کی تلاش کرنے لگے ایک سال تک ابن زبیر حضرت مختار کو ڈھونڈ ھتے رہے لیکن ان کا نشانہ نہ ملا ایک سال کے بعد حضرت مختار حج کرنے کے ارادے سے پھر مکہ واپس آئے ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابن زبیر کی ان پر نظر پڑ گئی یہ دیکھ کر ابن زبیر نے اپنے ہمدردوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مختار میری بیعت کر لیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں وہ بیعت نہ کریں گے۔

حضرت مختار مکہ میں اور ابن زبیر کی بیعت

یہ سن کر عباس بن سہل انصاری نے کہا کہ مجھے اجازت دیں تو میں راہ ہموار کروں۔ ابن زبیر نے انہیں اجازت دی اور وہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہنے لگے کہ ابن زبیر کی بیعت بڑے بڑے لوگوں نے کر لی ہے تعجب ہے کہ آپ نے اب تک ان کی بیعت نہیں کی حضرت مختار نے فرمایا کہ میں ایک سال قبل ان کے پاس اسی بیعت کے لیے گیا تھا لیکن انہوں نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی میں یہ بھی چاہتا تھا کہ ان کے دشمنوں کو تہ تیغ کر کے ان کی حکومت کو مستحکم کروں مگر جب

کہ انہوں نے توجہ نہ کی اور اپنے معاملات کو ہم سے پوشیدہ رکھا تو ہم نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی پھر اس کے بعد سے میں ان کے پاس نہیں گیا اور اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ انہیں میری ضرورت ہے یا مجھے ان کی ضرورت ہے۔ عباس بن سہل انصاری نے کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان سے بیعت کے لیے کہا تھا کچھ لوگ ایسے اس وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے وہ کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔ اے ابواسحاق بس یہی وجہ تھی ورنہ وہ آپ کے بہت زیادہ خواہش مند ہیں اور آپ کی امداد کے طالب ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ میرے ہمراہ رات کے وقت ان کے پاس چلیں اور ان سے ملاقات کریں اور ایک دوسرے کے مافی الضمیر سے آگاہی حاصل کریں مختار نے کہا بہت بہتر ہے

چنانچہ رات کے وقت حضرت مختار، عبداللہ ابن زبیر کے پاس عباس انصاری کے ساتھ گئے ابن زبیر نے جونہی حضرت مختار کو دیکھا اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور بہت زیادہ عذرخواہی کی اور کہا کہ اس سے قبل جب آپ نے بیعت کا سوال کیا تھا تو میں نے اس لیے خاموشی اختیار کی تھی کہ کچھ نامناسب قسم کے لوگ اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کے سامنے اس قسم کی بات ہو اب میں چاہتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہوں کہیں میں ہر طرح آپ کے ارشاد کا احترام کروں گا، بے شک آپ میرے ہمدرد اور میرے مشفق و مہربان ہیں۔ حضرت مختار نے کہا کہ لمبی چوڑی گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں بس مختصر یہ ہے کہ میں آپ کی اس شرط سے بیعت کرتا ہوں کہ مجھے آپ کی حکومت میں اتنا دخل ہو کہ آپ جو کچھ کریں مجھے اپنے مشورے میں ضرور شامل رکھیں۔ خصوصاً ایسے موقع کے بعد جب آپ کو یزید ملعون پر غلبہ حاصل ہو جائے اور میں یہ اس لیے چاہتا ہوں کہ یزید اور اس کے حامیوں سے واقعہ کربلا کا بدلہ لینے میں مجھے کامیابی نصیب ہو سکے۔

ابن زبیر نے کہا کہ " اے ابوسحاق! میں تمہاری بیعت کتاب خدا اور سنت رسول کے حوالہ سے چاہتا

ہوں" حضرت مختار نے فرمایا کہ ایسی بیعت تو میں ایک غلام کی بھی کرنے کو تیار ہوں آپ تو میرے سردار اور آقا ہیں۔ شرط کے بموجب ابن زبیر بیعت لینے پر راضی نہ تھے لیکن عباس بن سہل انصاری کے درمیان پڑنے سے معاملہ روبراہ ہوگیا اور حضرت مختار نے محض اس خیال سے کہ واقعہ کربلا کا بدلا لینے میں کامیابی نصیب ہوسکے ابن زبیر کی بیعت کرلی۔ اسی دوران میں عمر بن زبیر جو عبداللہ بن زبیر کے بھائی تھے ان پر حملہ آور ہوئے حضرت مختار نے پوری کوشش کی اور اس سے پوری نبرد آزمائی کے بعد اس پر قابو پالیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ گرفتار ہوگیا۔ اسی طرح جب ابن زبیر پر حکم یزید سے حصین بن نمیر نے حملہ کیا اور خانہ کعبہ کا محاصرہ کر کے عبداللہ ابن زبیر کو قتل کرنا چاہا تو حضرت مختار نے اپنی پوری سعی سے اسے ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد حضرت مختار مدینہ منورہ تشریف لے گئے (نور الابصار ص ۸۳ طبع لکھنؤ، وروضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷۵ طبع نولشکور لکھنؤ، مجالس المومنین ۳۵۱، تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۴۸)

تیرھواں باب

حضرت مختار کا مدینہ میں قیام حضرت رسول کریم (ص) کا خط

حضرت مختار کا مدینہ میں قیام حضرت رسول کریم (ص) کا خط، عزم مختار کی توانائی اور حضرت مختار کی حضرت امام زین العابدین (ع) سے اجازت طلبی کیلئے مکہ کو روانگی علماء مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مختار عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر کے مکہ سے مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اور وہیں اس وقت تک قیام پذیر رہے۔

جب تک خداوند عالم کا حکم انتقام نافذ نہیں ہو گیا، امام اہل سنت علامہ عبداللہ بن محمد رقمطراز ہیں۔ ثم ان المختار اقام فی المدینۃ الی ان احب اللہ ان ینتقم من ظالمی ال محمد صلوت اللہ علیھم اجمعین۔ الخ پھر حضرت مختار مدینہ میں اس وقت تک مقیم رہے جب تک خداوند عالم نے یہ نہیں چاہا کہ آل محمد پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لیا جائے اور انھوں نے ان کے جو حقوق غصب کیے ہیں اس کی سزا دی جائے۔ (قرۃ العین ضمیمہ نور العین ص133)

حضرت مختار مدینہ میں شب و روز اپنے منصوبے میں کامیابی کے اسباب پر غور و فکر کرتے رہتے تھے اور لوگوں سے مل کر اپنی کامیابی کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔

ان کا کوئی لمحہ ایسا گزرتا تھا جس میں وہ اپنے مقصد سے غافل رہتے رہے ہوں۔ آل محمد کے صفات واوصاف بیان کرنے اور ان کی نشر و اشاعت رطب اللسان رہنا ان کی زندگی کا جز بن گیا تھا۔

حضرت مختار کو جو چیز متردد کرتی تھی ۔وہ اہل کوفہ کی بیوفائی تھی اور انہیں اس کا بھی بڑا خیال تھا۔کہ ساری دنیا مخالف ہے اور جس مقام پر میں بدلہ لینے کا عزم کر چکا ہوں وہ کوفہ ہے اور کوفے کے تمام حسینی دلیر جن کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے۔سب جیلوں میں پڑے ہیں اور جیل بھی کوفے کی جس کا مزہ مجھے معلوم ہے وہ اس پر بھی بڑے تدبر سے غور کر رہے تھے کہ جبکہ کوفہ کی بڑی آبادی خون حسینی سے ہاتھ رنگین کیے ہوئے ہے اور ہمیں انہیں کو قتل کرنا ہے۔اور انہیں سے بدلہ لینا ہے اور ہمارے مددگاروں کی تعداد بہت کم ہے پھر کیوں کر کامیابی ہوگی۔

حضرت رسول کریم کا خط حضرت مختار کے نام

حضرت مختار یہی کچھ سوچ رہے تھے کہ ایک دن ایک شخص نے آکر آپ کی خدمت میں ایک خط پیش کیا۔جب حضرت مختار نے اُسے کھولا تو وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰے (ص) کا خط تھا۔

مؤرخ ہروی علامہ محمد خاوندشاہ لکھتے ہیں: سبب جزم مختار بانتقام وتصمیم عزیمت او برمحاربہ وقتل اہل ظلام وصول کتاب امیرالمومنین علی بودو مفصل ان مجمل انکہ شعبی ا روایت میکند کہ روزے درمجلس مختار ناصر اہل بیت رسول اللہ نشتہ بودم ناگاہ شخصے برہیت مسافران درآمدہ گفت السلام علیک یا ولی اللہ ان گاہ مکتوبے سربمہر بیروں آورد و بدست مختار وادو معروض گردانید کہ این امانتی ست کہ امیرالمومنین علی بمن سپرد وفرمود بختار رساں مختار گفت ترا بخدای کہ جزاوخدائی نیست سوگندمی دہم کہ آنچہ گفتی مطابق واقعہ درست است آں شخص برصدق قول خود سوگند خوردہ مختار مہر از کاغذ برداشت و درآنجا بود کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم السلام علیک امابعد بداں اے مختار...... خدائے تعالیٰ محبت اہل بیت را در دل تو افگند وخون مارا از اہل بغی وطغیان وارباب تمردوعصیان طلب خواہی داشت باید کہ خاطرجمع داری وہیچ گونہ پریشانی بہ ضمیر خود راہ نہ دہی ومختار بعداز اطلاع برمضمون ایں مکتوب مستظہر وقوی دل شدہ درقتل دشمنان خاندان

رسالت، مساعی جمیلہ مبذول داشت) روضۃ الصفا جلد 3 ص 75 ونور الابصار ص 83 ومجالس المومنین ص 357 کہ انتقام خون حسین پر حضرت مختار کی جرات اور اس پر عزم بالجزم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین کا مرسلہ وہ مکتوب جو حضرت رسول نے رسال فرمایا تھا وہ مختار کو مل گیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ ایک شخص بصورت مسافر داخل مجلس ہوا اس نے آ کر السلام علیک یا ولی اللہ کہا اور سربمہر ایک مکتوب حضرت مختار کے ہاتھ میں دے کر بولا کہ یہ حضرت امیر المومنین کی امانت ہے وہ مجھے دے گئے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچاؤں حضرت مختار نے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ تم قسم کھاؤ کہ یہ جو بیان کر رہے ہو بالکل درست ہے چنانچہ اس آنے والے نے قسم صداقت کھائی اس کے بعد حضرت مختار نے اس خط کی مہر توڑی اس میں لکھا تھا کہ خداوند عالم نے ہمارے اہل بیت کی محبت تمہارے دل میں ڈال دی ہے تم ہمارے اہل بیت کے دشمن سے عنقریب بدلہ لو گے دیکھو اس سلسلہ میں تم حیران و پریشان نہ ہونا اور دل جمعی کے ساتھ اپنا کام کرنا اس خط کو پانے کے بعد حضرت مختار نہایت قوی دل ہو گئے اور قتل دشمن میں دلیر ہو کر سامنے آ نکلے اور پوری سعی سے واقعہ کربلا کا بدلہ لیا۔ اس خط کو پاتے ہی حضرت مختار کا جذبہ انتقام جوش مارنے لگا ان کی ہمت بلند اور ان کا حوصلہ جوان ہو گیا لیکن چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انتقام لینا بغیر امام وقت کی اجازت کے صحیح نہ ہو گا اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ امام زمانہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اجازت حاصل کریں اس مقصد کے لیے وہ مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہو گئے کیونکہ امام علیہ السلام اس زمانہ میں مکہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ (لواعج الاحزان) حضرت مختار مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ جا رہے تھے کہ راستہ میں ابن عرق سے ملاقات ہوئی وہ کہتے ہیں کہ رایت المختار اشتر العین الخ میں نے مختار کو دیکھا کہ ان کی آنکھ پر چوٹ ہے تو ان سے پوچھا کہ یہ زخم کیسا ہے جو اچھا ہونے کو نہیں آتا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہی چوٹ ہے جو ابن زیاد کی مار سے پیدا ہو گئی تھی اور

اب اس نے ایسی شکل اختیار کرلی ہے کہ کسی صورت سے اچھی نہیں ہوتی۔

اے ابن عرق میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ فتنہ ابھر گیا ہے اور فساد کی آگ تیار ہوگئی ہے اور دیکھو عنقریب وہ بھڑک اٹھے گی اور میں ابن زیاد کو اس کے کیفر کردار تک پہنچادوں گا۔ (دمعۃ ساکبہ ص 408، طبع ایران) اس کے بعد حضرت مختار آگے بڑھے اور چلتے چلتے داخل مکہ ہوئے اور اس روایت کی بنا پر جس میں ظہور وخروج مختار تک کے لیے حضرت محمد حنفیہ (ع) روپوش ہو گئے تھے حضرت مختار نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا بالاخران سے ملاقات ہوئی۔ مختار نے ان سے اپنے عزم وارادہ کو بیان کیا۔ حضرت محمد حنفیہ (ع) بے انتہا خوش ہوئے اور وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ انتقام واقعہ کربلا بلا اجازت امام زمانہ درست نہیں ہے اور امام زمانہ اس وقت تک حضرت امام زین العابدین (ع) ہیں جن کو میں بھی قطعی طور پر امام زمانہ تسلیم کرتا ہوں (زوب النضار ابن نما ضمیمہ بحار جلد 10 ص 401) ان سے دریافت کرنا چاہیے حضرت محمد حنفیہ (ع) نے حضرت مختار سے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں واقعہ کربلا کے خون بہا کو واجب سمجھتا ہوں (تاریخ طبری جلد 4 ص ۲۵۳ قرۃ العین 143) اس کے بعد میرے تاریخی استنباط کے مطابق حضرت محمد حنفیہ (ع) حضرت مختار کو لے کر حضرت امام زین العابدین (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمام حالات بیان کیے اور حضرت رسول کریم (ص) کے خط کا حوالہ دیا۔ حضرت مختار جو کہ خود بھی امام زین العابدین کی امامت کے قائل تھے۔ (معارف الملۃ الناجیۃ والنار یہ ص 56) حضرت امام زین العابدین (ع) سے اجازت کے طالب ہوئے اور امام علیہ السلام نے انہیں اجازت دے دی لیکن چونکہ بنی امیہ کا دور تھا اور حضرت امام ہر لحہ خطرہ محسوس کر رہے تھے لہٰذا انہوں نے اس مسئلہ میں اپنے کو سامنے لانا مناسب نہیں سمجھا (نور الابصار ص 7) اسی بنا پر حضرت محمد حنفیہ (ع) کو اس واقعہ انتقام کا ولی امر بنا دیا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے جب کہ مختار نے کوفہ میں علم انتقام بلند کیا اور پچاس افراد محمد حنفیہ (ع) کے پاس تصدیق حال کے لیے آئے اور انہوں

نے حضرت امام زین العابدین (ع) کے پاس لے جا کر پیش کیا تھا اور امام (ع) نے فرمایا قد ولیتک ھذا الامر فاصنع ماشتمیں نے آپ کو اس واقعہ انتقام میں ولی امر اور مختار بنا دیا ہے۔

آپ جو چاہیں کریں (ذوب النضار فی شرح الثار ابن نما ص 401) چنانچہ وہ لوگ وہاں سے پلٹے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کوفہ پہنچ کر کہا کہ ہمیں امام زین العابدین اور محمد حنفیہ (ع) نے اجازت انتقام دے دی ہے روایت کے عیون الفاظ یہ ہیں۔ قال لھم قوموا بنا الی امامی و امامکم علی بن الحسین علیھما السلام دخل و دخلوا علیہ اخبرہ خبرھم الذی جاؤا الیہ ولا جلہ قال یا عم لو ان عبدا زنجیا تعصب لنا اھل البیت لوجب علی الناس موازرتہ ولقد ولیتک ھذا الامر فاصنع ماشت فخرجوا وقد سمعوا کلامہ وھم یقولون اَذِنَ لنا زین العابدین علیہ السلام وَمحمد بن الحنفیہ (ع) (الخ دمعۃ ساکبہ ۴۰۸ وذوب النضار ص ۴۰۷) ومحمد بن الحنفیۃ۔ (ترجمہ) "جب وہ لوگ حضرت محمد حنفیہ (ع) کے پاس پہنچے تو انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ اٹھو اور ہمارے ساتھ حضرت امام زین العابدین کے پاس چلو جو ہمارے اور تمہارے امام ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت امام زین العابدین (ع) نے فرمایا کہ اے میرے چچا جہاں تک انتقام کا تعلق ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر غلام زنگی بھی ہم اہلبیت کے بارے میں زیادتی کرے تو ہر مسلمان پر اس کا مواخذہ واجب ہے (اور اے چچا سنو!) میں نے اس کے بارے میں تم کو والی امر بنا دیا ہے اب تمہارا جو جی چاہے کرو یہ سن کر وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے اور انہوں نے کوفہ پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں انتقام لینے کی اجازت حضرت امام زین العابدین اور حضرت محمد حنفیہ (ع) نے دے دی ہے۔" الغرض حضرت محمد حنفیہ (ع) حضرت امام زین العابدین (ع) سے ولایت امر حاصل کرنے کے بعد اپنے دولت کدہ پر واپس آئے اور انہوں نے حضرت مختار کو چالیس اعیان واشراف کوفہ کے نام خطوط حمایت لکھ کر دیئے جن میں ایک خط حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کے نام کا بھی تھا یہ وہی خطوط ہیں جنہیں مختار نے کوفہ پہنچ

کرلوگوں کے سامنے پیش کیا۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 78) حجۃ الاسلام مولانا محمد ابراہیم مجتہد کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت مختار حضرت امام زین العابدین (ع) کی خدمت میں پیش ہوئے اور چونکہ خاندان رسالت کی نمایاں حمایت کیے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس لیے حضرت محمد حنفیہ (ع) کو پیش پیش رکھا۔ (نورالابصار ص 6) عالم اہل سنت علامہ عبداللہ ابن محمد لکھتے ہیں کہ حضرت محمد حنفیہ (ع) نے اپنا دستخطی فرمان دے کر حضرت مختار کو کوفہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور اس میں یہ بھی لکھا کہ مختار میری طرف سے ماذون اور ولی امر ہیں ان کی حمایت و اطاعت کرو۔ (قرۃ العین ص 146) غرضیکہ حضرت امام زین العابدین (ع) نے حضرت مختار کو بالواسطہ اجازت دی اور وہ انتقامی مہم کے لیے کوفہ کو روانہ ہو گئے۔ حضرت امام زین العابدین اپنے اصحاب سے اکثر اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بہت جلد مختار کامیاب ہو کر ابن زیاد اور عمر سعد وغیرہ ہما کا سر میرے پاس بھیجیں گے۔ (جلاء العیون علامہ مجلسی ص 248) یہ امر بھولنا نہیں چاہیے کہ حضرت مختار ابھی مکہ ہی میں تھے کہ یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا اور ابن زبیر کی حکومت نے جڑ پکڑ لی اور اس کی حکومت حجاز، بصرہ اور کوفہ میں مستقر و قائم ہو گئی۔ خبر انتقال یزید کے بعد حضرت مختار اپنی روانگی سے پہلے عبداللہ ابن زبیر کے پاس گئے۔ ان کے جانے کا مطلب یہ تھا کہ اس سے مل کر اس کا رخ دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ اس کے خیالات کیا ہیں، حضرت مختار جب عبداللہ ابن زبیر سے ملے تو اسے بالکل بدلا ہوا پایا۔ حکومت کے وسیع ہو جانے سے ابن زبیر اپنے وعدہ سے بھی پھر گیا اور انتقام خون حسین (ع) کا جو نعرہ لگاتا تھا اسے بھی بھلا بیٹھا۔ حضرت مختار کو اس کا یہ رویہ سخت ناگوار ہوا اور آپ نے دل میں ٹھان لی کہ میں اس کے خلاف بھی خروج کروں گا۔ (نورالابصار ص 85) علامہ معاصر مولانا سید ظفر حسن لکھتے ہیں کہ یزید اور ابن زبیر کی کشمکش میں 63ھ تمام ہوا اور 64ء کا آغاز ہونے لگا اس مدت میں ابن زبیر کی حکومت مکہ و مدینہ سے بڑھ کر یمن اور حضر موت تک جا پہنچی تھی۔ کوفہ میں بھی اس کے اثرات کی برقی رو دوڑنی لگی تھی۔ یزید گھبرا اٹھا

ابن زبیر بڑے توڑ جوڑ کے آدمی تھے۔ انہوں نے بنی امیہ کے تمام حکمرانوں کو جو یزید کے معین کیے ہوئے تھے۔ مکہ اور مدینہ دونوں سے نکال باہر کیا اور خود ملکی انتظام کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام لی اب تو یزید کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے مسلم بن عقبہ اور حصین بن نمیر کی ماتحتی میں دس ہزار فوج مکہ و مدینہ کی طرف روانہ کی اور یہ تاکید کر دی کہ پہلے حتی الامکان تین روز مدینے کو خوب لوٹا جائے۔ پھر مکہ پر چڑھائی کی جائے یہ جرار لشکر منزلیں مارتا مدینہ میں داخل ہو گیا مسلم بن عقبہ نے بیعت کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی ادھر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ یزید نے ابن زیاد کو مکہ کی مہم پر بھیجنا چاہا وہ راضی نہ ہوا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میرے لیے قتل حسین (ع) کا گناہ کافی ہے اس پر اہل مکہ کے قتل کا گناہ اضافہ کرنا نہیں چاہتا اس انکار سے یزید کا خطرہ اور بڑھ گیا اس نے مسلم بن عقبہ کو ایک خط اور بھیج کر یہ تاکید کی کہ مدینہ پہنچے تو امام زین العابدین (ع) سے کوئی تعرض نہ کرے۔ بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کا پورا لحاظ رکھے کیونکہ اس فساد میں ان کا ہاتھ نہیں۔ مسلم بن عقبہ تو اپنا ایمان جاہ و منصب کی قربان گاہ پر پہلے ہی بھینٹ چڑھا چکا تھا اس کو مدینہ کی غارت گری میں کیا تامل ہو سکتا تھا وہ آندھی کی طرح حجاز میں آیا اور جنگ کا آغاز کر کے مدینہ رسول کے امن و امان کو اپنے عسکری گرد و غبار میں لپیٹ لیا۔ یہ لڑائی واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔

28 ذی الحجہ 64 ھ سے اس کا آغاز ہوا تھا پہلے تو اہل مدینہ نے بڑی دلیری سے فوج شام کا مقابلہ کیا لیکن جب ان کا سردار عبداللہ بن مطیع بھاگ کھڑا ہوا تو سب کے قدم بھی میدان سے اکھڑ گئے ابن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا اور حکم یزید کے مطابق تین دن متواتر قتل عام کرتا رہا نوبت یہ پہنچی کہ تمام اصحاب رسول گھروں سے نکل کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے تاہم سات سو بزرگان قریش جن میں قاریان قران کی ایک بڑی تعداد شامل تھی قتل کیے گئے اور عام طور پر...... مدینہ کی عورتوں کے ساتھ زنا کیا گیا جن کے بطن سے نوسو زنا زادے پیدا ہوئے دس ہزار غلام تلوار کے گھاٹ اتارے گئے جو لوگ بچ

رہے تھے مسلم بن عقبہ نے ان سے یہ کہہ کر بیعت لی کہ ہم یزید کے غلام ہیں جس نے یہ کہنا پسند نہ کیا قتل کر ڈالا گیا...... مدینہ کی مہم سر کرتے ہی مسلم بن عقبہ بیمار ہو گیا اور اس کا مرض روز بروز بڑھنے لگا یزید کے حکم کے مطابق اس نے مکہ کی مہم ابن نمیر کے سپرد کر دی اور یہ تاکید کر دی کہ خانہ کعبہ کی حرمت کا کوئی خیال نہ کیا جائے اور جس طرح بنے وہاں کے لوگوں پر قبضہ کیا جائے امیر وقت کی اطاعت خانہ کعبہ کی حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔ (العیاذ باللہ) مسلم بن عقبہ مر گیا اور ابن نمیر نے پوری تیاری کے ساتھ مکہ پر دھاوا کیا۔

ابن زبیر مقابلہ کیلئے نکلے۔ بازار کارزار گرم ہوا منذر ابن زبیر مارا گیا اور فوج شام نے غلبہ پا کر اہل مکہ کو شکست دی ابن زبیر روپوش ہو گئے۔ ابن نمیر نے فوج کو حکم دیا کہ منجنیقوں سے کعبہ پر پتھر برساؤ چنانچہ پتھروں کی بارش سے بہت سے شہری زخمی ہوئے سارا شہر محاصرہ میں تھا جس کا سلسلہ ماہ صفر سے آخر ربیع الاول تک قائم رہا۔

جب اہل شام پتھر برساتے برساتے تھک گئے تو انہوں نے منجنیقوں سے گندھک اور روئی میں آگ لگا کر پھینکنی شروع کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل اٹھے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں نذر آتش ہوئیں۔ ابھی محاصرہ اٹھنے نہ پایا تھا کہ دمشق میں یزید لعین واصل جہنم ہوا مکہ میں خبر پہنچی تو ابن نمیر کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اب اسے ٹھہرنا دشوار ہو گیا چلتے وقت ابن زبیر کو کعبہ میں بلا کر کہا یزید تو مر گیا میں اپنے تمام لشکر کے ساتھ اس شرط پر تمہاری بیعت کر سکتا ہوں کہ ہمارے ساتھ دمشق چلے چلو وہاں ہم تمہیں تخت پر بیٹھا دیں گے۔ اس نے کہا جب تک مکہ اور مدینہ والوں کے خون کا کل اہل شام سے بدلہ نہ لے لوں گا کوئی کام نہ کروں گا ابن نمیر ابن زبیر کی کج فہمی کو سمجھ گیا کہنے لگا کہ جو شخص تجھ کو صاحب عقل و ہوش سمجھے وہ خود بیوقوف ہے میں تجھے نیک صلاح دیتا ہوں اور تو مجھے دھمکاتا ہے۔ یزید کے مرنے سے ابن زبیر کے سر پر آئی بلا ٹل گئی اس نے شکست خوردہ فوج کو پھر جمع کیا اور وہ شہر مکہ پر پھر

بدستور قابض ہو گیا۔ مدینہ والوں نے ابن عقبہ کے معین کیے ہوئے حاکم کو شہر سے نکال باہر کیا۔ ابن زبیر نے یہاں بھی قبضہ کر لیا۔

اب بھلا ایسی صورت میں جب کہ ابن زبیر کا عروج بڑھ رہا تھا وہ حضرت مختار کی کیا پروا کرتا۔ بالآخر انہوں نے حضرت مختار کی طرف سے بے رخی کی حضرت مختار اس کی روش سے سخت بد دل ہو گئے مختار کو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ ابن زبیر نے حکومت حاصل کرنے کے بعد خون حسین کے بدلہ لینے کا خیال مطلقاً ترک کر دیا۔ مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے ابن زبیر سے عہد و پیمان کر لیا تھا اور ان کا پورا ساتھ دے رہے تھے۔ جب اس پر مصیبت آئی یہ اس کی مدد کرتے تھے چنانچہ جب عمر بن زبیر جو عبداللہ ابن زبیر کا بھائی تھا اپنے بھائی سے لڑنے کیلئے مکہ پر حملہ آور ہوا تو مختار کمر جدو اجتہاد بستہ در جنگ سعی بسیار نموو تا عمر گرفتار گشت مختار نے کمال سعی و کوشش سے اس کا مقابلہ کیا اور اس درجہ اس سے جنگ کی کہ عمر گرفتار ہو گیا اسی طرح جب حصین ابن نمیر نے حکم یزید سے مکہ کا محاصرہ کیا تو مختار نے دفع لشکر شام میں کمال جرأت سے دادِ مردانگی دی اور جب یزید فوت ہو گیا اور ابن زبیر کی حکومت حجاز کوفہ بصرہ تک پہنچ گئی تو اس نے ان سے بے التفاتی شروع کی اور اپنے تمام وعدوں سے وہ پھر گیا اس کے طرز عمل سے مختار سخت بد دل ہو گئے اور ابن زبیر کے خلاف بھی خروج کا تہیہ کر کے مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ (روضۃ الصفاج 3 ص 75)

مختار آل محمد

چودھواں باب

حضرت مختار کی مکہ سے روانگی، کوفہ میں رسیدگی اور گرفتاری

حضرت مختار، عبداللہ ابن زبیر سے پوری طور پر بددل ہو ہی چکے تھے۔ وہ مکہ میں قیام کرنا بیکار خیال کرتے ہوئے بھی موقع کے انتظار میں وہاں ٹھہرے رہے جب انہیں معلوم ہوا کہ یزید کے بعد وہ تمام شیعیان علی جو ابن زیاد کی قید میں تھے برآمد ہو گئے ہیں اور انہوں نے کوفہ میں انتقامی مہم کی کافی چھل پہل پیدا کر دی ہے تو وہ اپنی پہلی فرصت میں مکہ سے روانہ ہو گئے نہایت تیزی کے ساتھ طے منازل اور قطع مراحل کرتے ہوئے کوفہ کو جا رہے تھے کہ راستے میں ہانی بن حیہ ودا عی سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہ کوفہ اور اہل کوفہ کس حال میں ہیں ہانی نے کہا کہ اس وقت اہل کوفہ کی حالت پراگندہ بھیڑوں جیسی ہے اگر کوئی ان کا گلہ بان ہو جائے تو انہیں یک جا کرنا چاہیے تو بڑی آسانی اور نہایت خوبصورتی سے یہ یکجا ہو جائیں گے۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں انہیں ضرور یکجا کروں گا اور دشمنان آل محمد خصوصا قاتلان امام حسین (ع) کو چن چن کر قتل کروں گا۔ پھر حضرت مختار نے پوچھا کہ سلیمان بن صرد کا کیا ارادہ ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں ہانی نے کہا کہ وہ خروج کیلئے بالکل تیار ہیں لیکن اب تک برآمد نہیں ہوئے اسی قسم

کی گفتگو سلمہ بن کرب سے بھی ہوئی یہ سن کر حضرت مختار آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ کا ورود جمعہ کے دن نہر حیرہ پر ہوا۔ آپ نے غسل کیا لباس بدلا تلوار حمال کی اور آپ گھوڑے پر سوار ہو کر بارادہ کوفہ روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے جب آپ کا ورود بمقام قادسیہ ہوا تو آپ نے اپنا راستہ بدل دیا اور آپ کربلا کی طرف مڑ گئے کربلا پہنچ کر بروایت روضۃ الصفا ومناقب اخطب خوارزمی ومجالس المومنین آپ نے حضرت امام حسین (ع) کو سلام کیا اور ان کی قبر مبارک سے لپٹ کر بے پناہ گریہ کیا اور اسے بوسے دیئے اور ان کی بارگاہ میں بدل وجان قسم کھائی جس کے عیون الفاظ یہ ہیں:۔ یا سیدی البیت بجدک المصطفیٰ وابیک المرتضیٰ وامک الزھراء واخیک الحسن المجتبیٰ ومن قتل معک من اھل بیتک وشیعتک فی کربلا لا اکلت طیب الطعام ولا شربت لذیذ اشراب ولا نمت علی ولی المھا دولا خلعت ھذہ والا برار حتی انتقم محن قتل او اقتل کما قتلت فتح اللہ العبس بعدک (مناقب اخطب روضۃ الصفا جلد 3 ص 76 مجالس لمومنین ص 358 اے سید و سردار! میں نے آپ کے جدامجد حضرت محمد مصطفی (ص) اور آپ کے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ (ع) اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ زہراء (ع) اور آپ کے برادر مجتبیٰ حضرت حسن (ع) اور آپ کے ان اہلبیت اور شیعوں کی قسم کھائی ہے جو آپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ہیں کہ میں جب تک آپ کا انتقام نہ لے لوں گا۔ اس وقت تک نہ اچھے کھانے کھاؤں گا نہ آب خوشگوار پیئوں گا نہ نرم بستر پر سوؤں گا۔ نہ یہ چادریں جو اوڑھے ہوئے ہوں اتاروں گا اے مولا آپ کے بعد زندگی بہت بری زندگی ہے اب یا تو انتقام لوں گا۔ یا اسی طرح قتل ہو جاؤں گا جس طرح آپ شہید ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ باچشم گریاں قبر امام حسین (ع) سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے پھر قطع مراحل کرتے ہوئے آپ ماہ رمضان 64ھ کو دن کے وقت داخل کوفہ ہو گے۔ (مجالس المومنین ص255)

حضرت مختار جس کی طرف سے گزرتے تھے وہی آپ کا استقبال کرتا تھا اور آپ کے آنے کی

مبارکباد پیش کرتا تھا آپ لوگوں سے کہتے جاتے تھے کہ گھبراؤ نہیں میں انشاء اللہ ظالموں کا عنقریب قلمع وقمع کروں اا ور واقعہ کربلا کا ایسا بدلہ لوں گا کہ دنیا انگشت بدنداں ہوگی اس کے بعد آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور آپ نے نماز ادا کی، پھر وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر پہنچے جو خانہ سالم بن مسیب کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت مختار نے اپنے گھر میں قیام کرنے کے بعد اعیان شیعہ سے ملنا شروع کیا اوران پر یہ وضاحت کی کہ وہ محمد بن حنفیہ (ع) کا اجازت نامہ لائے ہیں کوفہ کی فضا چونکہ عبداللہ ابن زبیر کے اثرات سے متاثر تھی اس لیے شیعیان علی بن ابی طالب خاموشی کے ساتھ ہوشیاری سے اپنے منصوبہ کو کامیاب بنانے کی طرف متوجہ تھے۔ حضرت مختار کے کوفہ پہنچتے ہی دشمنان آل محمد میں ہل چل مچ گئی لوگوں پر مختار کی ہیبت طاری تھی ۔ لہٰذا ان لوگوں نے جمع ہو کر ان کے معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کی تبادلہ خیال کے بعد عمر بن سعد اور شیث ابن ربعی اور ابراہیم بن محمد اور عبداللہ بن یزید نے فیصلہ کیا کہ مختار کو گرفتار کر لینا چاہے کیونکہ یہ سلیمان بن صرد سے زیادہ نقصان رساں اور خطرناک ہیں سلیمان کا مقابلہ عام لوگوں سے ہے اور مختار صرف قاتلان حسین (ع) کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جن میں تمام اعیان کوفہ وشام شامل ہیں، رائے قائم کرنے کے بعد ہزاروں افراد کو مختار کی گرفتاری کیلئے بھیج دیا گیا۔ ان لوگوں نے پہنچ کر حضرت مختار کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور انہیں گرفتار کر کے ایک خچر پر سوار کیا اور قید خانہ بھیج دیا۔ حضرت مختار جب قید خانہ بھیجے جارہے تھے اس وقت ابراہیم ابن محمد نے عبداللہ ابن یزید والی کوفہ سے کہا ان کے جسم کو زنجیروں سے جکڑ وادے اس نے جواب دیا۔ کہ مختار نے کوئی خطا نہیں کی ہم ان کے ساتھ سختی نہیں کر سکتے۔ یحیٰ بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں حمید بن مسلم کے ہمراہ ایک دن مختار سے ملا تو انہوں نے ایک عظیم مقفی عبارت میں کہا کہ میں عنقریب دشمنان آل رسول کے خون کا بدلا لوں گا۔ اور تمام سرکشاں کوفہ وشام کو خون آشام تلوار کا مزہ چکھاؤں گا۔ (نور الابصار ص 62، ذوب النضار ص 405 دمعۃ ساکبہ 406) مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت مختار کوفہ پہنچے کے

ساتویں دن گرفتار کر لیے گئے اور یہ واقعہ 64ھ کا ہے (تاریخ طبری جلد 4 ص 650 طبع لکھنو) مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ مختار کی گرفتاری کے بعد شیعیان کوفہ کے چند نمایاں افراد ضمانت پر رہا کرانے کیلئے والی کوفہ کے پاس گئے اس نے صاف انکار کر دیا یہ لوگ سخت رنجیدہ واپس چلے آئے۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 76)

حضرت سلیمان بن صرد کا خواب

اور حضرت سلیمان بن صرد محو خواب ہو گئے سونے کے حالات میں انہوں نے خواب دیکھا کہ میں ایک سبز گلستان پر بہار میں ہوں، اس میں نہریں جاری ہیں۔ عمدہ عمدہ درختوں میں پھل لگے ہوئے ہیں اس باغ کے درمیان میں ایک قبہ طلائی بنا ہوا ہے اور اس پر پردہ پڑا ہوا ہے میں باغ میں سیر کرتا ہوا اس قبہ طلائی کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ اس میں سے ایک حسین و جمیل مخدرہ برآمد ہوئیں۔ ان کے چہرہ مبارک پر سندس سبز کا مقنع پڑا ہوا ہے جونہی میں نے انہیں دیکھنے سے بدن میں تھرتھری پڑ گی قریب تھا کہ میرا دل شگافتہ ہوا جائے جونہی انہوں نے میری یہ حالت دیکھی بے ساختہ وہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ اے سلیمان خدا تمہاری سعی کو مشکور قرار دے اے سلیمان تم اور تمہارے ساتھی اور تمام وہ لوگ جو ہماری محبت میں شہید ہوں گے ہمارے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اسی طرح وہ لوگ ہمارے ساتھ جنت میں ہوں گے جن کی آنکھیں ہمارے غم میں پر اشک ہوں گی۔ میں نے یہ سن کر ان کی خدمت میں عرض کی۔ بی بی آپ کون ہیں ارشار فرمایا کہ میں تمہارے نبی کی رفیقۂ حیات خدیجہ (ع) ہوں اور یہ جو میرے پاس موجود ہیں۔ تمہارے نبی کی بیٹی فاطمہ (ع) الزہرا ہیں۔ اس کے بعد میں نے جو باغ کے اطراف میں نظر کی تو دیکھا کہ سارا باغ پر انوار ہے اتنے میں حضرت خدیجہ (ع) نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ (ع) الزہرا تم کو سلام کہتی ہیں اور میرے دونوں بیٹے حسن (ع) و حسین (ع) ارشاد کرتے

ہیں کہ اے سلیمان! تمہیں بشارت ہو کہ تم کل بوقت زوال ہمارے پاس ہو گے۔اس کے بعد انہوں نے پانی کا ایک جام عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کا پانی اپنے زخمی جسم پر چھڑکو سلیمان کا بیان ہے کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔تو میں نے دیکھا کہ میرے سرہانے پانی کا ایک کوزہ غائب رکھا ہوا ہے ۔میں نے فوراً اس سے غسل کیا۔اس کے بعد اس کوزے کو ایک طرف رکھ دیا۔کوزہ غائب ہو گیا۔یہ دیکھ کر میں سخت متعجب ہوا اور میرے منہ سے بے ساختہ لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ نکل گیا۔جو نہی میرے منہ سے کلمہ کے الفاظ نکلے میرے لشکر والے جاگ اٹھے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا واقعہ گزرا میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔(نور الابصار ص 82) بروایت سلیمان نے یہ بھی بتایا کہ جب میں نے اس پانی سے غسل کیا تو جراحت کی تکلیف مجھ سے دور ہو گئی (قرۃ العین ص 142)اس کے بعد حضرت سلیمان اور ان کے ساتھی رکوع اور سجود میں مشغول ہی تھے کہ صبح ہو گئی۔صبح ہوتے ہی اذان ہو گئی اور حضرت سلیمان نے نماز جماعت پڑھائی،نماز کے بعد حضرت سلیمان نے اپنے زخمی بہادروں کو حکم دیا کہ سلاخ جنگ سے آراستہ ہو کر نہر کو پار کر کے ابن زیاد کے لشکر پر حملہ آور ہوں،چنانچہ یہ بہادر حملہ میں مشغول ہو گئے۔(اخذ الثار وانتصار المختار ابی مخنف ص 482)۔علامہ ابن نما کا بیان ہے کہ حسینی بہادر اپنی پوری طاقت کے ساتھ نبرد آزما تھے۔اور ادھر سے بھی مکمل شدت کا حملہ ہو رہا تھا۔مگر بہادروں پر قابو نہیں پایا جا رہا تھا کہ حصین بن نمیر نے حکم دیا کہ تیروں کی بارش کر دی جائے،چنانچہ تیر برسنے لگے۔فانت السہام کالشرار النطائرۃ اور تیروں کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔

حضرت سلیمان بن صرد کی شہادت

تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ دوپہر کا وقت آ گیا چاروں طرف سے تیر برسنے لگے فقتل سلیمان بن صرد اور حضرت سلمان بن صرد درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔حضرت سلمان کی شہادت کے بعد علم اسلام

مسیب ابن نخبہ نے لے لیا مسیب نہایت بہادر اور بے مثل جنگجو تھے۔ انہوں نے علم سنبھالتے ہی حملہ آوری میں پوری شدت پیدا کر دی۔ (ذوب النضار ص 406 وروضۃ الصفا جلد 3 ص 73) حضرت مسیب بن نخبہ کی شہادت آپ پوری ہمت و جرات کے ساتھ جنگ کر رہے تھے آپ کے حملوں سے دشمن اس طرح بھاگ رہے تھے۔ جس طرح شیر کے حملہ سے دور بھاگتے ہیں۔ حملہ کے ساتھ ساتھ آپ رجز بھی پڑھتے تھے آپ کے حملوں میں تین حملے یادگار ہوئے ہیں۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مسیب عظیم الشان حملوں میں مشغول ہی تھے کہ سارا لشکر سمٹ کر یکجا ہو گیا اور سب دشمنوں نے مل کر یکجا حملہ کر دیا جس کی وجہ سے حضرت مسیب شہید ہو گئے۔ (ص 406) حضرت عبداللہ ابن سعد بن ثقیل کی شہادت مسیب کی شہادت کے بعد عبداللہ ابن سعد نے علم جنگ سنبھالا اور آپ نے رجز پڑھتے ہوئے کمال جرأت و ہمت سے حملہ کیا۔ کافی دیر لڑنے کے بعد آپ نے بھی شہادت پائی۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی خالد ابن سعد نے علم جنگ سنبھال لیا۔ خالد نے نہایت زبردست جنگ کی اور حیران کر دینے والے حملوں سے لشکر شام کو تہ و بالا کر دیا۔ بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ (ص 406)

حضرت عبداللہ ابن وال کی شہادت

خالد کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن وال نے علم جنگ سنبھال لیا۔ آپ نے کمال جرأت و بہادری سے اپنے حملوں کو فروغ دیا اور فلک ہلا دینے والے حملوں سے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ آپ مشغول جنگ ہی تھے، کہ آپ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا آپ نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور ایسی ہی حالت میں کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے خون جاری تھا ایک زبردست حملہ کیا آپ اپنی پوری طاقت سے حملہ کر رہے تھے کہ ناگاہ بقیا دت مثنی ابن محرمہ عبدی بصرہ سے اور کثیر بن عمرالحنفی مدائن سے مختصر سی کمک

پہنچ گئی۔

اب کیا تھا سلیمانیوں کی ہمت بلند ہوگئی اور حسینی بہادر اور بے جگری سے لڑنے لگے۔ بالآخر حضرت عبداللہ نے شہادت پائی۔ (ص 406) ان کی شہادت کے بعد علم جنگ رفاعہ ابن شداد نے سنبھالا، اور یہ لوگ بڑی بے جگری سے جنگ میں مصروف ہو گئے اور بہت کافی دیر تک مشغول جنگ رہے یہاں تک کہ رات آ گئی اب ان اسلامی بہادروں کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ ان کا سانس تک لینا دشوار ہو گیا کوئی اپنے عالم میں نہ تھا ہوش و ہواس بجا نہ تھے۔ زخموں سے چور ہو چکے تھے۔ تعداد بھی اختتام پذیر تھی۔ (ذوب النضار ص 406) مؤرخ ہروی لکھتے ہیں کہ رفاعہ ابن شداد علم جنگ لینے کے بعد چند قدم پیچھے کو سرکے یہ وہ وقت تھا آفتاب غروب ہورہا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب ہم صرف چند افراد رہ گئے ہیں۔ اگر اس مقام پر رہتے اور جنگ جاری رکھتے ہیں تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ این مذہب از جہاں برافتد یہ مذہب دنیا سے ناپید ہو جائے۔ اور ہماری ملت کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم چند نفر جو رہ گئے ہیں کوفہ کو واپس چلے جائیں اس رائے کو تقریباً سب زخمیوں نے پسند کیا۔ عبداللہ ابن عوف نے کہا کہ اگر تم اسی وقت یہاں سے روانہ ہو گئے تو دشمن تمہارا پیچھا کر کے تم سب کو قتل کر دیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ قدرے صبر کرو کہ رات بالکل تاریک ہو جائے۔ اور پردہ شب میں خاموشی کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو، رفاعہ نے ابن عوف کے صوابدید کے مطابق جنگ سے ہاتھ اٹھا کر اپنے لشکر گاہ میں حسب دستور سابق واپس آئے اور اہل شام اپنے لشکر گاہ میں رات گزارنے کیلئے چلے گئے۔ جب عالم پر پردہ تاریک شب چھا گئی تو رفاعہ اپنے بچے ہوئے زخمیوں کو لیے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ یہ لوگ جس پل سے نہر فرات پار ہوئے تھے۔ اسے شکستہ کر دیا تا کہ دشمن اگر تعاقب کریں تو جلدی سے پار نہ ہوسکیں۔ یہ لوگ راتوں رات کافی دُور نکل گئے، جب صبح ہوئی تو حصین ابن نمیر نے ان کا پیچھا کیا لیکن یہ لوگ دستیاب نہ ہوئے۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 73)

علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ بہادر لڑتے لڑتے خشکی کے ذریعہ سے قرسیسا تک پہنچ کر پردہ شب میں منتشر ہوگئے۔ (ذوب النضار ص 407) مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ قرسیسا پہنچے تو زفر بن حارث نے انہیں تین یوم مہمان رکھا۔ اس کے بعد کوفہ کو روانہ کردیا یہ لوگ بوقت شب داخل کوفہ ہوئے ۔(تاریخ طبری جلد 4 ص 651) مؤرخ کامل لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن وال بھی قتل ہوگئے تو رفاعہ بن شداد البجلی نے علم اُٹھالیا اور خوب لڑے۔ اہل شام کا ارادہ تھا کہ ان کو رات ہونے سے پہلے ہی ہلاک کردیں لیکن اہل حق کی شدت مقابلہ کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ عبداللہ ابن عزیز الکنانی آگے بڑھ کر اہل شام سے لڑنے لگے۔ ان کا صغیرسن بچہ مسمّی محمد ان کے ہمراہ تھا انہوں نے اہل شام میں بنو کنانہ کو آواز دی اور اپنے بیٹے کو ان کے سپرد کردیا۔ اہل شام نے ان کو امان دینی چاہی لیکن انہوں نے انکار کردیا اور وہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ شام کے وقت کرب ابن یزید الحمیری ایک صد آدمی نے کر اہل شام پر حملہ آور ہوئے اہل شام نے ان کو اور ان کے اصحاب کو امان پیش کی، انہوں نے جواب دیا کہ دنیا میں تو ہم امان ہی میں ہیں اب تو ہم صرف آخرت کی امان کی تلاش میں ہیں۔ غرضیکہ وہ سب اہل شام سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اس کے بعد صخر بن ہلال المزنی اپنے تیس آدمی لے کر آگے بڑھے اور شامیوں سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ جب رات ہوگئی تو اہل شام اپنی چھاؤنی کی طرف چلے گئے اور رفاعہ ابن شداد اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو لے کر اسی رات وہاں سے روانہ ہوگئے۔

صبح کو حصین بن نمیر ان کے مقابلہ کو نکلا لیکن میدان خالی دیکھ کر واپس ہوگیا۔ اہل کوفہ قرسیسا آئے زفر نے ان کو تین دن مہمان ٹھہرایا اور انہیں زادِراہ بھی دیا۔ پھر وہ لوگ کوفہ کو روانہ ہوگئے۔ سعد بن حذیہ یمان اپنے سوسواروں کے ساتھ اور مثنیٰ اہل بصرہ کے ساتھ آئے لیکن یہاں پر آکر ان کو اہل کوفہ کی شکست کی خبر معلوم ہوئی۔ رفاعہ کے آنے تک وہیں ٹھہرے رہے جب وہ آئے تو ان کا استقبال کیا۔ ایک دن ایک رات وہاں رہے اور پھر اپنے اپنے مقام کو چلے۔ یہ بھی جنگ عین الورد جو 26 جمادی

الاولٰی سے شروع ہوکر آخر مہینہ تک رہی۔سلیمان بن صرد اوران کے اصحاب کی سیاسی دانش مندی اور خلوص نیت کا ثبوت ان کے اس انکار سے ملتا ہے جو انہوں نے عبداللہ بن یزید والی کوفہ اور زفر بن الحارث والی قرسیسا کوان دونوں کو درخواست امداد پر دیا۔یہ دونوں عبداللہ ابن زبیر کے آدمی تھے اور سلیمان بن صرد سے مل کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے تھے ان کو مطلقاً سلیمان کے مقصد سے کام نہ تھا اور نہ یہ خون حسین (ع) کی طلب میں اٹھے تھے۔یہ تو عبیداللہ ابن زیاد کو واحد دشمن خیال کرکے سلیمان سے ملنا چاہتے تھے۔اگر فتح ہوتی تو عبداللہ ابن زبیر کی ہوتی اگر شکست ہوتی تو یہ عبیداللہ ابن زبیر کے پاس چلے جاتے اور وہاں سے کمک لاتے اور پھر لڑتے لیکن اتنے عرصہ میں شیعیان کوفہ مع مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جاتے نزلہ برعضو ضعیف می ریزد۔ان ہی سے دل کھول کر بدلہ لیا جاتا اور پھر مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کی بھی تحریک مرجاتی۔عبداللہ ابن زبیر دشمن علی تھا۔سلیمان بن صرد ایک دشمن علی (ع) کو کیوں مدد پہنچاتے علاوہ اس کے ان سے ملنے سے یہ خالص مذہبی جنگ نہ رہتی بلکہ سیاسی جنگ ہوجاتی اور پھر خلوص نہ رہتا۔سلیمان اوران کے اصحاب کا جو مدعا تھا وہ فوت ہوجاتا۔دونوں جگہوں کی مدد کو قبول نہ کرنا ان کی سیاسی ذکاوت اور مذہبی خلوص کا ثبوت ہے۔(تاریخ کامل جلد 1 ص 296،نورالمشرقین ص 91) شہدائے عین الورد کے سرکاٹ لیے گئے مقام عین الورد میں قیام خیر جنگ کے سلسلہ میں حسینی خون بہا لینے والے جتنے بہادر شہید ہوئے تھے ان کے سرکاٹ لیے گئے اور ان سروں کو مروان بن حکم کے پاس عبیداللہ ابن زیاد نے نیزوں پر بلند کرکے بھیج دیا۔(قرۃ العین ص 142) اس کے بعد عبیداللہ ابن زیاد بقیہ لشکر سمیت وارد شام ہوا۔(تاریخ طبری جلد 4 ص 651) اس وقت شام میں عبدالملک بن مروان کی حکومت قائم ہوچکی تھی اور مروان بن حکم صرف 9 ماہ حکومت کرکے اپنی بیوی یعنی خالد بن یزید کی ماں کے ہاتھوں مرچکا تھا اس نے اسے تکیے سے دبا کر قتل کردیا تھا۔(روضۃ الصفا جلد 3 ص 73) شہادت سلیمان بن صرد پر شام میں مسرت حضرت سلیمان بن صرد اوران کے ساتھیوں

کی شہادت کی جب اطلاع شام میں پہنچی تو شامیوں نے خوشی کا اظہار کیا اور عبدالملک ابن مروان نے مسجد جامع میں ایک عظیم اجتماع طلب کر کے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ خداوند عالم نے بہت بڑے فتنے کے سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔ سلیمان بن صرد مسیب بن نخبہ، عبداللہ ابن سعد، عبداللہ ابن وال وغیر ہم یہ عظیم فتنے تھے۔ شکر ہے کہ خدا نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ (تاریخ خضری جلد 2 ص 213 طبع مصر)

پندرھواں باب

حضرت مختار کی قید سے رہائی

حضرت مختار کی قید سے رہائی عبدالملک ابن مروان کی حکومت اور قتل مختار ثقفی سے حجاج ثقفی کی عاجزی مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے ساتھیوں کا حشر انگیز قتل اور ان کی شاندار قربانی اختتام پذیر ہوگئی اور سب کے سب کمال جرأت و ہمت اور عظیم بہادری کے ساتھ حضرت امام حسین (ع) پر نثار ہوگئے اور حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی بدستور جیل خانہ کی شدت سے دوچار رہے۔ (تاریخ طبری جلد 4 ص 651)

حضرت مختار کی یہ دلی خواہش تھی کہ ہم سلیمان بن صرد کے ساتھ مل جل کر میدان مقاتلہ میں کام کریں اور واقعہ کربلا کا اس طرح بدلا لیں کہ دنیا انگشت بدنداں ہوجائے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت سلیمان سے ملاقات بھی کی تھی لیکن پہلی ملاقات میں باہمی سمجھوتہ نہیں ہوسکا تھا کیونکہ سلیمان اپنے خروج کی تاریخ مقرر کر چکے تھے۔ وہ اس کا انتظار کر رہے تھے اور تیاری میں مشغول تھے اور حضرت مختار کا یہ کہنا تھا کہ تاریخ کا انتظار نہ کیجئے بلکہ موقع کا لحاظ کیجئے، اس وقت یزید کی موت سے ملک میں انتشار ہے۔ خروج کا بہترین موقع ہے ابھی اسی قسم کی گفتگو جاری تھی اور یہ لوگ آخری فیصلہ پر نہیں پہنچے تھے کہ حضرت مختار گرفتار کر لیے گئے ان کی گرفتاری کے بعد زعماء شیعہ نے بڑی کوشش کی کہ ان کی ضمانت پر رہائی ہوجائے۔ لیکن اس کا امکان نہ پیدا ہوسکا۔ بالاخر ابن زیاد کی

حکومت شام کی طرف سے پیش قدمی کے سبب سلیمان کو اپنی معینہ تاریخ سے قبل ہی خروج کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں یہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے یقین ہے کہ اگر مختار قید نہ ہوتے اور دونوں مل جل کر ایک ساتھ میدان میں آجاتے تو سلیمان وغیرہ کی شہادت جلدی عمل میں نہ آسکتی۔

شہادت حضرت سلیمان کا اثر

حضرت مختار قید کی سختیاں جھیل رہے تھے کہ انہیں حضرت سلیمان اور ان کے جملہ ساتھیوں کے قتل و شہید ہونے کی اطلاع ملی وہ قید خانے میں بے چین ہو گئے اور انہیں اس واقعہ عظیم سے نہایت ہی صدمہ پہنچا۔انہوں نے اپنے کمال تاثر کی وجہ سے حضرت سلیمان بن صرد کے باقی ماندہ لوگوں کو قید خانہ سے ایک خط لکھا۔(دمعۃ ساکبہ ص 407)

حضرت مختار کا خط اہل کوفہ کے نام

علماء کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے قید خانہ سے حضرت سلیمان کے باقی ماندہ لوگوں کے نام ایک خط تحریر کیا اس خط میں لکھا کہ خداوند عالم تمہیں اس مصیبت عظمٰی پر صبر عطا کرے اور اجر عظیم عنایت فرمائے اور اپنے نامحدود رحمت و برکت سے محضور کرے اور تم نے جو تکالیف برداشت کی ہیں اور ظالموں سے جو صدمات اٹھائے ہیں اس کے عوض میں تم پر اپنی کرامت انگیز نظر فرمائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ راہ خدا میں تم نے جتنے قدم اٹھائے ہیں۔خداوند عالم ان کے عوض حسنات بے شمار عطا فرمائے گا۔میرے دوستو! میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ جس وقت میں قید سے رہا ہو کر باہر نکلوں گا حکم خدا سے تمام دشمنان محمد وآل محمد (ع) سے ایسا بدلا لوں گا کہ دنیا حیران رہے گی میں ان کے چھوٹے بڑے ایک

کوبھی تہ تیغ کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ یاد رہے! کہ خدا کی جس کو ہدایت ہوگی وہ میرے عمل وکردار اور میری سعی وکوشش سے بہرہ مند ہوگا اور جو انکار کرے گا وہ لعنت ابدی میں گرفتار ہوگا تم گھبراؤ نہیں وقت رہائی قریب ہے۔ فقط والسلام علی اہل الہدیٰ حضرت مختار کے اس خط کے پہنچتے ہی کوفہ کے اہل ایمان خوش ہوگئے اور انہوں نے حضرت مختار کو جواباً لکھا کہ ہم نے تمہارا خط بڑے غور سے پڑھا۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری مدد کے اوقات کا بے چینی سے انتظار کررہے ہیں اگر آپ ہمیں کہیں تو ہم اکر آپ کو قید خانہ سے رہا کرانے کی کوشش کریں۔ حضرت مختار کو جونہی رؤسائے کوفہ کا خط ملا بے حد مسرور ہوئے اور وہ اس امر سے مطمئن ہوگئے کہ شیعیان کوفہ میرے ساتھ ہیں انہوں نے قید خانہ سے کہا بھیجا کہ میری رہائی کی سعی تم لوگ نہ کرو، میں نے اس کے راستے نکال لئے ہیں اور عنقریب میں رہا ہوجاؤں گا اور رہائی کے بعد اپنے مقصد کے انصرام وانتظام میں پوری پوری سعی کروں گا۔ (نورالابصار ص78) حضرت مختار کی قید خانہ میں بیعت مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے قید خانہ سے یہ بھی لکھا تھا کہ میں انشاء اللہ رہا ہونے کے بعد شرکائے کربلا کو اس انداز سے قتل کروں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا قتل یاد آجائے گا یعنی جس طرح بخت نصر نے قتل یحیٰی بن زکریا کی وجہ سے بے شمار قتل کیا اسی طرح میں قتل حسین (ع) کی وجہ سے لاتعداد قتل کروں گا یہ معلوم کر کے رؤسائے کوفہ بہت خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ شکر ہے ابھی ہمارا ایک مددگار باقی ہے، اس کے بعد رفاعہ چار نمایاں افراد کو ہمراہ لے کر قید خانہ میں گئے اور مختار سے مل کر ان کی بیعت کرلی اور انہیں بالمواجہ اپنی حمایت کا یقین دلایا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم کافی افراد سمیت قید خانہ پر دھاوا بول کر آپ کو رہا کرالیں، حضرت مختار نے فرمایا کہ ایسا مت کرو میں نے رہائی کی سبیل خود پیدا کرلی ہے۔ (تاریخ طبری جلد 4 ص653)

حضرت مختار کا خط عبداللہ بن عمر کے نام

علماء مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے عبداللہ بن عمر کو جو ان کے بہنوئی تھے اور پہلے بھی انہیں قید ابن زیاد سے رہا کرا چکے تھے قید خانہ سے ایک خط لکھا جس کے عیون الفاظ یہ ہیں۔

اما بعد فی حبست مظلوماً وظن بی الولاہ ظنونا کاذبۃ فا کتب فی رحمك الله الی ھذین الظالمین وھما عبدالله بن یزید وابراھیم ابن محمد کتابا عیسیٰ الله ان یخلصنی من ایدیھما الطفك ومنك والسلام علیك۔

(ذوب النضار ابن نماص 407 طبع ایران) (ترجمہ) حمد وصلوٰۃ کے بعد اے عبداللہ ابن عمر آپ کو معلوم ہو کہ میں بے جرم وخطا محض ظلم کی وجہ سے قید کر لیا گیا ہوں میری قید کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے والیوں کو میرے متعلق کچھ شبہ ہو گیا ہے آپ برائے مہربانی میری شفارش میں ان دونوں ظالموں کے پاس جن کے نام عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم بن محمد ہیں ایک خط لکھ بھیجئے شاید خداوند عالم آپ کی مہربانی سے مجھے رہائی عطا کر دے۔ یہ خط لکھنے کے بعد حضرت مختار نے اسے اپنے غلام خیر نامی کے ذریعہ سے جو بروایت یہ خبر لے کر مختار کے پاس گیا تھا۔ کہ والی کوفہ نے تمہارا سارا مال واسباب لٹوا لیا ہے مدینہ بھجوا دیا، عبداللہ ابن عمر بن خطاب کو جونہی یہ خط ملا، وہ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے فوراً ایک خط عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کے نام اس مضمون کا ارسال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ مختار میرا سالا ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں تم لوگوں کو کس قدر عزیز رکھتا ہوں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جونہی میرا یہ خط تم لوگوں کو ملے فوراً مختار کو رہا کر دو۔ ورنہ مجھے سخت رنج ہو گا۔ والسلام (دمعۃ ساکبہ ص 407) مؤرخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر کا جونہی یہ خط ان دونوں کو ملا۔ انہوں نے حضرت مختار کو رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن وہ اس تردد میں رہے کہ اگر رہائی کے بعد مختار نے ہمارے ہی خلاف خروج کیا پھر کیا بنے گا۔ بالآخر وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ مختار سے اس امر کی ضمانت لینی چاہیے کہ وہ ہم پر خروج نہ کریں۔

اس کے لیے انہوں نے مختار سے گفتگو کی اوران کی صوابدید کے مطابق کوفہ کو ضمانت کیلئے طلب کیا اور ان سے یہ خواہش کی کہ وہ ان کے عدم خروج کی ضمانت دیں۔(دمعۃ ساکبہ ص 407)

حضرت مختار کی رہائی

حضرت مختار کی ضمانت کا سوال پیدا ہونا تھا کہ تمام رؤسائے کوفہ اس کے لیے تیار ہو گئے بالاخر دس معززین ضمانت کیلئے حکومت کی طرف سے منظور کیے گئے جب دس معززین دربار میں داخل ہوئے۔تو حضرت مختار قید خانے سے دربار میں لائے گئے اوران سے کہا گیا کہ تم اس بات کی قسم کھاؤ کہ رہائی کے بعد خروج نہ کرو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو ایک ہزار اونٹ یا گائے خانہ کعبہ میں قربانی دو گے اور تمہارے پاس جتنے غلام ہوں گے۔سب راہ خدا میں آزاد ہو جائیں گے۔حضرت مختار نے وعدہ کیا اور دس معززین نے بطور ضمانت اس کی تصدیق کی،آخر کار حضرت مختار رہا کر دیئے گئے اور وہاں سے روانہ ہوکر اپنے ماننے والوں کے جھرمٹ میں اپنے گھر پہنچے حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ رہائی کے بعد حضرت مختار نے کہا کہ یہ لوگ کتنے احمق ہیں جو مجھ سے ہدی اور بدنہ کی قربانی اور آزادی غلام کی قسم لیتے ہیں۔بھلا خانہ کعبہ میں قربانی میرے لیے کیا مشکل ہے۔اب رہ گیا آزادی غلام کا سوال تو میں حضرت امام حسین (ع) کے خون بہا کے بعد خود ہی سب کو آزاد کردوں گا۔میرا مقصد قاتلان حسین (ع) کو ان کے کیے کا بدلا دینا ہے اور بس اس کے بعد تو میں اپنی زندگی کا بھی خواہش مند نہیں ہوں۔(نورالابصار ص 88، ذوب النضار ابن نما ص 407، ضمیمہ بحار جلد 10، دمعۃ ساکبہ ص 407) مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ والی کوفہ نے اس کی بھی قسم دے دی تھی کہ تم اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا چنانچہ حضرت مختار اپنے گھر میں مقیم رہ کر اپنے مقصد کی تکمیل وتعمیل میں سرگرم رہے۔(تاریخ طبری جلد 4 ص 653) حضرت مختار قاتلان امام حسین (ع) کے قتل کا منصوبہ بنائے ہوئے اس کے اسباب کی فراہمی میں لگے ہوئے

تھے۔لیکن وہ لوگ جو اس منصوبہ سے متفق نہ تھے ان کی سعی پیہم یہ تھی کہ مختار اپنے ارادے سے باز آئیں۔اس سلسلہ میں لوگوں نے حتی المقدور کامیابی کی سعی کی حجاج بن یوسف جو عبدالملک بن مروان کا منہ چڑھا جرنیل تھا۔اسے یہ ہر وقت فکر تھی کہ کسی طرح مختار کے وجود سے زمین خالی کردی جائے۔قتل حضرت مختار کیلئے حجاج بن یوسف ثقفی کی سعی بلیغ مؤرخین کا بیان ہے کہ مروان بن حکم 3 رمضان المبارک 65ھ میں فوت ہوا اور اس کی جگہ پر اسی تاریخ عبدالملک بن مروان خلیفۂ وقت بنایا گیا۔اس کی حکومت شام اور مصر میں قائم ہوئی۔(تاریخ ابوالفدا جلد 2 ص 148) یہ کوفہ پر حکومت کرنے کیلئے بے چین تھا۔اس نے جس وقت خلافت سنبھالی ہے۔اس وقت ممالک اسلامیہ میں بڑا انتشار تھا، عبداللہ ابن زبیر حجاز پر حکومت کرتا تھا۔عراق میں بھی اس کی بیعت کرلی گئی تھی۔

لیکن اس میں اس کو پورا اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا ایک گروہ شیعوں کا آل محمد کیلئے پرچار کرتا تھا۔ مروان نے زیر قیادت عبیداللہ ابن زیاد ایک لشکر زفر بن حارث سے مقابلہ کیلئے بھیج دیا تھا جس کے سپرد سلیمان بن صرد سے مقابلہ بھی تھا۔عبدالملک نے عنان خلافت سنبھالنے کے بعد ابن زیاد کو لکھ دیا تھا کہ تو بدستور کام کرتا رہے۔(تاریخ الخضری جلد 2 ص 213 طبع مصر) چنانچہ حضرت سلیمان بن صرد کی مہم کے بعد جب ابن زیاد شام واپس پہنچا تو مروان مر چکا تھا اور عبدالملک ابن مروان تخت نشین خلافت تھا۔(تاریخ طبری جلد 4،ص 652) عبدالملک ابن مروان نہایت سفاک اور خونریز بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے پاس چند ایسے جرنیل تھے جو خونریزی میں اپنے بادشاہ کی مثال تھے جن میں حجاج بن یوسف ثقفی کو بڑا مقام حاصل تھا،اس نے اپنے عہد حیات میں اس کثرت سے مسلمانوں کو قتل کیا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب عبدالملک ابن مروان بادشاہ ہوا تو اس نے قرآن کریم کو جو اس کی گود میں تھا بند کر کے کہا۔ھذا اخیر العھد بک۔یہ تجھ سے آخری ملاقات ہے یا بقول ندوی،اب تجھ میں اور مجھ میں جدائی پڑگئی۔(تہذیب وتمدن اسلامی ص 63، 65) یہ پہلا شخص ہے

جس نے اسلام میں غدر کیا۔ خلفاء کے سامنے لوگوں کو بات کرنے سے روکا، نیکیوں کا حکم دینے سے باز رہا۔

اللہ کی کتاب سے کھیلا۔ اسی کے حکم سے حجاج مدینہ گیا اور باقی ماندہ اصحابِ رسول کو ذلیل کیا اور نشان ذلت کے طور پر حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ انصاری اور سھل بن سعد ساعدی جیسے عظیم الشان اصحاب کی گردنوں اور ان کے ہاتھوں پر نشان لگائے۔ (تاریخ الخلفاء ص 146 148)۔ اسی نے عبداللہ ابن زبیر کی سرکوبی کے لیے حجاج کو مکہ بھیجا جہاں بہت سے حاجی حج کیلئے جمع تھے اور چونکہ یہ خود فتنہ وفساد کا خوگر تھا اسی لیے بروایت طبری جب کہ مکہ جا کر کوئی بھی خونریزی کیلئے تیار نہ تھا۔ حجاج تیار ہوکر رہ گیا اس نے مکہ کا محاصرہ کیا، آٹھ ماہ جنگ کرتا رہا۔ ہر روز کعبہ پر منجنیق سے پتھر پھنیکتا رہا، لوگ حج سے بھی محروم رہے خوراک نہ پانے کی وجہ سے بہت سے لوگ ابن زبیر سے پھر کر اس کی پناہ میں چلے گئے اور یہ حالت ہوگئی کہ ابن زبیر کے پاس دو آدمیوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ (طبری تاریخ جلد 4 ،ص 666) اور حد ہوگئی کہ خود اس کے بیٹے حمزہ اور حبیب حجاج کی پناہ میں جا پہنچے۔ آخر کار ابن زبیر اپنی ماں اسما بنت ابی بکر کے مشورے سے تنہا باہر نکل آئے اور قتل ہو گئے اور حجاج نے اس کا سر کاٹ کر مدینہ بھجوا دیا اور جسم کو دار پر لٹکوا دیا پھر حجاج نے تعریضا ابن زبیر کی ماں کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا۔ (تاریخ طبری جلد 4 ص 666) حجاج بن یوسف، عبداللہ ابن زبیر کا کام تمام کرنے کے بعد مدینہ پہنچا اور اس نے وہاں ان اصحاب کو ستانا شروع کیا جو بلند حیثیت کے مالک تھے اس نے ان پر الزام یہ لگایا کہ وہ سب قتل عثمان میں شریک تھے۔ (تاریخ اسلام ص 307) ایک دفعہ انس بن مالک صحابی رسول سے کہا کہ بوڑھے تو نے گمراہیوں میں عمر کاٹی۔ کبھی تو نے ابوتراب کی پیروی کی کبھی ابن زبیر کے ساتھ لگا۔ انس نے عبدالملک کو سارا واقعہ لکھا تو اس نے حجاج کو تہدیدی خط لکھا جس کے بعد اس نے ان سے معافی مانگ لی۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 98) ایک دن اس نے گیارہ ہزار مسلمانوں کو قتل کرا دیا اسی

نے کمیل ابن زیاد کو قتل کرایا۔ بطام اوران کے چار ہزار ساتھی تہ تیغ ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء ص 150) کوفہ کے دوران قیام حجاج کا لشکر لوگوں کے گھروں میں رہتا تھا بصرہ میں اس نے جا کر کشت وخون کیا، جب بصرہ کے لوگ اسے مبارکباد دے کر باہر آئے تو حضرت خواجہ حسن بصری نے لوگوں سے کہا کہ آج میں نے ایسے سب سے بڑے فاسق و فاجر کو دیکھا ہے جسے اہل آسمان دشمن رکھتے ہیں۔ حجاج کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے خواجہ کو قتل کرانے کیلئے جلاد کو اپنے پاس بلا کر خواجہ صاحب کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو ان کی ظاہری تعظیم کی اوران سے پوچھا کہ آپ عثمان □ اور علی (ع) کے حق میں کیا کہتے ہیں حسن بصری نے کہا کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر شخصیت کہتی تھی اس کے بعد جب آپ باہر برآمد ہوئے تو دربان نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ حضرت علی (ع) کو دشمن سمجھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی (ع) ایک تیر تھے جو اللہ کی کمان سے دشمنان اسلام کی طرف چلتا تھا وہ رسول کریم (ص) کے چچا کے بھائی اوراس امت میں سب سے زیادہ بزرگ تھے۔ انہوں نے نہ خدائی عبادت میں کمی کی اور نہ اس کے مال میں تصرف بیجا کیا،

تواریخ شاہد ہیں کہ حجاج کو سادات سے خصوصی دشمنی تھی۔ ایک زمانہ میں محمد بن الحنفیہ (ع) کے تدبر کی وجہ سے اس نے ذرا سکوت اختیار کرلیا تھا۔ (تاریخ اسلام جلد 1 ص 41) ابن خلکان کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان بڑا ظالم اور سفاک تھا اور ایسے ہی اس کے گورنر حجاج عراق میں، مہلب خراسان میں، حسام بن اسمعیل حجاز اور مغربی عرب میں اور اس کا بیٹا عبداللہ مصر میں حسان بن نعمان مغرب میں حجاج کا بھائی محمد بن یوسف یمن میں، محمد بن مروان جزیرہ میں، یہ سب کے سب بڑے ظالم اور جبار تھے۔

مسعودی لکھتا ہے کہ بے پروائی سے خون بہانے میں عبدالملک کے عامل اس کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ مؤرخ ذاکر حسین (ع) لکھتے ہیں کہ حجاج نے اپنی گورنری کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں میں جن

میں اصحاب رسول بھی تھے۔ بڑے بڑے ظلم کیے عراق میں اپنی بیس برس کی طوفانی گورنری کے دوران میں اس نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ بندگان خدا کا خون بہایا جن میں سے بہتوں پر جھوٹے الزام اور بہتان لگائے گئے اس کی وفات کے وقت پچاس ہزار مرد وزن زنداں میں پڑے ہوئے اس کی جان کو رو رہے تھے مہمل اور بے سقف قید خانہ اسی کی ایجاد ہے۔ (تاریخ اسلام جلد 1 ص 41) ان ڈیڑھ لاکھ مرنے والوں میں ایک لاکھ بیس ہزار صرف وہ تھے جو کسی لڑائی کے بغیر مارے گئے تھے۔ (مشکوۃ شریف ص 543) علامہ جلال الدین سیوطی بحوالہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ماہ صفر 64ھ میں یزید کی طرف سے جو لشکر واقعہ حرہ میں مدینہ کو تباہ کر چکا تھا۔ وہی مکہ میں جا پہنچا اور اس نے ابن زبیر کا محاصرہ کر کے منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی۔ ربیع الاول 64ھ میں یزید کا انتقال ہو گیا اور ابن زبیر حجاز کا خلیفہ بن گیا اور شام کا بادشاہ مروان قرار پایا۔ 65ھ میں مروان کے بعد عبدالملک ابن مروان بادشاہ ہوا۔ (تاریخ الخلفاص 146، 148) عبدالملک شام اور مصر کا بادشاہ تھا ہی کہ اس نے ابن زبیر کو بیدخل کر کے 65ھ ہی میں عراق پر بھی قبضہ کر لیا۔ اخذہ من ابن الزبیر اور عراق کو ابن زبیر سے چھین لیا۔ (تاریخ الخلفاء ص 150 و تاریخ خضری جلد 2 ص 213 طبع مصر) علما کا بیان ہے کہ اسی 65ھ میں جب حجاج بن یوسف ثقفی کو بحوالہ حضرت امام زین العابدین (ع) یہ خبر پہنچی کہ حضرت امیرالمومنین (ع) نے یہ روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا (ص) نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام حسن و امام حسین شہید کردیئے جائیں گے۔ اور ان کے ساتھ جو واقعہ گزرے گا اس کے عوض خداوند عالم بدست مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی دنیا میں عذاب نازل کرے گا اور وہ ظالموں کو قتل کریں گے تو کہنے لگا کہ رسول اللہ (ص) نے تو کہا ہی نہیں اور ابن ابی طالب (ع) نے جو خبریں رسول (ص) کی طرف سے بیان کی ہیں۔ مجھے ان میں شک ہے اور علی (ع) بن الحسین (ع) ایک مغرور لڑکا ہے وہ جھوٹی باتیں بنایا کرتا ہے۔ اور اس کے پیروان باتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ تم جا کر مختار کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ حسب الطلب گرفتار

ہوکر سامنے آیا تو حکم دیا کہ اس کو فرش چرمی (نطع) پر لے جا کر قتل کر ڈالو آخر کار اس ملعون کے حکم سے فرش قتل بچھا کر مختار کو اس پر بٹھایا گیا۔ مگر غلام ادھر ادھر پھرتے تھے اور تلوار نہیں لاتے تھے، حجاج نے پوچھا کہ تاخیر کیوں ہو رہی ہے جواب دیا کہ کنجی گم ہوگئی ہے۔ بالاخر حضرت مختار کو حجاج قتل نہ کرسکا۔ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ علامہ مجلسی نے جلاء العیون کے 247 پر اور بحار الانوار جلد 1 کے ص ۳۹۸ پر اور آقائے دربندی نے اسرار الشہادۃ ص ۵۲۹ پر حجۃ الاسلام محمد ابراہیم نے نور الابصار کے ص ۱۴، ۱۷ پر اور علامہ محمد باقر نے دمعۃ ساکبہ کے ص 403 پر حضرت امام حسن عسکری (ع) کی تفسیر کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے میں ان حضرات کی عبارات کے ترجمے سے قطع نظر کر کے خود اصل تفسیر کے ترجمے سے اس کی تفصیل تحریر کرتا ہوں۔ حضرت امام حسن عسکری (ع) (المتوفی 232) بذیل آیہ فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون (بقرہ) ہم نے ان لوگوں پر جنھوں نے ظلم کیا تھا ان کی حرکتوں کی وجہ سے عذاب نازل کر دیا۔

نزول عذاب کی وجہ سے ایک لاکھ بیس ہزار افراد ہلاک ہو گئے پھر دوبارہ ان کو اس عذاب طاعون نے آگھیرا تو پھر ایک لاکھ بیس ہزار افراد ہلاک ہوئے انہوں نے یہ خلاف ورزی کی تھی کہ جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بہت بلند ہے تب وہ کہنے لگے کہ ہم کو اس میں داخل ہوتے وقت رکوع کی ضرورت نہیں ہے یعنی ہم سے جو یہ کہا گیا تھا کہ جب دروازے کے اندر سے داخل ہو تو کہو (حطۃ) ہم تو یہ سمجھے تھے کہ دروازہ بہت چھوٹا ہوگا۔ اس لیے ہم کو وہاں رکوع کرنا ضروری ہوگا یہ دروازہ تو بہت بلند ہے اور حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ لوگ ہم سے کب تک مسخراپن کرتے رہیں گے اور مہمل باتوں پر ہم سے سجدہ کراتے رہیں گے۔ یہ کہہ کر اپنی پیٹھ سب نے دروازہ کی طرف کر لی اور حطۃ کہنے کی بجائے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ حطا سمقانا کہا جس کے معنی گندم سرخ کے ہیں۔ امیر المومنین (ع) نے فرمایا ہے کہ ان بنی اسرائیل کیلئے باب حطہ نصب کیا گیا تھا

اے امت محمدی تمہارا باب حطہ اہلبیت محمد ہیں اور تم کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی ہدایت کی متابعت کرو اور ان کے طریق کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ تاکہ اس عمل سے تمہاری خطائیں اور گناہ معاف کیے جائیں اور نیکوں کی نیکی میں زیادتی ہو اور تمہارا باب حطہ بنی اسرائیل کے باب حطہ سے افضل ہے کیونکہ وہ لکڑی کا دروازہ تھا اور ہم ناطق اور صادق اور قائم ہونے والے اور ہدایت کرنے والے اور صاحبان فضیلت ہیں چنانچہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ آسمان کے ستارے غرق ہونے سے نجات پانے کا ذریعہ ہیں اور میرے اہلبیت (ع) میری امت کیلئے دین کی گمراہ ہونے سے بچنے کا باعث ہیں وہ زمین میں کبھی ہلاک نہ ہوں گے۔

جب تک ان کے درمیان میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص موجود رہے گا۔ جس کی ہدایت اور طریقوں کی وہ لوگ پیروی کریں گے اور سنو، آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ اس کی زندگی میری دنیاوی زندگی کی مانند ہو اور اس کی موت مثل میری موت کے ہو اور جنت میں ساکن ہو جس کا پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے اس درخت سے فائدہ اٹھائے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے لگایا ہے اور لفظ کن سے اسے پیدا کیا ہے اس کو چاہیے کہ علی بن ابی طالب (ع) کی ولایت کو اختیار کرے اور اس کی امامت کا اقرار کرے اور اس کے دوست کو دوست رکھے اور اس کے دشمن کو دشمن رکھے۔ اور اس کے بعد اس کے فرزندوں (ذرّیت) کی جو صاحبان فضیلت اور مطیعان پردردگار ہیں۔ ولایت کو اختیار کرے کیوں کہ وہ میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور خدا نے میرا علم وفہم ان کو عطا کیا ہے۔ وائے ہو میری امت کے ان لوگوں پر جو ان کی فضیلت کی تکذیب کریں اور میرے پیوند کو ان سے قطع کریں اور ان کی نافرمانی کریں۔ خدا میری شفاعت ان کو نصیب نہ کرے۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح بعض بنی اسرائیل اطاعت کرنے کے سبب سے معزز ومکرم ہوئے اور بعض نافرمانی کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار

ہوئے۔اسی طرح تمہارا حال بھی ہوگا۔اصحاب نے عرض کی کہ یا امیرالمومنین علیہ السلام نافرمانبردار کون لوگ ہیں۔آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم اہلبیت (ع) کی تعظیم کرنے اور ہمارے حقوق کو بزرگ جاننے کا حکم ہوا۔اورانہوں نے اس کے خلاف کیا۔اور نافرمانی کی اور ہمارے حق کا انکار کیا اوراس کوخفیف اورسبک سمجھا۔اوراولادرسول کی جن کی تعظیم کرنے اوران سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا تھاقتل کیا ہوگا صحابہ نے عرض کیا یاامیرالمومنین! کیاایسا بھی عالم وقوع میں آئے گا؟ فرمایاہاں یہ خبر بالکل سچ اورصحیح ہے۔عنقریب یہ لوگ میرے فرزندوں حسن اورحسین کوقتل کریں گے۔بعدازاں فرمایا کہ ان ظالموں میں سے اکثروں کو بہت جلد دنیا ہی میں اس شخص کی تلواروں کا عذاب لاحق ہوگا۔جس کواللہ تعالیٰ ان کے فسق و فجور کا انتقام لینے کے لئے ان پر مسلط کرے گا۔جیسا کہ بنی اسرائیل پر دنیا میں عذاب نازل ہوا تھا۔اصحاب نے عرض کی کہ مولا! وہ کون شخص ہوگا۔آپ نے ارشادفرمایا کہ وہ بنی ثقیف کا چشم و چراغ (مختارابن ابی عبیدہ) ہوگا۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کاارشاد ہے کہ یہ واقعہ جناب امیر کی خبر دینے کے کچھ عرصہ کے بعدوقوع میں آیا۔کسی شخص نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی حجاج بن یوسف ثقفی کو یہ خبر پہنچائی تو وہ بولا کہ رسول خدا نے تو یہ کہا ہی نہیں اورعلی ابن ابی طالب نے جوخبریں رسول کی طرف سے بیان کی ہیں۔مجھے ان میں شک ہےاورعلی بن الحسین ایک مغرورلڑکا ہےوہ جھوٹی باتیں بنایا کرتا ہے۔

اوراس کے پیروان باتوں پرفریفتہ ہوجاتے ہیں۔یہ کہہ کرانہوں نے سپاہوں کوحکم دیا کہ تم جاکر مختار کومیرے پاس پکڑ کرلاؤ۔(میں ابھی اسے قتل کیے دیتا ہوں اوراس کے قتل ہوجانے سے علی (ع) کے بیان کی حقیقت واضح ہوجائے گی جب حضرت مختار حسب الطلب گرفتار کرکے سامنے پیش کیے گئےتو حجاج نے حکم دیا کہ انہیں (نطع) فرش چرمی پر بیٹھا کرقتل کردو،اس کے حکم کے مطابق جلاداورغلام نے حضرت مختار کواس چمڑے پرکردیا جس پر بٹھا کرلوگ قتل کیے جاتے تھے۔بٹھانے کے بعد جلاد

ادھر ادھر گھومنے لگے اور کوئی تلوار لے کر نہ آیا۔ حجاج نے ان سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے قتل کیوں نہیں کرتے۔ وہ بولے خزانہ کی کنجی گم ہو گئی ہے۔ اور تلوار خزانہ میں رکھی ہے۔ مختار نے آواز دی۔ اے حجاج تو مجھے قتل نہیں کر سکتا اور رسول خدا کا قول ہرگز جھوٹا نہ ہوگا اور سن اگر تو مجھے قتل بھی کر دے گا تو خداوند عالم مجھے پھر زندہ کرے گا تا کہ میں تم سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمیوں کو قتل کروں تب حجاج نے اپنے ایک دربان کو حکم دیا کہ اپنی تلوار جلاد کو دے دے۔ تا کہ وہ اس سے مختار کو قتل کرے۔ الغرض جلاد اس دربان کی تلوار لے کر مختار کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ حجاج اس دوران میں بار بار پکار کہ کہہ رہا تھا تاخیر مت کر فوراً قتل کر دے۔ وہ مختار کو قتل کرنا ہی چاہتا تھا اور اس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ خدا نے اس پر نیند مسلط کر دی اور اونگھ کر زمین پر گر پڑا اور اس کی تلوار اس کے اپنے شکم میں در آئی۔ خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا تلوار کے لگتے ہی وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد حجاج نے ایک دوسرے جلاد کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ بلا تاخیر مختار کو قتل کر دے وہ حکم سے تلوار لیے ہوئے آگے بڑھا اور تلوار علم کر کے چاہا کہ مختار کی زندگی کا فیصلہ کر دے۔ ابھی تلوار کا وار سر نہ ہونے پایا تھا کہ ایک بچھو نے اسے ڈنگ مار دیا وہ زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور چند منٹوں میں ہلاک ہو گیا۔ حضرت مختار نے پھر پکار کر کہا کہ اے حجاج تو مجھے قتل نہیں کر سکتا ارے تیرے پیش نظر کیا نزار بن سعد بن عدنان کا قول نہیں ہے اور تو اس سے عبرت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ جو اس نے اس وقت جبکہ شاہ پور ذوالا کتاف عرب کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیخ کنی کرتا تھا تجھے یاد ہو گا کہ نزار نے جب عرب کی حد سے زیادہ خونریزی دیکھی تو اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اور اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ مجھے ایک زنبیل میں ڈال کر شاہ پور کے راستے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے اسے اٹھا کر اس راستے میں رکھ دیا۔ جس سے شاہ پور بادشاہ گزرنے والا تھا۔ جب شاہ پور ادھر سے گزرا اور اس کی نظر نزار بن سعد پر پڑی تو پوچھا کہ تو کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے تو نزار نے نے جواب دیا کہ میں ایک مرد عرب ہوں تجھ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تو عرب کو

بے قصور کیوں قتل کر رہا ہے۔

جو لوگ سرکش تھے اور تیری سلطنت میں فساد برپا کرتے تھے ان کو تو تو پہلے ہی قتل کر چکا ہے۔ اب اس ناحق خونریزی کا کیا باعث ہے۔ شاہ پور نے جواب دیا کہ میں گزشتہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ عرب میں ایک شخص محمد نامی پیدا ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور سلاطین عجم کی سلطنت اس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوگی اس لئے میں ان کو قتل کرتا ہوں تا کہ وہ شخص پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ نزار نے کہا کہ اگر یہ بات تو نے جھوٹوں کی کتاب میں پڑھی ہے اور اس میں لکھی ہوئی دیکھی ہے تو جھوٹے لوگوں کے کہنے اور لکھنے سے بے خطا لوگوں کو کیوں قتل کرتا ہے اور اگر یہ سچی لوگوں کا قول ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس اصل کی حفاظت کرے گا جس سے وہ شخص پیدا ہوگا۔ اور تو ہرگز اس کے باطل ہونے پر قادر نہیں ہو سکے گا اور اس کا حکم ضرور جاری ہوگا۔ اور وہی ہو کر رہے گا اگر چہ عرب میں ایک شخص باقی رہ جائے نزار کی یہ لاجواب تقریر سن کر شاہ پور نے کہا کہ اے نزار (بمعنی لاغر) تو نے سچ کہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ عرب کے قتل سے ہاتھ اٹھا لو۔ جو ہونے والا ہے ہو کے رہے گا۔ ہماری کوشش سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سن کر عرب کے قتل سے شاہ پور باز رہا۔ اس کے بعد حضرت مختار نے کہا کہ اے حجاج اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ میں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمی قتل کروں۔ اب تیرا جی چاہے میری قتل کا ارادہ کر اور چاہے نہ کر۔ میں کہتا ہوں کہ یا تو اللہ تعالیٰ تجھے میرے قتل سے باز رکھے گا۔ یا مجھے قتل کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ کیونکہ رسول خدا کا قول سچا ہے، اس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سننے کے بعد حجاج کو اور زیادہ غصہ آ گیا۔ اور جھنجلا کر کہنے لگا کہ میں تجھے اسی وقت قتل کروں گا اور زندہ نہ چھوڑوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔ یہ کہہ کر اس نے پھر جلاد کو حکم دیا کہ مختار کو فوراً قتل کر دے۔

مختار نے پکار کر کہا کہ اے حجاج ہوش کی کر میں پھر تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھے ہرگز قتل نہ کر سکے گا

۔اے حجاج بہتر یہ ہوگا کہ تو جلاد کو حکم دینے کی بجائے خود مجھے قتل کرتا کہ خداوند عالم جس طرح تیرے ایک جلاد پر بچھو مسلط کر چکا ہے تجھ پر سانپ مسلط کرے اور وہ تجھے ڈس لے حجاج کو غصہ اور تیز ہوگیا ۔اس نے جلاد کو ڈانٹ کر کہا کہ کیا دیکھتا ہے فوراً مختار کا کام تمام کردے اور اب میں ایک منٹ بھی اس کا زندہ رکھنا نہیں چاہتا۔ یہ سن کر جلاد نے تلوار اٹھائی اور چاہتا ہی تھا کہ گردن پر لگائے کہ اتنے میں عبد الملک بن مروان کا ایک خاص نامہ بردا خل دربار ہوکر جلاد کو چیخ کر پکارا۔ٹھہرنا مختار کی گردن پر تلوار نہ لگنے پائے۔ یہ کہہ کراس نے حجاج کے ہاتھ میں ایک خصوصی خط دیا جو عبدالملک بن مروان کا لکھا ہوا تھا اس میں مرقوم تھا۔بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد اے حجاج بن یوسف میرے پاس ایک نامہ بر پرندہ ایک چٹھی لایا ہے اس میں لکھا ہے تو نے مختار کو گرفتار کیا ہے اور اس خیال سے تو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے کہ تو نے سنا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے وہ بنی امیہ کے اعوان وانصار میں تین لاکھ تراسی ہزار آدمیوں کو قتل کرے گا۔ جب میری چٹھی تیرے پاس پہنچے اسی وقت اس کو چھوڑ دے اور نیکی کے سوا اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کر کیونکہ وہ میرے بیٹے ولید کی دایہ کا شوہر ہے اور جو روایت کہ تو نے سنی ہے اگر چہ وہ جھوٹی ہے تو جھوٹی خبر سے ایک مسلمان کا قتل کرنا کیا معنی اور اگر سچ ہے تو رسول خدا کا قول کو ہرگز نہ جھٹلا سکے گا ۔والسلام اس خط کو پاتے ہی حجاج کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور سر بگریباں ہوکر سوچنے لگا۔ کہ اب میں کیا کروں اور کس طرح مختار کو تلوار کے گھاٹ اتاروں۔ بالآخر حجاج نے حضرت مختار کو چھوڑ دیا اور ان کے قتل سے باز آیا۔حضرت مختار جب وہاں سے باہر نکلے تو کہنے لگے کہ حجاج میرے قتل کو غلط ارادہ کرتا تھا میں تو ابھی اس وقت تک زندہ رہوں گا۔ جب تک بنی امیہ کا خاتمہ نہ کروں۔ میرے خروج کا زمانہ قریب ہے اور انشاءاللہ خروج کرتے ہی بنی امیہ کے لیے زمین خدا تنگ کردوں گا۔اوران کے خون سے چہرہ ارضی کو لالہ زار بنادوں گا۔ جب حجاج کو حضرت مختار کے ارشاد کی خبر پہنچی تو اس نے پھر انہیں گرفتار کرالیا اور اپنے دربار میں بلا کر کہا کہ تم اپنے دعویٰ سے باز آجاؤ۔ ورنہ میں تمہیں ضرور قتل کردوں گا۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ اے حجاج میں پہلے بھی تجھ سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ تو میرے قتل کا حوصلہ نہ کر تو مجھے ہر گز قتل نہیں کر سکتا۔ دیکھ خداوند عالم کے حکم میں مداخلت نہ کر اس کی مشیت میں گذر چکا ہے۔ کہ میں قاتلان حسین کو ضرور قتل کروں گا۔ خدا کے منشاء میں فرق نہیں آ سکتا۔ تو اس کی تردید مت کر یہ سن کر حجاج کو پھر غصہ آ گیا۔ اور اس نے حضرت مختار کے قتل کا سامان فراہم کیا۔ ابھی حضرت مختار کو جلاد قتل کے لیے نہ لے جا سکے تھے کہ ناگاہ ایک نامہ برا کبوتر نے عبدالملک ابن مروان کا خط حجاج تک پہنچایا، اس میں مثل سابق لکھا تھا:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد اے حجاج مختار سے کچھ تعرض نہ کر کیونکہ وہ میرے بیٹے ولید کی انّا کا شوہر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو اس کے قتل کرنے سے روکا جائے گا۔ جیسے دانیال کو بخت نصر کے قتل سے روکا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے قتل کرنے کے مقرر کیا تھا۔ والسلام الغرض حجاج نے بادل نخواستہ حضرت مختار کو چھوڑ دیا۔ اور چھوڑتے وقت ان کو بہت ڈرایا دھمکایا اور ہدایت کی کہ اب میں کبھی تمہاری زبان سے ایسی بات نہ سنوں۔ حضرت مختار اس کے پاس سے نکل کر اسی قسم کی باتیں پھر کرنے لگے۔ اور ان کی گفتگو نے کافی شہرت حاصل کر لی حجاج کو جب اس کی پھر اطلاع ملی تو اس نے سپاہی بھیج کر حضرت مختار کو گرفتار کرانا چاہا مگر حضرت مختار اس مرتبہ دستیاب نہ ہو سکے۔ ایک مدت تک سپاہی محو تلاش رہے۔ بالآخر ایک دن وہ گرفتار ہو ہی گئے۔ اب کی مرتبہ حجاج نے عزم بالجزم کر لیا تھا اور طے کر چکا تھا کہ اس دفعہ ضرور قتل کروں گا حضرت مختار کی گرفتاری کے فوراً بعد اس نے جلاد کو حکم دیا کہ انہیں جلد از جلد قتل کر دے جلاد حضرت مختار کو قتل کرنے کے لئے جا رہا تھا کہ ناگاہ مثل سابق پھر عبدالملک بن مروان کی چٹھی پہنچی۔ تب اس نے مختار کو قید کر دیا اور عبدالملک کو ایک عرضی لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ تو ایسے کھلم کھلا دشمن کو کیونکر اپنا سمجھتا ہے جو یہ خیال رکھتا ہے کہ میں بنی امیہ کے اعوان و انصار میں سے اس قدر آدمیوں کو قتل کروں گا جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ عبد الملک بن مروان نے اس جواب میں کہلا بھیجا کہ اے حجاج تو کیسا جاہل ہے اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو ہم اس

کی زوجہ کے حق کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔جس نے ہماری بڑی خدمت کی ہے۔اس کی رعایت ضروری ہے اور اگر یہ بات سچ ہے تو ہم عنقریب دیکھیں گے کہ وہ ہم پر مسلط ہوگا۔جس طرح فرعون نے موسیٰ کی پرورش کی اور وہی اس پر مسلط ہوا۔اس پیغام کے سننے کے بعد حجاج نے مختار کو قتل تو نہ کیا لیکن انہیں عبد الملک ابن مروان کے پاس بھیج دیا عبدالملک نے انہیں آزاد کر دیا۔اور مختار خدا کے منشا کے مطابق وقت مقررہ پر میدان میں آ کر اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوئے۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔اے مولا! حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مختار کے معاملہ کا ذکر تو فرمایا کہ یہ واقعہ کب ظہور میں آئے گا۔اور مختار کس کس کو قتل کریں گے۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین نے سچ فرمایا ہے اور کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس واقعہ کے وقت وقوع سے مطلع کروں۔اصحاب نے عرض کی مولا ضرور ارشاد فرمایئے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ واقعہ تیسرے سال ہوگا۔اور اس کے اختتام تک عبیداللہ ابن زیاد وغیرہ کے سر ہمارے پاس پہنچیں گے اور جس وقت یہ سر پہنچیں گے ہم ناشتہ کرتے ہوں گے اور ان کے سروں کو خوشی کے ساتھ دیکھیں گے ......اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قول کی طرف رجوع کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو عذاب کافروں اور فاسقوں کے لیے مہیا کیا گیا ہے وہ بہت بڑا اور زیادہ دیر پا ہے۔اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے فرمانبرداروں کے لئے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور وہ ان کی نیکیوں کو زیادہ کرتا ہے۔اصحاب نے عرض کی کہ یا امیر المومنین علیہ السلام آپ کے مطیع اور فرمانبردار کون لوگ ہیں، فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کو واحد جانتے ہیں اور ان صفات سے اس کو موصوف کرتے ہیں۔جو اس کے لائق ہیں اور اس کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ (ص) پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے فرائض کے ادا کرنے اور محرمات کے ترک میں خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔اور اپنے وقتوں کو ذکر خدا کرنے اور محمد و آل محمد پر درود میں صرف کرتے ہیں اور ا

پنے نفسوں سے حرص وبخل کو دور رکھتے ہیں اور زکوٰۃ جوان پر فرض کی گئی ہے۔ اسے ادا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (آثار حیدری ترجمہ تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ص480 تا486 طبع لاہور)

مختار آل محمد

سہلواں باب

حضرت مختار کا نعرہ انتقام

حضرت مختار کا نعرہ انتقام امیر مختار کے لیے پچاس معززین کوفہ کی تصدیق حضرت محمد حنفیہ (ع) کے پاس جانا اور جناب محمد حنفیہ (ع) کی حاضری خدمت حضرت امام زین العابدین (ع) میں حضرت مختار ،عبدالملک ابن مروان کے خوانخوار جرنیل حجاج بن یوسف ثقفی کے دست تعدی سے بچ کر عراق سے کوفہ پہنچے، یہاں پہنچ کر آپ نے اپنا نعرہ انتقام بلند فرمایا۔ اہل کوفہ چونکہ مکمل طور پر آپ کی تائید میں تھے۔ لہٰذا انہوں نے آپ کی تحریک کو کامیاب کرنے میں پورا ساتھ دیا۔ ہر طرف سے تائیدات کی صدائیں بلند تھیں۔ ہر شخص آپ کی حمایت کے لیے بے چین تھا۔ کوفہ کی گلی کوچے میں آپ کا پروپیگنڈا جاری تھا ۔اور لوگ جوق در جوق بیعت کے لیے پھٹے پڑتے تھے۔

آپ جس عہد کے مطابق بیعت لے رہے تھے۔ وہ یہ تھا کہ قرآن مجید اور رسول پر عمل کرنا ہوگا ۔امام حسین (ع) اور اہل بیت رسول کے خون بہا لینے میں مدد کرنی ہوگی۔ اور ضعیف وکمزور شیعوں کی تکالیف کا مداویٰ کرنا ہوگا۔ (نور الابصار ص82) صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ جس شخص کے دل میں محبت اہل بیت رسول ذرا سی بھی تھی اس نے مختار کی بیعت میں تاخیر نہیں کی۔ علامہ محسن الامین کا بیان ہے کہ حضرت مختار کی آواز پر جن لوگوں نے سب سے پہلے لبیک کہا وہ اہل ہمدان تھے۔ اور اہل عجم کے

وہ لوگ تھے۔ جو کوفہ میں آباد تھے جن کی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ (اصدق الاخبار ص 38)
حضرت مختار اپنی پوری توجہ کے ساتھ فراہمی اسباب میں منہمک تھے اور لوگوں کو اپنی طرف برابر دعوت دے رہے تھے اور اسی دوران میں عبداللہ بن زبیر نے اپنے دونوں والی عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم محمد بن طلحہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ پر عبداللہ ابن مطیع کو ریاست کوفہ کے لئے اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو حکومت بصرہ کے لیے بھیج دیا عبداللہ ابن مطیع نے کوفہ میں داخل ہوتے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔ کہ جامع مسجد میں تمام لوگ جمع ہوں جب لوگوں سے مسجد چھلکنے لگی تو اس نے منبر پر جا کر خطبہ دیا جس میں اس نے کہا مجھے حاکم وقت عبداللہ ابن زبیر نے کوفہ کو گورنر بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں شہر کو قابو میں رکھوں اور اخذ اموال کا فریضہ ادا کروں لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم پر بالکل اسی طرح حکومت کروں گا جس طرح عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان نے کی ہے اب تم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے کی فکر کرو۔ شر اور فساد شور شرابا کا خیال بالکل ذہن سے نکال دو۔ اور تم میں جو احمق قسم کے لوگ ہیں۔

انہیں اختلافات اور حکومت کی مخالفت سے باز رکھوں اور انہیں سمجھاؤ کہ اعمال صالحہ کریں ورنہ گرداب عمل میں گرفتار ہوں گے۔ عبداللہ بن مطیع ابھی منبر سے اترنے نہ پایا تھا کہ ایک دلیر شخص نے جس کا نام صائب بن مالک اشعری تھا مجمع میں کھڑا ہو گیا اور ابن مطیع کو مخاطب کر کے بولا اے امیر تو نے اپنی تقریر میں حضرت عمر اور حضرت عثمان کی سیرت پر عمل کرنے کا حوالہ دیا ہے اور تو چاہتا ہے کہ کوفہ میں ان دونوں کی سیرت کی روشنی میں حکومت کرے۔ ہم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی سیرت عمل کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ اور اپنے خطبہ میں ان کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ ابن مطیع نہ ہم حضرت عمر کی سیرت چاہتے ہیں نہ حضرت عثمان کی سیرت کے خواہاں ہیں۔ ہمیں تو صرف سیرت امیر المومنین علیہ السلام چاہیئے۔ اگر تو کوفہ میں رہ کر ان کی سیرت پر عمل کرے گا تو ہم تیری

رعایا اور تو ہمارا حاکم۔ اور اگر تو نے ان کی سیرت نظر انداز کر دی تو یاد رکھ کہ ہمارے درمیان ایک پل بھی حکومت نہ کر سکے گا۔ صائب ابن مالک کا یہ کہنا تھا کہ مجمع سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوگئی۔ اور سب کے سب صائب کی تائید میں بول اٹھے۔ مسجد میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اور ہر طرف سے صائب کے لیے تائیدی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عبداللہ ابن مطیع نے پکار کر خاموش رہنے کی ہدایت کی اور کہا کہ تم لوگ گھبراؤ مت میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے درمیان اسی طرح حکومت کروں گا۔ جس طرح تم لوگ خود چاہو گے۔ اس ہنگامہ خیزی کے بعد عبداللہ ابن مطیع مسجد سے برآمد ہوا اور سیدھا اپنے دارالامارہ میں جا داخل ہوا۔ اور مسجد کے لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مسجد میں جو واقعہ گزرا ،اس سے ارکان دولت میں کھلبلی مچ گئی۔ اور سب نتائج پر غور کرنے لگے۔ بالآخر کوتوال کوفہ ایاس بن مضارب عجلی، عبداللہ بن مطیع کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر تجھے معلوم ہے کہ جس شخص نے دوران خطبہ میں اعتراض کیا تھا وہ کون ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے علم نہیں۔ ایاس نے جواب دیا کہ یہ مختار کے لوگوں کے سربراہوں میں سے ہے اے امیر کوفہ کے حالت روز بروز خراب ہوتے جارہے ہیں۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 77)

حضرت مختار کی گرفتاری کا مشورہ

کوتوال کوفہ ایاس بن مضارب نے عبداللہ ابن مطیع کے سامنے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ کوفہ میں اچھا خاصا انتشار پیدا ہے اور اس انتشار کی تمام تر ذمہ داری کی مختار پر ہے اے امیر مجھے پتہ چلا ہے کہ مختار کی بیعت بڑی تیزی سے کی جارہی ہے۔ لوگ جوق در جوق بیعت کے لئے شب و روز چلے آتے ہیں۔ پتہ چلا ہے کہ ہزاروں افراد ان کے دائرہ بیعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مختار عنقریب خروج کرنے والے ہیں۔ اے امیر یاد رکھ کہ اگر مختار میدان میں

کھلم کھلا نکل آئے تو پھر ان کا سنبھالنا نہایت دشوار ہوگا۔عبداللہ ابن مطیع نے کہا کہ تمہارے نزدیک اس کا انسداد کیونکر مناسب اور ممکن ہے ایاس بن مضارب نے کہا کہ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ مختار کو جلد سے جلد گرفتار کرلیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک تیری حکومت مستحکم نہ ہو جائے ۔عبداللہ ابن مطیع نے کوتوال کوفہ کی رائے پر غور کرنے کے بعد حکم دیا کہ مختار کو بلا یا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے زائدہ بن قدامہ اور حسین بن عبداللہ صمدانی کو طلب کیا گیا اور ان سے جملہ حالات بتا کر انہیں ہدایت کر دی گئی کہ مختار میں مدد دینے کے لئے ان کو دربار میں لانے کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مختار تک جا پہنچے۔ان دونوں نے حضرت مختار سے ملاقات کرنے کے بعد ان سے کہا کہ عبداللہ ابن مطیع آپ کو ایک امر میں مشورہ کے لیے بلا رہا ہے۔آپ تشریف لے چلئے۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ ابھی ابھی چلتا ہوں یہ کہہ کر فوراً لباس بدلا اور روانگی کے لئے تیار ہو کر وہ کھڑے ہو گئے ابھی باہر نہ نکلے تھے کہ زائدہ بن قدامہ میں جوان کو لے جانے والوں میں ایک تھا۔ یہ آیت پڑھی ۔ اذیمکر بک الذین کفروا لیثبتوک ویخرجوک اویقتلوک۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار تمہارے ساتھ مکر کر رہے ہیں یا تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔ یا قتل کر دیں گے۔حضرت مختار نے جونہی اس آیت کو سنا وہ فوراً سمجھ گئے کہ میرا جانا خطرے سے خالی نہیں۔اگر میں گیا تو یقینا گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ یہ خیال کرتے ہی آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ دیکھو اس وقت جبکہ میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں مجھے سردی لگنے لگی ہے۔اور دفعتہ بخار آ گیا ہے۔طبیعت بہت بے قابو ہے تو ہماری گلیم لا دے ۔غلام نے ضروری کپڑے اور سامان حاضر کر دیا۔حضرت مختار نے اسے اوڑھ لیا اور عبداللہ ابن مطیع کے دونوں آدمیوں سے کہا کہ میری حالت تم دیکھ رہے ہو، مجھے دفعتاً بخار آ گیا ہے۔اس لئے اب میں تمہارے ساتھ اس وقت نہیں چل سکتا۔تم جا کر عبداللہ ابن مطیع سے وہ سارا واقعہ بیان کر جو تم نے دیکھا ہے۔ یہ سن کر ابن قدامہ نے کہا کہ میرا تنہا کہنا کافی نہ ہوگا۔میں تو اپنی طرف سے عرض احوالی میں بالکل

کوتاہی نہ کروں گا۔لیکن ضرورت ہے کہ حسین بن عبداللہ بھی ہم خیال وہم زبان ہوں حضرت مختار نے حسین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے حسین (ع) سن جو میں کہتا ہوں ۔اسے کان دھر کے سن اور اس پر عمل کر، یہ عمل تجھے ایک دن فائدہ پہنچائے گا۔میرا کہنا یہ ہے کہ امیر کو میری جانب سے مطمئن کردو ۔اوراسے یقین دلادو۔کہ میں مجبوراًاس وقت اس کی طلب پراس کے پاس نہیں پہنچ سکا۔اس کے بعد حضرت مختار سے دونوں سفیر حکومت رخصت ہوکر واپس چلے گئے باہر نکلنے کے بعد حسین بن عبداللہ ہمدانی نے اپنے ساتھی زائدہ ابن قدامہ سے کہا کہ میں سب کچھ سمجھتا ہوں کہ مختار آتے آتے کیسے رک گئے اوران کے تمارض یعنی بیمار بننے کا سبب کیا ہےلیکن میں امیر کے سامنے اس کی وضاحت نہ کروں گا۔کیوں کہ مجھے محسوس ہورہاہے۔کہ مستقبل میں کوفہ مختار کے ہاتھ ہوگا۔میں اس وقت راز کے چھپانے میں آئندہ کا فائدہ دیکھ رہاہوں ۔الغرض عبداللہ ابن مطیع کے دونوں فرستادے واپس آکر اس سے ملے۔زائدبن قدامہ نے بتایا کہ وہ آرہے تھے۔دفعتہ بیمار ہوگئے۔اس لئے حاضر نہ ہوسکے۔حسین بن عبداللہ نے زائدہ کی تائید کردی اورابن مطیع خاموش ہوگیا۔(روضۃ الصفاء جلد3 ص78 وتاریخ طبری جلد4 ص653)

حضرت مختار نے سعی خروج تیز کردی

عبداللہ ابن مطیع کے دونوں سفیر تو واپس چلے گئےلیکن حضرت مختار کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ وہ اب ہماری گرفتاری میں کوشاں ہے لہٰذاانہوں نے سعی خروج تیز کردی مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے یہ یقین کرنے کے بعد کہ ابن مطیع مجھے گرفتار کرے گا۔اپنے اہل بیت کو جمع فرمایااوران سے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں خروج کروں ۔لہٰذاتم لوگ تیار ہوجاؤاورمیدان کے لائق اسلحے وغیرہ فراہم کرلوان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ آپ کے حکم پر مر مٹنے کے لئے تیار ہیں ۔جب حکم ہو

میدان میں نکل آئیں گے۔ اور بروایت سعید ابن الجعفی لوگوں نے کہا کہ ہم اسباب خروج کی تیاری میں ہیں ہمیں اور چند دن کی مہلت ملنی چاہیے تا کہ مکمل تیاری کر لیں۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 78)
جناب مختار کی تقریر چند یوم مہلت دینے کے بعد حضرت امیر مختار نے ایک جلسہ طلب کیا جب کثیر اصحاب جمع ہو گئے تو آپ نے ایک زبردست تقریر فرمائی جس میں آپ نے اپنے منصوبہ انتقام پر روشنی ڈالی اور کہا کہ واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کیلئے اب ہمیں خروج کرنا ضروی ہے آپ کی تقریر کے بعد بہت سے لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ کوفہ کے کافی افراد عبداللہ ابن مطیع سے ملے ہوئے ہیں اور وہ سب آپ سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم جناب ابراہیم ابن مالک اشتر کو بھی ہمنوا بنا لیں۔ حتیٰ جاء معنا ابراہیم ابن ال اشتر خرجنا باذن اللہ تعالیٰ القوۃ علی عدونا فلہ العشیر ۃ الخ۔ اگر ہمارے ساتھ مالک اشتر کے چشم و چراغ حضرت ابراہیم بھی ہو جائیں تو بڑی قوت پیدا ہو جائے گی اور ہم دشمنوں پر آسانی سے قابو حاصل کر سکیں گے کیونکہ وہ اپنی قوم کے سردار ہیں اور ان کے ساتھ بہت بڑا گروہ ہے حضرت مختار نے فرمایا کہ اچھا انہیں ہمنوا بنانے کی سعی کرو اور اب ان تک میری آواز پہنچاؤ۔ انہیں بتا دو کہ ہم ذمہ داران اسلام سے اجازت نامہ لے کر آئے ہیں اور واقعہ کربلا کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ تمہارے کہنے سے ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ تو فھو المراد اور اگر انہوں نے کچھ بھی تردد کیا تو میں خود ان کے مکان پر جا کر ان سے مدد کی درخواست کروں گا۔ حضرت مختار کے کہنے کے مطابق کچھ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فلم یجب فانصرفوا۔ اور ان لوگوں نے حضرت مختار کا پیغام ان تک پہنچایا۔
ابراہیم بن مالک اشتر نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور یہ لوگ واپس پلٹ آئے۔ (دمعۃ ساکبہ ص 408)

حضرت مختار جناب ابراہیم کے مکان پر

مؤرخ ہروی رقم طراز ہیں کہ حضرت مختار کی خواہش کے مطابق عقلا کا ایک گروہ جن میں ابوعثمان المہندی اور عامر الشعبی بھی تھے۔ حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم نے ان لوگوں کی بڑی عزت وتوقیر کی اور فرمایا کہ اپنے آنے کا سبب بیان کرو۔ تاکہ میں ان کی تعمیل وتکمیل پر غور کرسکوں۔ ان لوگوں میں سے یزید ابن انس نخعی جو فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے اور تیز زبان کے مالک تھے بولے کہ اے ابونعمان اہم اس مقصد کے لیے آئے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک خاص بات اور ایک اہم امر کی درخواست کریں ابراہیم نے فرمایا کہ مقصد بتاؤ تاکہ میں غور کرسکوں یزید ابن انس نے کہا کہ ہم لوگ کتاب خدا اور سنت رسول کی اتباع اور طلب خون حسین (ع) کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو اسی امر کی دعوت دے رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ کوفہ کا بہت بڑا گروہ ہمارے ساتھ ہوگیا ہے اسی قسم کی بات احمد بن شمیط بجلی نے بھی کہی حضرت ابراہیم نے ان کے کہنے پر غور وفکر کیا اور سرداری کا حوالہ دیا ان لوگوں نے حضرت مختار کی بیعت کرلینے کا تذکرہ کرکے ان سے حمایت کی درخواست کی حضرت ابراہیم خاموش ہوگئے اور یہ لوگ وہاں سے واپس چلے آئے۔ ان لوگوں میں حضرت مختار کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا حضرت مختار نے تین دن خاموش رہنے کے بعد اپنے معتمد لوگوں کو طلب کیا اور انہیں ہمراہ لے کر حضرت ابراہیم کے مکان پر پہنچنا ضروری سمجھا۔ معززین کوفہ کا گروہ حضرت مختار کے ہمراہ حضرت ابراہیم کے مکان پر جا پہنچا ان لوگوں نے دربانوں سے اجازت دخول حاصل کی۔ اور یہ لوگ اندر داخل ہوگے۔ حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کا بڑا احترام کیا، اور تشریف آوری کا سبب پوچھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں نے واقعہ کربلا کے بدلا لینے کا فیصلہ کیا ہے اور شاید آپ کو علم ہوگا کہ میں اس سلسلہ میں کسی کے مکان پر آپ کے مکان کے سوا نہیں گیا آپ سید وسردار ہیں مجھے آپ کی امداد کی اس سلسلے میں شدید ضرورت

ہے میں آپ کیلئے حضرت محمد حنیفہ کا ایک خط بھی لایا ہوں اس کے رو سے آپ کی امداد کا خواہش مند ہوں، حضرت ابراہیم نے خط طلب کیا حضرت مختار نے حضرت محمد حنفیہ(ع) کا خط ان کے حوالہ کیا انہوں نے جب اس خط کو کھولا تو اس میں یہ لکھا دیکھا کہ میں نے مختار کو واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کیلئے اپنا مختار اور ولی منتخب ومقرر کیا ہے، آپ ان کی مدد کریں اور ان کی اطاعت قبول کرلیں۔ میں اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ کوفہ سے اقصاء شام تک جتنے علاقے اس مہم کے سلسلہ میں زیرنگیں ہوں گے ان کی حکومت آپ کے حوالے کی جائے گی میں تمہاری اس عنایت کا شکر گزار رہوں گا اور دیکھو اگر تم نے اس امر میں کوتاہی کی تو یاد رکھو کہ دنیا وآخرت میں تمہیں گھاٹا ہوگا۔ حضرت ابراہیم نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اے ابواسحاق حضرت محمد حنیفہ کے خط کا جو انداز ہوتا تھا وہ اس خط میں نہیں ہے میں کیوں کر یقین کرلوں کہ یہ خط انہیں کا ہے حضرت مختار نے فرمایا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ اصل خط انہیں کا ہے انداز چاہیے جو ہو اگر آپ اس امر کی تصدیق کے لیے گواہ چاہتے ہوں کہ یہ خط انہیں کا ہے تو میں گواہ پیش کرسکتا ہوں۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 79) مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ اس خط میں صاف صاف لکھا تھا کہ مختار را بکوفہ فرستادم باد بیعت کیند و پدرت او راز شیعیان ما بود و تو نیز ہمچناں باش میں نے مختار کو کوفہ بھیجا ہے۔ تم ان کی بیعت کرو تمہارے والد مالک اشتر ہمارے مخلص اور شیعہ تھے تم ان کی پیروی کرو۔ (تاریخ طبری جلد 4 ص 654) حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جو اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ خط حضرت محمد حنفیہ(ع) ہی کا ہے یہ سن کردہ پندرہ آدمی جو حضرت مختار کے ہمراہ تھے جن میں یزید بن انس احمر بن سعید اور عبداللہ ابن کامل تھے گواہی دی اور کہا۔ نحن نعلم ونشھد انہ کتاب محمد الیک۔ کہ ہم جانتے ہیں اور اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ خط حضرت محمد بن الحنیفہ ہی کا ہے ۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم اپنے مقام سے اٹھے اور انہوں نے حضرت مختار کی بیعت کی اور انہیں اپنے مقام پر بٹھایا اور خود نیچے اتر کر بیٹھ گئے۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۴۵۶ وذوب النضار ص 108 اخذ

الثار ابی مخنف ص 488، دمعۃ ساکبہ ص 408)

معززین کوفہ کے پچاس افراد محمد حنیفہ (ع) کی خدمت میں

حضرت مختار کی واپسی کے بعد بقول امام اہلسنت علامہ عبداللہ ابن محمد حضرت ابراہیم نے یہ ضروری سمجھا کہ مزید اطمینان کے واسطے آپس میں تبادلہ خیالات کر لیا جائے چنانچہ انہوں نے دوسرے دن نماز صبح کے بعد اپنے اعزہ واقربا سے واقعہ مختار پر تبصرہ کیا اور ان لوگوں سے بیعت کی خواہش کی ان لوگوں نے جواب دیا کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اس لیے ہمارے واسطے یہ امر ضروری ہے کہ ہم مختار کے متعلق حضرت محمد حنیفہ سے مزید اطمینان حاصل کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہمارے پچاس آدمی تصدیق امر مختار کے لیے حضرت محمد حنیفہ کی خدمت میں جائیں اور تصدیق کر کے واپس آئیں اگر انہوں نے تصدیق کردی تو ہم دل وجان سے لڑیں گے اور اپنی جائیں دیں گے اور اپنے جسم کا آخری قطرہ خون بہادیں گے اور اگر انہوں نے تصدیق نہ کی تو ہم خاموش ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں گے۔ (قرۃ العین فی اخذ الثار الحسین ص 143 طبع بمبئی) علامہ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت محمد بن حنیفہ کے پاس پچاس افراد کے جانے کا فیصلہ سرائے عبدالرحمن بن شریح ہمدانی میں ہوا تھا...... اس فیصلہ کے بعد پچاس افراد حضرت محمد بن حنیفہ سے تصدیق امر مختار کے لیے روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرنے کے بعد جب ان کی خدمت میں پہنچے اور آستان بوس ہوئے اور ان کی خدمت میں پیش ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ آج کل توحج کا زمانہ بھی نہیں ہے۔ آخر تم لوگ کس لیے یہاں آئے ہو عبداللہ ابن شریح ہمدانی نے کہا کہ خداوندعالم نے آپ کو خاندانی عزت و بزرگی سے سرفراز فرمایا ہے۔ جو شخص آپ کی اطاعت نہ کرے وہ دنیا وآخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ اس زمانہ میں خاندان رسالت بلکہ تمام اہل عرفان و

معرفت غم امام حسین (ع) سے رنجیدہ ہیں حضرت مختار ہمارے وطن کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ہم حضرت محمد حنیفہ کی طرف سے یہاں آئے ہیں اور ان کے خطوط کے حوالہ سے تم لوگوں سے بیعت چاہتے ہیں اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم حضرت امام حسین (ع) کے خون کا بدلہ لیں حضور ہم لوگوں نے کافی تعداد میں اس بنا پر ان کی بیعت کر لی ہے کہ وہ آپ کے خطوط دکھلا رہے ہیں تو عرض یہ ہے کہ اگر وہ آپ کی طرف مامور ہوں تو ہم تکمیل بیعت کریں اور ان کی پوری پوری امداد سے سرخرد ہوں ورنہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔

حضرت محمد حنیفہ نے فرمایا کہ جہاں تک ہماری عزت وحرمت کا تعلق ہے یہ خدا کا عطیہ ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عزت عنایت فرماتا ہے اور حضرت امام حسین (ع) کا قتل دلدوز اور دلسوز ہے مختار کے بدلہ لینے کے متعلق یہ ہے کہ باللہ الذی لا الہ الا ہو کہ من دوست می دارم کہ حضرت ذوالجلال بسعی ہر کس از بندگان کہ خواہد مارا بدشمنان ظفر ونصرت وہدتا بانتقام ظلمی کہ برقبیلہ وعشیرت مارفتہ از ایشان کشیدہ شود۔ (روضۃ الصفا جلد 3 ص 78) اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ وہ جس کسی کو بھی اپنے بندوں میں سے طاقت دے دے اور دشمنوں پر فتح نصیب کر دے۔ کہ وہ اس واقعہ کا بدلہ لے جو ہم پر گزرا ہے تو یہی ہمارا عین مقصود ہے۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ خون حسین (ع) بر ہمہ واجب است۔ امام حسین کے خون کا بدلہ لینا تمام اہل عرفان پر واجب ہے۔

(تاریخ طبری جلد 4 ص 654) مؤرخ ابن ایثر جزری کا بیان ہے کہ حضرت محمد بن حنیفہ نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو وہ تم کو ہم لوگوں کے خونوں کا بدلا لینے کے لیے دعوت دیتا ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وہ اپنی مخلوق میں جس شخص کے ذریعہ چاہے ہم کو ہمارے عدو کے خلاف مدد دے اور اگر میں نہ چاہتا تو

کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو۔ (ترجمہ تاریخ کامل جلد 1 ص 360) اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ قوموا بنا الی امامی وامامکم علی بن الحسینی۔ کہ اٹھو ہم لوگ اپنے اور تمہارے امام زمانہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس چلیں۔ جب یہ لوگ روانہ ہوکر ان کی خدمت بابرکت میں پہنچے اور ان کی خدمت میں عرضداشت پیش کی تو انہوں نے فرمایا:۔ یا عم لوان عبدا زنجیا تعصب لنا اھل اھلبیت لوجب علی الناس موازرقہ ولقد ولیتک ھذا الامر فاصنع ماشئت (ذوب النضار فی شرح الثار ص 401، ودمعۃ ساکبہ ص 408، نور الابصار ص 92 واصدق الاخبار ص 39) (ترجمہ) اے چچا جان اگر غلام حبشی ہم اہل بیت (ع) کی مددگاری اور جانبداری کیلئے کھڑا ہوجائے تو اس کی سنو رفاقت اور اس کی شراکت ہر مسلمان پر واجب ہے میں نے اس امر میں آپ کو اپنا وکیل بنادیا ہے اب آپ جو مناسب سمجھیں کرسکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ نہایت خوش ومسرور حضرت محمد حنیفہ سمیت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس سے واپس آئے اور حضرت محمد بن الحنیفہ سے درخواست کی کہ ہمیں اپنا نوشتہ دے دیجئے چنانچہ انہوں نے خط لکھ دیئے اور یہ لوگ ان سے رخصت ہوکر روانہ کوفہ ہوگئے۔ (نور الابصار ص 91) وہاں سے نکلنے کے بعد جب یہ لوگ اپنوں سے ملے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت امام زین العابدین (ع) اور حضرت محمد بن الحنیفہ نے اجازت دے دی ہے۔ (دمعۃ ساکبہ ص 408، وذوب النضار ابن نما ص 407) حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کو ان لوگوں کے جانے کی خبر نہ تھی جب انہیں معلوم ہوا کہ پچاس آدمی حضرت محمد حنیفہ کے پاس گئے تھے اور وہ واپس آکر قادسیہ میں مقیم ہیں تو اپنے غلام سیطح کو طلب فرمایا اور اس سے کہا کہ تو قادسیہ جاکر حالات معلوم کر اور سن اگر تو یہ خبر لایا کہ ان لوگوں کو میری بیعت کی اجازت لی گئی ہے تو میں تجھے آزاد کردوں گا۔ غلام دوڑا ہوا قادسیہ پہنچا اور اس نے وہاں دیکھا کہ لوگ حضرت مختار کے نام کی بیعت لے رہے ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر بھاگا ہوا حضرت مختار کے پاس پہنچا اور اس نے انہیں خبر مسرت سنائی۔ حضرت مختار نے حسب گفتہ خود اپنے غلام کو آزاد

کردیا۔(نورالابصار ص 91 واخذ الثار ابی مخنف ص 489) مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ اہل کوفہ جب وہاں سے لوٹ کر کوفہ پہنچے اور ان لوگوں کی حضرت مختار سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ تم لوگ کیا جواب لائے۔لوگوں نے کہا کہ حضرت نے آپ کی بیعت اور آپ کی امداد کا حکم دے دیا ہے حضرت مختار نے کمال مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں انشاءاللہ دشمنوں کو تہ تیغ کردوں گا۔چوں خبر در کوفہ شائع شد ہرکس کہ محبت اہل بیت (ع) نصیبے داشت بخدمت مختار مبادرت نمودہ باو بیعت کردند، جب یہ خبرِ اجازت کوفہ میں مشہور ہوگئی تو وہ تمام لوگ جنہیں خدا کی طرف سے محبت اہل بیت (ع) کا کچھ حصہ بھی نصیب ہوا تھا بیعت مختار کیلئے دوڑ پڑے۔اور سب نے بیعت کرلی۔(روضۃ الصفا جلد 3 ص 78)

حضرت مختار کی بیعت بصرہ میں

مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ جب حضرت مختار کی بیعت کوفہ میں عام طور سے ہونے لگی۔تو اسی دوران میں بنی مثنیٰ نامی ایک شخص بصرہ سے کوفہ آیا اور اس نے بھی حضرت مختار کی بیعت کی حضرت مختار نے مثنیٰ سے فرمایا کہ تم ابھی بصرہ میں مقیم ہو اور پوشیدہ طریقے سے میری بیعت لیتے رہو۔اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رکھو۔جب تک میں خروج نہ کروں جب میں کوفہ میں خروج کروں۔تو تم بصرہ میں ہنگامہ برپا کردو۔اگر خدا نے چاہا اور اس نے میری مدد کی اور میں کامیاب ہوگیا تو بصرہ کی حکومت تمہارے سپرد کردوں گا۔مثنیٰ نے کہا کہ بہت خوب آپ کا جو حکم ہو میں اس کی تعمیل کروں گا۔چنانچہ مثنیٰ بصرہ واپس آگئے اور انہوں نے سرائے ازارقہ میں قیام کرکے کام شروع کردیا۔یہ سرائے بہت سے دیہاتوں کا مجموعہ تھی اور اب بھی محلول کی صورت میں موجود ہے اس سرائے کا ایک بہت بڑا دروازہ آہنی تھا۔جب رات ہوتی تھی تو اس کا دروازہ بند کردیا جاتا تھا مثنیٰ نے اسی سرائے میں پوشیدہ کام جاری رکھا

۔ یہاں تک کہ حضرت مختار نے کوفہ میں خروج کر دیا۔ خروج کرنے کے بعد حضرت مختار نے مثنیٰ کو بصرہ میں ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ تم بصرہ سے کوفہ آ جاؤ۔ مثنیٰ نے بصرہ سے روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ ابھی روانہ نہ ہونے پائے کہ والی بصرہ قعقاع کو ان کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ اس نے فوراً کوتوال شہر کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو گرفتار کر لاؤ۔ کوتوال پولیس کا ایک دستہ لے کر اس کے مقام پر پہنچ گیا اور اس نے سارے محلہ کو گھیرے میں لے لیا۔ اس ہنگامی حالت کے رونما ہونے کے بعد اہل محلہ میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور پولیس و اہل محلہ میں سخت جھڑپ ہو گئی۔ چالیس افراد اہل محلہ کی قتل ہو گئے۔ مگر ان لوگوں نے اتنی دلیری کی کہ پولیس کہ محلہ کے اندر گھسنے نہیں دیا۔ اسی دوران میں مثنیٰ کو پیغام پہنچا کہ کوفہ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ مثنیٰ اپنے ہمدردوں کو لے کر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر حضرت مختار کے ساتھ ہو گئے۔ (تاریخ طبری جلد 4 ص 654 طبع لکھنوء) حضرت محمد حنفیہ (ع) کا خط اہل کوفہ کے نام اور حمایت مختار کے لئے اعلان عام ابو مخنف کا بیان ہے کہ اہل کوفہ کی واپسی کے تین دن بعد مشائخ کوفہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت محمد بن حنفیہ (ع) کا خط جو اہل کوفہ کے نام تھا۔ حضرت مختار کو دیا۔ اس کے بعد ایک منادی کے ذریعہ سے اعلان عام کرا دیا گیا۔ کہ سب لوگ حضرت مختار کی بیعت کرنے میں عجلت سے کام لیں اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے جو بیعت نہ کرے ۔ اس اعلان کے بعد تقریباً تمام اہل معرفت نے حضرت مختار کی بیعت کر لی اور ان کی نصرت و حمایت پر کمر عزم و استقلال باندھ لیا۔ (اخذ الثار د انتصار المختار علی الطغاۃ الفجار ص 489، نور الابصار ص 92 طبع لکھنوء) مؤرخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ حضرت مختار نے تمام لوگوں سے کتاب خدا سنت رسول اور طلب انتقام خون اہلبیت (ع) پر بیعت لی۔ مختار کی جنگ صرف قاتلان حسینی (ع) سے تھی، اس جنگ میں مختار نے پوری پوری کامیابی حاصل کی اور تقریباً سب ہی کو قتل کر ڈالا۔ (تاریخ الفداء جلد 2 ص 148) ابو مخنف کا بیان ہے کہ واقعہ کربلا میں چار اشخاص نمایاں حیثیت رکھتے تھے ۔ (1) ابن زیاد

(2) عمر سعد (3) سنان بن انس (4) شیث ابن ربعی ۔ یہ لوگ گمراہوں کے لشکر کے سر براہ تھے۔
(کنز الانساب ص 14 طبع بمبئی)

سترھواں باب

حضرت مختار کا خروج

فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حقاً علینا نصر المومنین (پ ۲۲ ع ۸) ناصر اہل بیت (ع) حضرت مختار کا خروج حضرت ابراہیم بن مالک کا عظیم الشان حمایتی کردار اور حصولِ مقصد میں شاندار کامیابی کارنامہ مختار کا آغاز صفِ جنگاہ میں مردان خدا کی تکبیر جوش کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز (اقبال) حضرت مختار متعدد قید و بند کی سختیاں برداشت کرنے اور حجاج بن یوسف جیسے خونخوار سے محفوظ رہنے کے بعد عزم وخروج کو فروغ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت مختار سے پہلے اگرچہ جناب علقمہ سلیمان اور مسیب وغیرہ نے جوش انتقام کا مظاہرہ کیا لیکن انہیں درجہ شہادت پر فائز ہونے کے علاوہ کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔ (کنز الانساب ابومخنف ص 14) حضرت مختار نے کمال عزم و استقلال کے ساتھ خروج کا فیصلہ فرمایا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے جرنیل حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر سے مشورہ کر کے تاریخ خروج مقرر کر دی، حضرت مختار اور تاجدار شجاعت حضرت ابراہیم اور ان کی جمعیت نے فیصلہ کیا کہ ہمیں 14 ربیع الثانی 66ھ یوم پنج شنبہ کو خروج کر دینا چاہیئے۔ (دمعۃ ساکبہ ص 408 و تاریخ طبری ص 654 جلد 4) حضرت مختار نے تاریخ خروج کے فیصلہ کے بعد جناب ابراہیم کو علمدار اور کمانڈ وانچیف مقرر کر دیا۔ وعقد رایۃ دفعھا الی ابراہیم اور ایک جھنڈا یعنی علم لشکر مرتب کر کے جناب ابراہیم کے سپرد فرما دیا۔ (قرۃ العین ص 144) مؤرخین کا بیان ہے کہ بیعت کرنے اور کمانڈر انچیف مقرر ہونے کے بعد حضرت ابراہیم حضرت مختار کے مکان پر برابر آتے جاتے تھے اور فتح و کامرانی کے

حصول پر تبادلہ خیالات فرماتے تھے۔حضرت ابراہیم جب بھی حضرت مختار کے مکان پر جاتے تھے ۔آپ کے ہمراہ آپ کے ہوا خواہان اور افراد قبیلہ ہوا کرتے تھے۔عموماً آپ کا آنا جانا شب کے وقت ہوا کرتا تھا

کوتوال کوفہ ایاس بن مضارب کی گھبراہٹ

حضرت ابراہیم کی نقل وحرکت سے کوفہ کے ایوان حکومت میں شدید قسم کی ہلچل مچ گئی۔اور تمام ارکان دولت میں اضطراب پیدا ہو گیا۔حالات کی روشنی میں ایاس بن مضارب عجلی جو کہ عبداللہ بن مطیع والی کوفہ کی طرف سے کوتوال شہر مقرر تھا۔عبداللہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں آج کل کوفہ میں جس فضاء کا میں اندازہ لگا رہا ہوں۔اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عنقریب کوفہ میں فتنہ عظیم برپا ہو گا۔اس نے کہا کہ میں برابر دیکھ رہا ہوں۔کہ ابراہیم بن مالک اشتر ایک جمعیت کثیر سمیت رات کے وقت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے پاس جاتے ہیں اور بڑی رات تک ان سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ لوگ عنقریب کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔اس نے کہا کہ میں حالات حاضرہ سے امیر کو مطلع کر کے درخواست کرتا ہوں۔کہ اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔عبداللہ ابن مطیع نے ایاس کی باتوں کو کان دھر کے سنا اور حفظ ما تقدم کے لئے اس نے یہ بندوبست کرنا ضروری سمجھا کہ کوفہ کی ناکہ بندی کر دے چنانچہ ابن مطیع نے بمشورہ ایاس بروایت طبری کوفہ کے ساتوں محلوں پر پانچ سو سواروں کے دستوں کے ساتھ ایک ایک افسر مقرر کر دیا اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنے اپنے محلوں پر پورا پورا قابو رکھو اور جن کو دیکھو کہ وہ بارادہ فتنہ برآمد ہوا ہے اس کا سر تن سے بے دریغ جدا کر دو۔اور ایاس بن مضارب کو حکم دیا کہ تو اپنے محلہ کی حفاظت کے علاوہ سو سواروں کو ہمراہ لے کر کوفہ کے شہر اور اس جملہ بازاروں اور گلیوں کا رات میں چکر لگایا کر چنانچہ اس نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔حضرت ابراہیم جو

برابر حضرت مختار کے پاس جایا کرتے تھے۔جب حسب اصول ایک رات کو سوسواروں سمیت نکلے تو راستے میں ایاس ابن مضارب جو کئی سوسواروں سمیت اس مقام پر موجود مل گیا۔اس نے ابراہیم بن اشتر کو روکتے ہوئے کہا کہ تم کون لوگ ہو اور کس کے پاس رات کو مسلح ہو کر جا رہے ہو۔حضرت ابراہیم نے کہا کہ میں نے ابن مالک اشتر ہیں اور میری ہمراہ جو لوگ ہیں یہ میرے قوم وقبیلہ والے ہیں ہم لوگ ایک اہم مہم کے سلسلہ میں نکلے ہیں۔اور اپنی راہ جا رہے ہیں ایاس نے کہا کہ وہ مہم کیا ہے جس کے لیے تم لوگ آدھی رات کو مسلح ہو کر نکلے ہو۔ابراہیم نے کہا ہے جو مہم بھی ہم سر کرنا چاہتے ہیں۔اس کے متعلق تو گفت وشنید نہ کر ہمیں اپنے راستے پر جانے دے اور تو خود اپنے راستے پر لگ جا۔

ایاس اور ابراہیم میں مڈبھیڑ

ایاس نے کہا کہ میں کوتوال شہر ہوں اور میں اب تمہیں حرکت کرنے نہ دوں گا۔اور تم سے کہتا ہوں کہ تم لوگ چپکے سے میرے ہمراہ والی کوفہ عبداللہ ابن مطیع کے پاس چلے چلو۔

ابراہیم نے کہا کہ میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو نہ چھیڑ اور اپنی راہ لگ اس نے کہا کہ یہ ناممکن ہے اب تو دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ تم میرے ہمراہ چلو یا دو دو ہاتھ مجھ سے کرلو۔میں جب تک زندہ ہوں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔حضرت ابراہیم نے کہا کہ خدا تجھے سمجھے کیا کر رہا ہے۔میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مزاحمت نہ کر اور جدھر جانا ہے چلا جا۔ایاس نے کہا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں کو عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچا ہی کے دم لوں گا۔حضرت ابراہیم کے بار بار سمجھانے کے باوجود وہ راہ راست پر نہ آیا تو ابراہیم نے ایک شخص ابوقطن ہمدانی کے ہاتھ سے نیزہ لے کر ایاس کے سینے پر مارا۔وہ زمین پر گر پڑا آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ لیا جائے۔ایاس کے گرتے ہی اس کے سارے ساتھی بھاگ گئے۔حضرت ابراہیم ایاس کا سر لئے ہوئے حضرت مختار کے پاس پہنچے اور ان کے قدموں میں ایاس کا

سرڈال کر کہا کہ جس تاریخ کو خروج کا فیصلہ ہوا تھا۔اس سے قبل ہی یہ واقعہ پیش آ گیا۔حضرت مختار نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ قتل ایاس ہمارے لئے فال نیک ہے ۔انشاء اللہ ہم اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوں گے ۔اس کے بعد حضرت مختار نے اپنے سرداران لشکر مثل رفاعہ بن شداد وقدامہ ابن مالک وسعید بن منقد سے کہا کہ اب پوری طاقت سے میدان میں آجانے کی ضرورت ہے۔ تم لوگ کوفہ کے محلوں میں جا کر نعرہ انتقام بلند کرو۔اورلوگوں کو دعوت دو کہ فوراً یہاں آجائیں ان لوگوں نے کوفہ کے بازاروں اورگلیوں میں یاالثارات الحسین کی آواز دی۔اس آواز کا اثر یہ ہوا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر خانہ مختار پر جا پہنچے۔جب کافی جمعیت ہوگئ تو حضرت مختار نے سلاح جنگ پہنا اورآلات حرب سے اپنے کو آراستہ کیا اوراپنے جرنیل جناب ابراہیم سے کہا کہ بس اب نکل چلنا چاہیئے ۔چنانچہ یہ حضرات لشکر سمیت برآمد ہو گئے ۔علامہ حسام الواعظ رقمطراز ہیں کہ جب ایاس ابن مضاب قتل کر دیا گیا اوراس کی اطلاع عبداللہ ابن مطیع کو پہنچی اوراسی دوران میں اس نے حضرت مختار کی طبل خروج کو سنا تو لرزا اٹھا اوراس نے فوراًراشد ابن ایاس کو بلا کر کہا کہ ابراہیم ابن مالک اشتر نے تمہارے باپ کو قتل کر دیا ہے اوراس کا سر مختار کے پاس بھیج دیا ہے ۔یہ سن کر ابن ایاس نے اپنے سر سے پگڑی پھینک دی اوراپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اورسر د پا برہنہ ہوکر سخت گریہ کرنے لگا۔یہ دیکھ کر ابن مطیع نے اس سے کہا کہ تو عورتوں کی طرح روتا ہے۔یہ رونا پیٹنا احمقوں کا کام ہے اب تو تیار ہو جا اورابراہیم سے اپنے باپ کو بدلہ لے۔اورانہیں قتل کر کے ان کا سر میرے پاس لا حاضر کر ابن ایاس چونکہ بڑا بہادر تھا۔ لہٰذا وہ ابراہیم سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔اب یہ اپنے باپ کی طرح قاتلان امام حسین (ع) سے بھی تھا۔ابن مطیع کی بات سن کر ابن ایاس 22 آدمیوں کو لے کر جن میں سوار و پیادے تھے بازار میں آیا۔ادھر حضرت مختار نے کوٹھوں پر آگ روشن کر دی تھی اورطبل خروج بجوادیا تھا تا کہ لوگوں کو خروج کی اطلاع مل جائے لیکن اس کے باوجود لوگ حضرت مختار کے پاس جمع نہ ہوئے۔یعنی وہ اٹھارہ ہزار افراد

جو بیعت کر چکے تھے وہ مختار کے پاس نہ پہنچے۔ اگر چہ کوفیوں کی بے وفائی مشہور ہے۔ لیکن اس موقع پر ان کے نہ پہنچنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مختار نے شب پنجشنبہ کی تاریخ مقرر کر دی تھی اور یہ ساتھ کہہ دیا تھا۔ کہ اس سے قبل پنجشنبہ آگ وغیرہ دیکھی تو یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ ابن مطیع کی حرکت ہے۔

اسی بنا پر کوئی نہ آیا اور سب کے سب اپنے اپنے گھروں کے کوٹھوں پر چلے گئے اور وہاں سے حالات کا تفحص کرتے رہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابراہیم سے دفعتہ جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے پنجشنبہ کے بجائے چہارشنبہ ہی کو خروج کر دیا گیا۔ حضرت مختار نے حالات کی روشنی میں حضرت ابراہیم سے کہا کہ شاید کوفی ہمارے ساتھ وہی کچھ کر رہے ہیں جو وہ حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے امیر ایسا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اولاً سارے راستے بند ہیں ثانیاً ہم لوگوں نے سب کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ پنجشنبہ سے قبل کے کسی اعلان کو باور نہ کرنا۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ پر مقیم رہیے ہیں جاتا ہوں اور سب کو باخبر کرتا ہوں حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو دعا دی اور وہ سو سوار لے کر مسجد فاطمی کے دروازے پر جا پہنچے اور وہاں سے چل کر مسجد بازار کے کوچہ میں داخل ہوئے جہاں بیعت کرنے والوں کے چار سو افراد رہتے تھے حضرت ابراہیم جو نہی اس کوچہ میں پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ سو افراد دشمنوں کے وہاں موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں، اس نے جواب دیا کہ میں عمر بن عفیف ہوں اور تمہیں اور حسین کو قتل کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے ایک زبردست نعرہ لگایا جس کی وجہ سے وہ کانپ گیا اور اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے بھاگ نکلا۔ یہ دیکھ کر ابراہیم کے ساتھی ان کی پیچھے دوڑے اور انہیں جا گھیرا بالآخران کے چالیس افراد قتل کر دیئے اور سینکڑوں کو مجروح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے مومنوں کو اپنے خروج کی اطلاع دی پھر وہاں سے چل کر محلہ بنی کندہ میں پہنچے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص ایک سرائے کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ اس محلہ کا محافظ کون ہے

اس نے کہا کہ زبیر ہشمی ، ابراہیم نے فرمایا کہ خداوند عالم اس پر بے شمار لعنت کرے کہ وہ امیر المومنین کے ساتھ جنگ صفین میں لڑا۔ پھر امام حسین (ع) کے قتل میں کربلا میں شریک ہوا۔ خدا مجھے توفیق وتسلط عطا کرے کہ میں اس کا سرتن سے جدا کروں اس کے بعد اس محلہ کے گرد چکر لگا کہ اہل ایمان کو خروج مختار سے باخبر کرنے لگے۔ اسی دوران میں حضرت ابراہیم کے ساتھیوں نے ایک شخص کو مسلح دیکھ کر پوچھا۔ کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں سنان بن انس کا آدمی ہوں۔ بازار کی نگرانی میرے سپرد ہے ۔لوگوں نے اسے گرفتار کر کے حضرت ابراہیم کے سامنے پیش کیا۔ حضرت ابراہیم نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

حضرت مختار کے مکان پر حملہ کرنے کے لئے شیث ابن ربعی کی روانگی

حضرت ابراہیم ادھر چکر لگا رہے تھے ادھر عبداللہ ابن مطیع نے شیث ابن ربعی کو بلا کر کہا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے مختار کے مکان کو گھیر کو انہیں تباہ کر دے۔ شیث نے کہا کہ اے امیر یہ رات کا وقت ہے۔ اس وقت کیونکہ حملہ کرنا مناسب ہوگا۔ ابن مطیع نے کہا کہ بہانے نہ کر اور چل پڑ۔

یہ سُن کر شیث ایک ہزار سوار لے کر نکل پڑا۔ اس کے ساتھ مشعلیں تھیں۔ اور سیاہ علم تھا۔ وہ اپنے مقام سے چل کر جونہی محلہ بنی سالم سے گزرا اِس نے دیکھا کہ ایک وہ آرہا ہے۔ وہ گروہ تھا حجاز ابن جر کا اسی محلہ کا محافظ تھا۔ یہ گروہ باہم یہ فیصلہ کر کے اپنے تھا کہ چل کر دارالامارہ کو دیکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مختار نے اس پر حملہ کر دیا ہو۔ یہ لشکر جا ہی رہا تھا کہ اس کی نگاہ شیث کے لشکر پر پڑی، وہ یہ سمجھا کہ مختار کا لشکر آرہا ہے اور حجاز کا لشکر بھی یہی سمجھا۔ کہ مختار کا لشکر آرہا ہے۔ غرضیکہ دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو مختار کا لشکر سمجھا اور یہی سمجھ کر دونوں گتھ گئے اور دونوں میں باہمی قتال ہونے لگا۔ بالآخر حجاز کا لشکر جو کہ پانچ سو پر مشتمل تھا۔

شیث کے لشکر پر جو کہ ایک ہزار پر مشتمل تھا غالب آیا۔ شیث ابن ربعی کا لشکر ہزیمت کھا کر بھاگا۔ اور شیث کے لشکر کے تین سو ساٹھ سوار مارے گئے اور تقریباً کُل کے کُل زخمی ہو گئے۔ ہمیشہ با دعداوت میان گبر دیہود زہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام است شیث ابن ربعی بھاگا ہوا عبداللہ ابن مطیع کے پاس پہنچا۔ اب اسے معلوم ہو چکا تھا کہ کشت وخون آپس ہی میں ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ شب کے وقت حملہ کرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ تو نہ مانا آخر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اپنے ہی بہت سے سوار مارے گئے۔ ابن مطیع نے کہا کہ تو مختار سے ڈر گیا۔ حضرت مختار کو جب شیث اور حجاز کے باہمی قتال کی خبر ہوئی تو وہ سجدہ شکر میں گر پڑے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ بھائی دشمن کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے پاس لشکر بہت ہے اگر اُسے یہ پتہ چل گیا کہ ہمارے معاون فی الحال بہت کم ہیں وہ حملہ کر دیں گے اور ہمیں سخت نقصان پہنچ جائے گا۔ ابراہیم نے کہا کہ چاروں طرف راستے بند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی آمد کم ہے۔ بمقام" شاکریہ" شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام کافی تعداد میں موجود ہے۔ اگر انہیں خروج کی صحیح اطلاع مل جائے تو یقیناوہ لوگ ہم تک پہنچ جائیں گے اور اب اس کی صورت صرف یہی ہے کہ کسی کو اس مقام پر بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر بشیر ابن قان جو اسی مقام پر بیٹھا ہوا تھا۔ بولا کہ یہ فریضہ میں ادا کروں گا۔

اور اے امیر میں اس امر میں کامیاب بھی ہو جاؤں گا کیونکہ میں باہر کا رہنے والا ہوں۔ یہاں کے لوگ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔ میں یہ بہانہ کر کے جاؤں گا کہ شاکریہ میں میرا ایک دوست ہے، مجھے اس سے ملنا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اگر کہیں کعب ابن ابی کعب مل گیا تو ہوسکتا ہے کہ تمہیں قتل کر ڈالے۔ تب کیا بنے گا۔ اس نے کہا کہ" زہے سعادت" اگر میں راہِ حسین (ع) میں قتل ہو گیا تو اس سے بہتر اور کیا ہے؟ یہ سُن کر مختار نے اُس کو دُعا دی اور اجازت مرحمت فرمائی۔ بشیر حضرت مختار سے رخصت ہو کر بلباس کہنہ و بدست عصا شاکریہ کے دروازہ پر پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا

کہ اہل شاکر یہ دروازہ بند کیے بیٹھے ہیں۔ جب اس نے دروازہ کے شگاف و دراز سے نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ شمعیں روشن کیے سلاح جنگ سے آراستہ بیٹھے ہیں۔ بشیر نے آواز دی کہ "معشر المسلمین" میرے قریب آؤ کہ میں ایک ضروری بات کہنی چاہتا ہوں۔ یہ سن کر ایک شخص مسلح اپنے مقام سے اُٹھا اور پھاٹک کے قریب آیا۔ اور آ کر کہنے لگا کہ تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ بشیر نے کہا کہ میں حضرت مختار کے پاس سے آیا ہوں مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں آپ کو حضرت مختار کے خروج کی اطلاع دے دوں اور یہ بتا دوں کہ حضرت مختار کے مکان پر جو آگ روشن کی گئی ہے۔ وہ اعلان خروج کیلئے ہے اور دھوکہ نہیں ہے۔ اور جو نقارہ بجایا جا رہا ہے۔ درست ہے۔ سنو! میں تمہیں خاص طور سے اطلاع دینے کے لئے رات کے وقت آیا ہوں۔ یہ سُننا تھا کہ ایک ہزار چار سو سوار بیک وقت دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔

اہل شاکر یہ کی سیاست

باہر نکلنے کے بعد ان لوگوں نے باہمی مشورہ کیا کہ ہمیں اب کدھر چلنا چاہیئے۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ ہم لوگوں کو سیدھے حضرت مختار کے پاس نہیں جانا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم براہ راست چلے گئے تو کعب ہمارے مکانات کھدوا ڈالے گا۔ ہمارے بچوں کو قتل اور اسیر کرے گا اور ہماری املاک کو تباہ کر دے گا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم سب ابن مطیع کے طرف دار بن کر کعب کے پاس چلیں اور اسے یہ یقین دلائیں کہ ہم اس کے مددگار ہیں جب وہ مطمئن ہو جائے تو تو پھر موقع سے حضرت مختار کے پاس پہنچ جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، پھر جب موقع نصیب ہوا تو باہر نکل کر آواز لگانے لگے۔ "یالثارات الحسین" اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ لشکر کعب یہ سمجھا کہ مختار آ گئے اور اس تصور کے قائم ہوتے ہی سب کے سب بھاگ نکلے اور یہ ایک ہزار چار سو افراد حضرت مختار کی خدمت میں جا پہنچے۔

مجاہدوں کی فراہمی کے لئے حضرت ابراہیم کی روانگی

اس کے بعد حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ اب کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ تمام مومنین یہاں پہنچ جائیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ آپ اپنے مقام پہ رہیئے۔ میں خود جا کر لوگوں کو فراہم کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک سو سوار لے کر باہر نکل پڑے۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر بازار میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ایک لشکر کو دیکھا کہ بڑھتا چلا آ رہا ہے حضرت ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اور تمہارا نشان کیا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارا نشان "المنصور المنتقم یالثارات الحسین" ہے یہ سن کر حضرت ابراہیم شاد ہو گئے اور عبداللہ ابن عروہ اس لشکر سے برآمد ہو کر حضرت ابراہیم سے بولے کہ اے امیر وعدہ خروج تو کل پنج شنبہ کی رات کے لئے تھا آج ہی خروج کی کیا وجہ ہوگئی۔ حضرت ابراہیم نے واقعہ بتایا اور انہیں حضرت مختار کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم وہاں سے دوسری طرف روانہ ہو گئے۔ یہ رات تاریکی میں ایک طرف کو جا رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر اپنے لشکر کے ایک دستہ پر پڑی، دیکھا کہ وہ ایک شخص کو پکڑے ہوئے لا رہا ہے۔

جب وہ لوگ اسے حضرت ابراہیم کے پاس لائے تو حضرت ابراہیم نے اس پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہاں سے آتا ہے۔ اس نے سوا اس کے کسی سوال کا جواب نہ دیا۔ کہ حذر کن ہر دو قوم حرب می کنند " حضرت ابراہیم نے اُسے حضرت مختار کے پاس بھیج دیا، پھر آپ اور آگے بڑھے دیکھا کہ ایک لشکر جرار چلا آتا ہے حضرت ابراہیم نے آگے بڑھ کر پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو اور تمہارا نشان کیا ہے؟ انہوں نے سب باتوں کا جواب یہ دیا۔ کہ ہمارا نشان "المنصور المنتقم یالثارات الحسین" ہے اس کے بعد ایک شخص جارث بن اثاث ہمدانی اپنے لشکر سے آگے بڑھا جونہی حضرت ابراہیم کی نگاہ اس کی

پیشانی پر پڑی۔ پوچھا برادرم! تمہاری پیشانی کیوں زخمی ہے۔اس نے کہا کہ جب خانہ امیر مختار پر آگ روشن ہوئی اور نقارہ بجایا گیا تو ہم لوگوں نے سمجھا کہ ابن مطیع نے مکروفریب کیا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک مرد پیر نے مجھ سے کہا کہ حضرت مختار نے خروج کر دیا ہے۔اور شاکر یہ کے ایک ہزار چارسو بہادر حضرت مختار کے پاس پہنچ گئے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ تابِ تاخیر باقی نہ رہی۔ہم لوگ آپ کی خدمت میں پہنچنے کے لئے بے چین ہو گئے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک گروہ سامنے سے چلا آتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔اور کس سے تعلق رکھتے ہو۔ان لوگوں نے کہا کہ ہم شمر بن ذی الجوشن کے آدمی ہیں۔اور وہ خود ہمارے لشکر میں بحیثیت امیر موجود ہے۔میں نے یہ سُن کر ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ اور جنگ ہونے لگی۔ یہاں تک کہ خود شمر میرے مقابلے میں آ گیا۔ میں نے اس پر ایک زبردست حملہ کیا۔اور اسے زخمی کر دیا اُس نے اُس کے جواب میں مجھ پر حملہ کیا اور میری پیشانی مجروح ہوگئ لیکن خدا کا فضل ہے کہ میں نے اُس گروہ کو شکست دے دی اور وہ سب مفرور ہو گئے معلوم نہیں اب وہ سب کدھر نکل گئے ہیں۔حضرت ابراہیم نے ان لوگوں کو دعا اور حضرت مختار کے پاس انہیں بھیج دیا۔اس کے بعد حضرت ابراہیم ایک دوسری جانب کو چل پڑے۔راستے میں دیکھا کہ ایک گروہ آرہا ہے۔آپ نے اسے روک کر پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔اس نے جواب دیا کہ ہم المنصور المنتقم یا لثارات الحسین ہیں۔حضرت ابراہیم خوش ہو گئے۔انہوں نے فرمایا ہے کہ تمہارا سردار کون ہے انہوں نے قاسم ابن قیس کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ ہے قاسم ایک نوجوان شخص تھا جس کی عمر ۲۰ سال تھی۔

لیکن یہ شجاعت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔اسی کے والد قیس حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔حضرت نے انہیں اپنا خط دے کر کوفہ بھیجا تھا۔جب ابن زیاد کے سپاہیوں نے انہیں دیکھا گرفتار کرلیا۔اور ابن زیاد کے سامنے انہیں پیش کیا۔ابن زیاد نے کہا کہ اے قیس حسین کے ایلچی ہو تمہیں قتل

ضرور کیا جائے گا۔لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ قتل سے بچ جاؤ تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تم دارالامارہ کے کوٹھے پر جا کر میری اور یزید کی تعریف کرو اور علی و حسین کو مذمت میں ناسزا الفاظ کہو۔ قیس نے کہا بہتر ہے مجھے کوٹھے پر بھیج دے۔جب وہ کوٹھے پر پہنچے تو باآوازِ بلند بولے۔اے لوگو! میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں۔انہوں نے مجھے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ وہ حسین جو فرزند پیغمبر ہیں کربلا میں آ چکے ہیں اور دشمن انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے وہ تم سے مدد کے خواہاں ہیں۔خوشا نصیب ان لوگوں کا جو اپنی دولت اور اپنے مال و منال کی پرواہ کیے بغیر ان کی خدمت میں پہنچ سعادت ابدی حاصل کریں گے۔سُنو! ان کی امداد! تم پر فرض ہے یہ کہہ کر انہوں نے یزید، معاویہ اور ابن زیاد پر لعنت شروع کی۔اور ان لوگوں کی سخت مذمت کی۔ابن زیاد کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی ابن زیاد نے حکم دیا کہ قیس کو کوٹھے سے زمین پر گرا کر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے، غرضیکہ حضرت ابراہیم قاسم بن قیس کو ہمراہ لئے ہوئے حضرت مختار کی خدمت میں جا پہنچے۔حضرت ابراہیم کی کدو کاوش اور محنت مشقت سے خانہ مختار پر مجاہدوں کا کافی اجتماع ہو گیا اس اجتماع کی جب ابن مطیع کو اطلاع ملی، تو وہ گھبرا گیا۔اور وہ یہ فکر کرنے لگا۔کہ مختار کی جمعیت کو کسی نہ کسی صورت سے منتشر کرے۔اس کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ مختار کو تباہ و برباد کر ڈالے۔

ابن مطیع کا لشکر حضرت مختار کے مکان پر

چنانچہ اس نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ ابن حرب کو طلب کیا اور اُسے حکم دیا کہ تو ایک ہزار کا لشکر لے کر مختار کے مکان پر جا۔اور اُن کی ساری جمعیت کو تہس نہس کر دے۔عبداللہ اپنے زعم شجاعت میں لشکر لئے ہوئے۔نکلا اور حضرت مختار کے مکان کے قریب جا پہنچا۔حضرت ابراہیم کو جونہی اطلاع ملی۔ انہوں نے حضرت مختار سے فرمایا کہ آپ اپنی جگہ پر قیام کریں۔میں ان دشمنوں کو ابھی دم کے دم تہ تیغ

کر دیتا ہوں حضرت ابراہیم ابھی پیش قدمی نہ کرنے پائے تھے کہ ایک بہت بڑا گروہ آ گیا اور اس نے ایسا نعرہ لگایا کہ تمام شیعوں کے دل ہل گئے اور سب گھبرا اُٹھے ان لوگوں نے سمجھا کہ یہ لشکر بھی ابن مطیع کے لشکر کی مدد میں آ گیا ہے حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ آپ اس آنے والے لشکر کا مقابلہ کریں اور میں ابن مطیع کے آئے ہوئے لشکر کا مقابلہ کے لئے نکلتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم آگے بڑھے۔ جونہی اس بعد والے لشکر نے حضرت ابراہیم کو دیکھا نعرہ یالثارات الحسین لگایا۔ حضرت ابراہیم خوش ہو گئے اور انہوں نے فرمایا کہ لشکر کا سردار کون ہے یہ سُن کر ورقاء بن غارب سامنے آئے، حضرت ابراہیم نے ان سے ملاقات کی۔ اور واپس آ کر حضرت مختار کو خوشخبری دی۔ کہ وہ لشکر جس نے نعرہ بلند لگایا تھا وہ ورقاء کا لشکر ہے۔ آپ کی مدد کے لئے آیا ہے۔ یہ سن کر حضرت مختار اور ان کے سب ساتھی خوش و مسرور ہو گئے اس کے بعد حضرت ابراہیم نے ابن مطیع کے لشکر پر حملہ کیا اور زبردست جنگ کے بعد ان کو شکست دی۔ اس کے بیس سوار قتل ہوئے اور وہ سب کے سب مفرور ہو گئے لیکن اس جنگ میں قاسم ابن قیس شہید ہو گئے ان کی شہادت سے حضرت مختار اور حضرت ابراہیم سخت غمگین ہوئے اور ان دونوں نے تا دیر گریہ کیا۔

حضرت مختار کا ایک جاسوس جامع مسجد میں

رات گذرنے کے بعد صبح ہوئی تو حضرت مختار نے ایک شخص مسمی سعید کو حکم دیا کہ پرانا کپڑا پہن کر مسجد جامع میں جاؤ اور ابن مطیع کے پیچھے نماز ادا کرو اور دیکھو کہ وہاں کیا کیا امور رونما ہوتے ہیں، اور سنو! کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے متعلق کیا گفتگو کرتے ہیں۔ سعید حسب الحکم نماز میں شریک ہوا۔ اور اس نے وہاں کے تمام حالات کا معائنہ کیا اس نے واپس آ کر حضرت مختار سے بیان کیا کہ ابن مطیع جب نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے پیچھے پچاس مسلح مرد کھڑے ہو گئے اور اس نے ان کی حفاظت میں نماز

ادا کی۔اور دروازہ مسجد پر بارہ ہزار افراد تدبیر جنگ کے متعلق بات چیت کررہے تھے۔حضرت مختار نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ابن مطیع نے رکعت اول میں بعد سورہ حمد کون سا سورہ پڑھا تھا۔سعید نے کہا کہ اس نے رکعت اوّل میں سورہ عبس کی تلاوت کی تھی۔حضرت مختار نے بطور تفاؤل کہا تھا کہ انشاء اللہ اس کا چہرہ ترش ہی رہے گا پھر پوچھا کہ اس نے رکعت دوم میں کون سا سورہ پڑھا تھا۔اس نے کہا کہ رکعت دوم میں اذا زلزلۃ الارض حضرت مختار نے فرمایا۔کہ اس نے وہی سورہ پڑھا ہے جس کا نتیجہ میرے ہاتھوں سے برآمد ہوگا ان شاءاللہ میں ان کے بدنوں میں زلزلہ ڈال دوں گا۔پھر آپ نے فرمایا کہ اے سعید میں نے آج کی نماز کی رکعت اوّل میں سورہ نازعات اور رکعت دوم میں اذا جاء نصر اللہ کی تلاوت کی ہے۔میں ان شاءاللہ نصرت خدا سے کامیاب ہو کے رہوں گا۔

قتل کا منصوبہ اور جاسوس مختار کی خبر رسانی

مسجد سے نکلنے کے بعد ابن مطیع نے حکم دیا کہ جتنے افراد محلوں میں تعینات میں انہیں دارالامارہ میں بُلایا جائے۔ابن ایاس نے کہا کہ ان لوگوں کا بلانا مناسب نہیں کیوں کہ وہ لوگ ناکہ بندی کیے ہوئے ہیں۔اگر انہیں بلا لیا گیا تو مختار کے آدمیوں کو مختار تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا۔اب ہونا یہ چاہیئے کہ مختار پر دو طرف سے حملہ کیا جائے۔ایک طرف سے میں حملہ کروں اور دوسری طرف سے آپ حملہ کریں۔اور بہتر یہ ہے کہ کچھ اور لوگوں کو بھی ہمراہ بھیج دیں تاکہ میں مختار اور ابراہیم کا سر کاٹ کر لاؤں۔ ابن مطیع نے ابن ایاس کی رائے پسند کی۔اور کہا کہ بس اُٹھ کھڑے ہو۔اس کے بعد شیث ابن ربعی کو دو ہزار سوار دے کر کہا کہ تو مختار پر داہنی جانب سے حملہ کر۔اور ابن ایاس سے کہا تو بائیں جانب سے حملہ کر ابن ایاس کے ہمراہ بھی دو ہزار کا لشکر کردیا۔اس کے بعد حکم دیا۔کہ تم لوگوں کا فرض ہے کہ مختار کو گھیر کر میرے پاس لے آؤ اور اگر گرفتار کرنا ممکن نہ ہو تو ان کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ادھر ابن مطیع نے ان

لوگوں کو حکم دیا ادھر حضرت کے جاسوس نے حضرت مختار کو فوراً اس مشورے اور تیاری کی خبر کر دی۔ حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو داہنی جانب اور جناب یزید ابن انس کو بائیں جانب حملہ کی ہدایت کی۔ اور فرمایا کہ پوری طاقت سے حملہ کرنا چاہیئے حضرت مختار کی ہدایت کے مطابق حضرت ابراہیم اور یزید بن انس لشکر لیے تیار کھڑے تھے۔ جونہی شیث ابن ربعی وہاں پہنچا۔ حضرت ابراہیم نے پوری طاقت سے حملہ کیا اور بہت دیر تک شدید جنگ جاری رہی حضرت ابراہیم کا لشکر چونکہ کم سواروں پر مشتمل تھا اس لئے حالات ایسے پیدا ہوئے کہ قریب تھا کہ ان کے لشکر کو شکست ہو جائے۔ حضرت مختار کو جب اس کی طلاع ملی۔ کہ ابراہیم کا لشکر قریب بہ ہزیمت ہے تو انہوں نے پانچ سو سواران کی امداد کے لئے بھیج دیئے۔ امدادی لشکر کا پہنچنا تھا۔ کہ حضرت ابراہیم کے حملوں میں جان پڑ گئی اور انہوں نے ایک ایسا زبردست حملہ کیا۔ کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔

جب دشمن محوِ فرار ہوئے تو ابراہیم کے لشکر نے اُن کا پیچھا کیا اور انہیں ابن مطیع تک جا پہنچایا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم مظفر و منصور حضرت مختار کی خدمت میں آ موجود ہوئے۔ حضرت مختار نے اس کامیابی پر خدا کا شکر کیا۔ اب صبح ہو چکی تھی۔ بائیں جانب حملہ کیلئے یزید ابن انس جب پہنچے تو دیکھا کہ راشد ابن ایاس میمنہ اور میسرہ درست کر رہا ہے آپ نے فرمایا اے ملعون لشکر کیوں ترتیب دے رہا ہے، موت تو تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ میں یزید ابن انس ہوں، اور تجھے واصلِ جہنم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ راشد کو چونکہ اپنی شجاعت پر غرور تھا، لہٰذا اس نے کہا کہ اے یزید! تم اپنے کو سمجھتے ہو کہ مرد ہو۔ اور مجھے عورت جانتے ہو۔ تمہیں اگر مقابلہ کا حوصلہ ہے تو آ جاؤ۔ یہ سُن کر جناب یزید ابن انس اُٹھ کھڑے ہوئے اور مقابلہ کیلئے آگے بڑھے۔ یہ دیکھ کر ابراہیم ان کی مدد کے لئے ہمراہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور راشد کے مقابل جا کر بولے کہ اے راشد میں نے تیرے باپ ایاس کو واصلِ جہنم کیا ہے اب اگر خدا نے چاہا تو میں تجھے بھی تیرے باپ کے پاس بھیج دوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم نے

گھوڑے کو مہمیز کیا اور راشد پر نیزے کا وار فرمایا۔ راشد نے ان کے وار کو رد کر کے ان کے سر پر تلوار کا وار چلایا، مگر وہ خالی گیا۔ حضرت ابراہیم نے خدا کو یاد کیا۔ رسول پر صلوٰۃ بھیجی اور حضرت مشکل کشاء سے مدد مانگی اور دانتوں کو چابھ کر اس کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ دو نیم ہو کر گھوڑے کی زین سے سطح زمین پر آ گیا۔ اس کے گرتے ہی فوج میں ہل چل مچ گئی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم اور جناب یزید ابن انس نے مل کر دشمنوں پر حملے شروع کر دیئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ دشمنوں کے دانت کھٹے ہو گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ یہ دونوں میدان شجاعت کے شہسوار مظفر و منصور حضرت مختار کی خدمت میں واپس آئے۔ حضرت مختار نے انہیں دعا دی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اُدھر ہزیمت خوردہ لشکر ابن مطیع کے پاس پہنچا۔

ابن مطیع نے محلوں کے محافظوں کو بلا کر حملہ کا حکم دے دیا

ابن مطیع نے حکم دیا کہ وہ تمام سوار جو محلوں کی حفاظت کر رہے ہیں حاضر دار الامارہ کیے جائیں۔ چنانچہ سب اپنے محلوں کو چھوڑ کر اُس کے پاس حاضر ہوئے، ادھر وہ لوگ محلوں سے نکلے اُدھر مجاہدوں نے راستہ پا کر اپنے کو حضرت مختار کی خدمت میں پہنچا دیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت مختار بہت خوش ہوئے اور اُن سے پوچھا کہ تم لوگ اب تک کہاں تھے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ حضور ہمارے راستے مسدود تھے اس لئے ہم نکل نہ سکتے تھے اب موقع ملا ہے تو حاضر ہوئے۔ اب دن چڑھ چکا تھا ابن مطیع نے محلوں کے محافظوں کو جمع کر کے مکمل حملے کا بندوبست کیا۔

حضرت مختار کا عظیم الشان خطبہ

عمرو بن احمد کوفی کا بیان ہے کہ جب چاروں طرف سے حضرت مختار کے پاس مجاہدوں کا اجتماع ہو گیا تو حضرت مختار نے حکم دیا کہ جملہ سرداروں کو میرے پاس لایا جائے۔ چنانچہ ورقہ ابن غارب، شعر بن ابی شعر، عبداللہ بن صخر مذحجی، ربان ابن ہمدانی، قرہ ابن قدامہ ثقفی، زبیر ابن عبداللہ کوفی، احمد نخعی، عبداللہ کامل ساعد بن مالک اور ابراہیم ابن مالک نخعی نیز دیگر بزرگان کو حاضر کر دیا گیا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت مختار نے ایک عظیم الشان نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور فرمایا کہ: اے بہادرو! اپنے کاموں میں خدا پر بھروسہ کرو اور دشمنان آل محمد سے جنگ آزمائی کے لئے پوری ہمت کے ساتھ تیار ہو جاؤ۔ میرے عزیزو! یہ جان لو کہ خدا کی رحمت تم پر نثار ہے اور اس کی مدد تمہارے سروں پر ہے۔ سنو! اگر تم دشمنوں کو قتل کرو گے۔ مجاہد قرار پاؤ گے۔ اور اگر شہید ہو جاؤ گے۔ خدا کے نزدیک بڑے عظیم درجات کے مالک ہو گے۔ کیونکہ تم صحیح ارادے اور پاک نیت سے کھڑے ہوئے ہو اور تمہارا مقصد صرف خونِ امام حسین (ع) کا بدلہ لینا ہے۔ یقین رکھو کہ قیامت کے دن حضرت رسول کریم، حضرت علی (ع) حضرت فاطمہ زہرا (ع) حضرت خدیجۃ الکبریٰ (ع) تمہاری شفاعت کریں گے۔ اور تمہارا حشر حضرات شہداء کربلا کے ساتھ ہوگا۔" یہ سُن کر بہادر مجاہدوں نے کہا اے امیر ہم تمہارے دل و جان سے فرمانبردار ہیں اور ہم اس وقت تک دشمنوں سے لڑنے میں کوتاہی نہ کریں گے۔ جب تک جان میں جان رہے گی۔ اے امیر! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم لوگ راہ خدا میں قتل ہونے کا دل سے تہیہ کر چکے ہیں۔ ہم غسل کر چکے ہیں، کفن پہن چکے ہیں، اہل و عیال کو رخصت کر آئے ہیں، دُنیا و مافیہا سے منہ موڑ چکے ہیں۔ ہم بالکل آپ کے ساتھ ہیں اور تا بمرگ آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور ان شاء اللہ تکمیل مقصد میں آپ کی پوری پوری مدد کریں گے یہاں تک کہ راہِ خدا درجہ شہادت حاصل کر لیں۔ اس کے بعد حضرت مختار نے اپنے سرداروں کو سفید علم حوالے کر دیا۔

ابن مطیع کے لشکر کی تیاری

ادھر عبداللہ ابن مطیع نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے حضرت مختار سے جنگ کے لئے آمادہ کیا اور ہدایت کی کہ پوری طاقت سے حملہ کرنا اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ابن مطیع نے اپنے لشکر کا شمار کیا تو اٹھارہ ہزار پایا۔ یہ وہ لوگ تھے جن میں اکثر ایسے تھے جو واقعہ کربلا میں شریک تھے۔حضرت مختار اور ابن مطیع کے لشکروں میں زبردست مڈبھیڑ خدائی مجاہدوں کا گروہ اور شیطان ابن زیادہ کا وہ گروہ جس کا سربراہ عبداللہ ابن مطیع حاکم کوفہ تھا اپنے اپنے مقام پر تیار ہوکر ایک مقام پر جمع ہو گیا۔حضرت مختار کے گروہ نے طبل جنگ بجایا اور دونوں لشکر مقابل ہو گئے اس آواز طبل سے کوفہ کے تمام کوٹھوں پر عورتیں اور بچے پہنچ گئے مجاہدوں نے یا امیر المومنین یا لثارات الحسین کی آواز بلند کی اور یزیدیوں نے "الامام یزید بن معاویہ" کی صدا دی۔اب سب انتظار میں تھے کہ دیکھیں آغازِ جنگ کدھر سے ہوتی ہے، اور اس عظیم لڑائی میں کیا بنتا ہے۔اتنے میں عبدالرحمن، سعد قیس، حاکم کوفہ عبداللہ ابن مطیع کے پاس آیا اور آ کر اجازت جنگ طلب کرنے لگا۔اس نے ایک ہزار سپاہ کے ساتھ اسے جنگ کی اجازت دی۔

وہ میدان میں آ کر مبازرطلبی کرنے لگا۔ یہ سن کر احمد بن شمیط نے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوکر مقابلہ کیلئے برآمد ہونے کی اجازت چاہی۔حضرت مختار نے اجازت دی۔

اور وہ عمدہ قسم کے لباسِ جنگ سے آراستہ ہوکر میدان میں آئے۔میدان میں پہنچ کر جناب احمد بن شمیط نے عبدالرحمن سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا کہ تو اپنے باپ کے جادہ سے ہٹ کر ادھر آ گیا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرا باپ حضرت علی (ع) کے اصحاب خاص میں سے تھا۔اور تیرا یہ حال ہے کہ تو ان کے فرزند کے دشمنوں کی طرف سے لڑنے کے لئے نکلا ہے۔ یہ سن کر اس نے ناسزا الفاظ میں ان کا جواب دیا جناب احمد بن شمیط نے غصہ میں آ کر گھوڑے کو ایڑ دی اور آگے بڑھ کر اس پر شیرانہ حملہ کیا اور اسے پہلے ہی حملہ میں مجروح کر دیا۔احمد کی تلوار اس کے کندھے پر پڑی۔اور اس نے شانہ کاٹ کر اُسے سخت

زخمی کیا۔اس کے ایک آہ نکلی اور وہ درک اسفل میں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر اس کا ایک ہزار ہا کا لشکر بھاگ نکلا۔ابن مطیع نے فوراً عبدالصمد صخرہ کو حکم جنگ دیا۔ یہ ملعون حضرت امام حسن (ع) کے فرزند جناب عبداللہ کا قاتل تھا اس کے برآمد ہوتے ہی جناب ورقاء بن عازب،حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے درخواست کی کہ اس سے مقابلہ کے لئے مجھے اجازت دی جائے حضرت مختار نے انہیں دعا دی اور میدان میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جناب ورقاء سلاحِ جنگ سے آراستہ ہو کر میدان میں تشریف لائے۔اور اس ملعون کے مقابل میں پہنچ کر حملہ آور ہوئے آپ نے ایک ایسا نیزہ اس کے سینے پر مارا۔کہ وہ ایک بالشت پشت سے باہر جا نکلا۔وہ ملعون اس کے صدمہ سے زمین پر آ گرا۔ جناب ورقاء نے اس کا سر کاٹ لیا اور وہاں سے واپس آ کر آپ نے اسے حضرت مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔حضرت مختار نے جناب ورقاء کو دعا دی۔اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس کے صلہ میں اپنی رحمت سے نوازے۔تم نے میرا اور میرے مولا حضرت امام حسین علیہ السلام کا دل خوش کر دیا ہے۔اس کے بعد جناب یزید ابن انس جو کہ بزرگان شیعہ کوفہ میں سے تھے۔ پچاسی سواروں سمیت حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں میدان میں جا کر نبرد آزمائی کروں۔حضرت مختار نے اجازت مرحمت فرمائی اور آپ میدانِ کارزار میں پہنچے۔ابن مطیع نے یزید کو میدان میں دیکھ کر حکم دیا کہ ان کے مقابلہ کے لئے حجاج بن حُر باہر نکلے۔ چنانچہ وہ سو سواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں آیا۔حجاج نے میدان میں پہنچ کر جناب یزید ابن انس سے کہا کہ میں تیرا سر کاٹنے کے لئے آیا ہوں اور تجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔اس کے بعد اس نے اپنے سواروں سے کہا کہ جب میں یزید پر حملہ کروں تو تم لوگ بھی یکبارگی میرے ہمراہ ان پر حملہ کر دینا۔ چنانچہ اس نے حملہ کر دیا اور اس کے ہمراہ سارے لشکر نے حملہ کیا۔ یزید بن انس اس خیال میں تھے۔کہ اس کے علم کو سرنگوں کروں کیونکہ وہ علم کو ہلا کر " الامام یزید بن معاویہ" کا نعرہ لگا رہا تھا۔اب تیزی سے تلوار چلنے لگی۔

اتنے میں جناب یزید بن انس نے دیگر لوگوں پر حملہ شروع کیا۔ اور اس بے جگری سے اُن پر حملہ کیا کہ چالیس سواروں کو تنہا قتل کر ڈالا۔ جس کے نتیجے میں آپ کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی اور لشکر مخالف بھاگ کر ابن مطیع کے پاس جا پہنچا۔

ابن مطیع کی گھبراہٹ اور اُس کا خود میدان میں آنا ابن مطیع نے اس ہزیمت خوردہ گروہ سے کہا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو جو جاتا ہے شکست کھاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر لشکر مختار یکبارگی حملہ کردے تو تم میں سے ایک بھی میرا ساتھ دینے والا نہ رہے گا۔ یہ کہہ کر نہایت غصہ کی حالت میں اس نے اپنے کو لوہے سے آراستہ کیا اور ایک گرانمایہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکل آیا۔ اور آ کر کہنے لگا جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے میں عبداللہ ابن مطیع حاکم کوفہ ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے حسینیو! کہاں ہے تمہارا مختار میرے مقابلے کے لئے بھیجو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت مختار بے چین ہو گئے اور حکم دیا کہ میری سواری کا جانور لایا جائے۔ میں خود اس کے مقابلہ کے لئے جاؤں گا۔

حضرت مختار کا یہ کہنا تھا کہ آپ کے لشکر کے سرداروں نے کہا اے امیر یہ ناممکن ہے کہ ہماری موجودگی میں آپ سرِ میدان جائیں۔

عبداللہ ابن مطیع کا پوری تیاری کے ساتھ حضرت مختار پر حملہ

حضرت مختار اور ابراہیم نے فیصلہ کیا کہ شہر سے باہر چل کر کچھ دیر سکون حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ بروایت طبری یہ لوگ شہر سے باہر چلے گئے۔ عبداللہ بن مطیع والیٔ کوفہ کو جب معلوم ہوا کہ مختار شہر سے باہر مقیم ہیں تو اس نے اُن کے مقابلہ کے لئے بروایت مؤرخ ہروی شیث بن ربعی کو چار ہزار اور راشد ابن ایاس بن مضارب کو تین ہزار اور حجاز ابن حر کو تین ہزار اور غضاب بن قعشری کو تین ہزار اور شمر بن ذی الجوشن کو تین ہزار اور عکرمہ ابن ربعی کو تین ہزار فوج سمیت بھیج دیا۔

یہ انیس ہزار کا لشکر جب حضرت مختار سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

تو ایک شخص بنی حلیفہ مختار کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ عظیم لشکر آپ سے مقابلہ کرنے سے مقابلہ کرنے آرہا ہے اس لشکر والوں نے مرنے پر کمر باندھ لی ہے یہ لوگ آپ سے سخت ترین جنگ کریں گے

حضرت مختار نے فرمایا کہ اے بھائی غم نہ کرو اور فکر مند مت ہوان شاء اللہ ان کا جاہ و حشم خاک میں مل جائے گا۔ وہ لشکر عبداللہ بن مطیع نے حضرت مختار سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ جونہی سامنے آیا۔ جنگ شروع ہوگئی اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اس جنگ میں حضرت مختار، حضرت ابراہیم اور جناب عبداللہ ابن حُر نے اس بے جگری سے جنگ کی دشمن کے دل دہل گئے، یہ جنگ تا بہ ہنگام چاشت جاری رہی بالآخر عبداللہ ابن مطیع کا لشکر جان بچا کر بھاگا، یہ ہزیمت نصیب لوگ شہر کوفہ کی طرف جب بھاگنے لگے تو مختاریوں نے اُن کا پیچھا کیا اور اس دوران میں جو ہاتھ آتا گیا اُسے قتل کرتے گئے یہاں تک کہ یہ لوگ شہر میں داخل ہو کر محلوں میں چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے قدرے ستانے کے بعد پھر حملے کا ارادہ کیا اور ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت ابراہیم کے بھائی سائب بن مالک اشتر نے جب یہ رنگ دیکھا تو اپنے لشکر والوں سے پکار کر کہا کہ تم لوگ گھوڑوں سے اُتر پڑو اور پا پیادہ مشغول بہ جنگ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ گھوڑوں سے اُتر کر مصروف بہ جنگ ہو گئے اور اس کثرت سے دشمنوں کو قتل کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور اتنی لاشیں کوچہ و بازار میں جمع ہو گئیں کہ راستہ چلنا ناممکن ہو گیا۔ قہر قہار نے گھیرا تھا ستمگاروں کو لاشوں سے پاٹ دیا کوفہ کے بازاروں کو اسی دوران میں کوٹھوں پر سے بوڑھے مردوں اور عورتوں کے فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں وہ کہہ رہے تھے کہ اے ابو اسحاق خدارا رحم کرو۔ حضرت مختار نے اُن سے فرمایا کہ کوٹھوں سے اُتر کر ہمارے پاس آ جاؤ تا کہ تمہاری جانیں محفوظ کر دی جائیں ورنہ میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ آپ نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھے دشمنانِ آل محمد کو قتل

کرنے کے لئے بھیجا ہے اور میں اس میں کوتاہی نہ کروں گا۔

حضرت ابراہیم کی حوصلہ افزا پکار

جنگ جاری ہی تھی کہ دشمنوں کے غول پر غول پھر آنے شروع ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے مجاہدوں کو آواز دی کہ اے بہادرو دشمنوں کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ اور دامن صبر اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا، دیکھو، صبر واستقلال، خلیف فتح وظفر ہوگا۔ تم گھبراؤ نہیں اور ہمت نہ ہارو۔ خداوند عالم ہمیں ضرور فتح نصیب کرے گا۔ اس کے بعد جنگ نے پوری شدت حاصل کر لی۔ اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اس جنگ میں چونکہ حضرت مختار اور حضرت ابراہیم دونوں مل جُل کر برسرِ بیکار تھے۔ لہٰذا کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ابن مطیع دارالامارۃ میں اور یہ عالم رونما ہو گیا کہ دشمن جو قتل سے بچے، سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے ابن مطیع نے جب یہ دیکھا کہ اس کے سرداران قتل ہو گئے تو اس نے بھی اپنا تحفظ ضروری سمجھا اور اس مقصد کے لئے ابن مطیع نے رؤساء کوفہ، ارکانِ دولت اور علماء کو جمع کیا اور جلد سے جلد دارالامارہ میں جا کر اس کے دروازے بند کرا دیئے۔

حضرت مختار نے دارالامارہ کا محاصرہ کرلیا

حضرت مختار نے جب یہ دیکھا کہ ابن مطیع نے دارالامارہ میں پناہ لے لی ہے تو فوراً اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دارالامارہ کا محاصرہ کرلو۔ چنانچہ ہمارے لشکر نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس محاصرہ سے آمد ورفت بھی بند ہوگئی اور طعام وخوراک کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ محاصرہ سے مختار کے لشکر میں اضافہ ہونے لگا۔ اور اس اضافہ کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ محاصرہ تین شبانہ روز جاری رہا بالآخر جب دارالامارہ میں محصور لوگوں پر بھوک اور پیاس کا غلبہ ہوا ہوا تو سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

طے پایا کہ ہمیں مختار سے امان مانگ لینی چاہئے۔اس فیصلہ سے چونکہ ابن مطیع کو اختلاف تھا۔لہٰذا اس نے بروایت طبری فرار اختیار کیا اور بروایت مؤرخ ہروی اُسے کوٹھے سے نیچے پھینک دیا گیا

اور روایت کی بنا پر وہ عورت کے لباس میں دارالامارہ سے نکل کر ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں پناہ گیر ہوا۔علامہ محمد باقر صاحب دمعۃ ساکبہ کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس جنگ میں حضرت ابراہیم کے ہمراہ ۹ سو سوار اور ۶ سو پیادہ اور نعیم ابن ہبیرہ کے ہمراہ ۳ سو سوار اور ۶ سو پیادہ تھے۔اور حضرت مختار نے یزید بن انس کے ہمراہ ۹ سو سواروں کو بھیج دیا تھا جو مقام "مسجد شیث" میں نبرد آزما تھے۔ وقاتلوھم حتی ادخلوھم البیوت وقتل من الفریقین جمع کثیر حضرت مختار کے سواروں اور پیادوں نے اتنی شدید جنگ کی کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور عالم یہ ہو گیا کہ ان بہادروں نے انہیں گھروں میں گھسیڑ دیا۔اس جنگ میں فریقین کے کثیر جنگجو کام آ گئے اسی دھما چوکڑی میں حضرت مختار کے ایک جرنیل نعیم ابن ہبیرہ بھی شہید ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں ابن مطیع کے کثیر جرنیل قتل ہو گئے۔اسی شدت قتال میں خزیمہ بن نصر عیسیٰ نے راشد بن نصر عیسیٰ نے راشد ابن ایاس کو قتل کر دیا۔اور قتل کے بعد انہوں نے آواز دی کہ خدا کی قسم میں راشد کو واصل جہنم کر دیا ہے۔اس آواز کے بلند ہوتے ہی دشمن پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ اپنی جانیں بچا کر گلیوں اور کوچوں میں چھپنے لگے۔ابن مطیع نے جب یہ حال دیکھا تو وہ بھی بھاگ کر دارالامارہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔حضرت مختار نے دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا تین روز کے بعد ابن مطیع عورت کا لباس پہن کر دارالامارہ سے نکل بھاگا اور اس نے ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں پناہ لی۔

دارالامارہ سے ابن مطیع کا خط حضرت مختار کے نام

علامہ حسام الواعظ رقمطراز ہیں کہ جب ابن مطیع دارالامارہ میں محصور ہو گیا اور چار دن اس نے اس

میں بدقت دوشواری گزارے تو پانچویں روز اس نے ایک خط لکھ کر حضرت مختار کے نام دارالامارہ کے کوٹھے سے لشکر میں پھینکا۔ اس خط میں حضرت مختار کے لئے لکھا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم" اے برادر عزیز مختار! آ گاہ ہو کہ کوئی شخص بھی دنیا میں ایسا نہیں ہے جو اپنی بُرائی چاہتا ہو۔ لیکن جب قضا آ جاتی ہے۔ تو آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔

تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بہت زیادہ دل شکستہ ہو چکا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میرا تم پر حق ہے۔ وہ وقت تمہیں یاد ہوگا جب کہ مکہ میں ابن زبیر تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا اور میں تمہیں مکر وحیلہ سے اس کے چنگل سے نکالا تھا۔ اے مختار کیا اس کا بدلہ یہی ہے جو تم کر رہے ہو۔ پہلے تو تم نے میری حکومت تباہ کی اور اب تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مختصر یہ کہ میں تم سے مہلت چاہتا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے یہاں سے نکل چلے جانے کا موقع دو۔" حضرت مختار نے جونہی اس کا خط پڑھا۔ اُسے اپنے لشکر سے چھپا کر جواب لکھا کہ میں نے تمہیں مہلت دے دی ہے اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ رات کے وقت فلاں دروازہ سے خفیہ طور پر نکل کر جہاں چاہو چلے جاؤ تمہیں کوئی گزند نہ پہنچائے گا۔ پھر جب رات آئی تو حضرت مختار اس دروازے پر خُود پہنچ گئے۔ جس کا خط میں حوالہ دیا تھا۔

ابن مطیع نے جونہی حضرت مختار کو دیکھا ان کے پیروں میں گر پڑا اور بہت زیادہ رویا اور معذرت و معافی کے بعد اس جگہ سے روانہ ہو گیا۔ ابن مطیع کے چلے جانے کے بعد جب شیعیان علی بن ابی طال (ع) ب کو معلوم ہوا کہ حضرت مختار نے ابن مطیع کو امن وامان کے ساتھ دارالامارہ سے رخصت کر دیا ہے تو رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے آ کر حضرت مختار سے کہا کہ اے امیر آپ نے اتنے خطرناک دشمن کو آزاد کر دیا۔ ایسا نہیں چاہیئے تھا۔ یہ بڑا کمینہ ہے یہاں نکلنے کے بعد پھر کسی موقع سے فتنہ برپا کرے گا حضرت مختار نے فرمایا کہ اس نے ایک موقع پر میرے ساتھ بھلائی کی تھی۔ اس لئے میں نے بھی اُس کے ساتھ نیکی کی ہے۔ اب اگر کبھی مقابلہ میں آئے گا اس کو ویسا بدلا دوں گا۔ سوئے شیر آمد روبہ دلیر میشود

اوکشتہ در چنگال شیر

مسجد جامعہ میں آپ کا پہلا خطبہ

دارالامارہ میں سکونت اور حصول امارت کے بعد سب سے پہلے حضرت مختار نے منادی کرادی کہ سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں اور حکم دیا کہ گلدستہ اذان سے الصلوٰۃ الجامعۃ کا اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ مکمل اعلان ہوگیا۔ حضرت مختار کی طرف سے حکم اجتماع پاتے ہی خلق کثیر مسجد جامع میں مجتمع ہوگئی۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے ایک فصیح و بلیغ اور مجمع و مقفّی خطبہ پڑھا۔ جس کے عیون الفاظ یہ ہیں۔

الحمدللہ الذی وعدولیہ النصر وعدوہ الخسرو عداً ایتاً وامراً مفعولاً وقدخاب من انتری ایہاالناس مدت لناغایۃ و رفعت لنارایت نقیل فی الرایۃ ارفعوھا ولاتضعوھا و فی الغایۃ خذوھا ولاتدعوھا. فسمعنا دعوۃ الداعی و قبلنا قول الراعی فکم من باغ و باغیۃ و قتلی فی الراعیۃ الافبعداً لمن طغی و بغی و جحد ولغی کذب وتولی الافھلموا عباداللہ الی بیعۃ الھدیٰ و مجاھدۃ الاعداء والاذب عن الضعفاء من ال محمد مصطفےٰ و انا المسلط علی المخلین الطالب بدم ابن بنت نبی رب العالمین اماوسنشی السحارب الشدید العقاب لا بنش قبر ابن شھاب المفتری الکذاب. المجرم المرتاب ولانفین الاحزاب الی بلاد الاعراب. ثم ورب العالمین لاقتلن اعوان الظالمین و بقایا القاسطین ثم قعد علی المنبر و ثب قائما و قال اما و الذی

جعلنی بصیرا و نور قلبی تنویر الاحرض بالمصر دوراً ولابنش بھا قبورا ولاشفین بھا صدوراً و لاقتلن بھا جباراً کفوراً، ملعونا غدوراً و عن قلیل و رب الحرم المحرم و حق النون والقلم لیرفعن لی علم من الکوفة الی اضم الی اکتاف ذی سلم من العرب والعجم ثم لا تخذن من بنی تمیم اکثر الخدم

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء کو مدد دینے اور ان کی حمایت کرنے کا وعدہ کیا ہے اپنے دشمنوں کو ذلت و رسوائی سے ڈرایا دھمکایا ہے خدا کا وعدہ لازماً پورا ہونے والا اور اس کا حکم حتماً نافذ ہونے والا ہے

یاد رکھو جو افترا کرے گا بے بہرہ بے نصیب ہے اے لوگو! اچھی طرح جان لو۔ میرے (کاموں کے لئے) زمانے میں وسعت ہے

اور میرے لئے رایت کی سربلندی مقرر اور مقدر ہے مجھے حکم ملا ہے کہ میں بغایت ونہایت اس وقت اور اس زمانہ کو حاصل کروں۔ اور نشان (فتح وظفر) کو بلند کروں اور اُسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دوں (غور سے سنو) کہ میں نے خدائی دعوت دینے والے کی بات کو کان دھر کے سن لیا ہے۔ اور خصوصی توجہ کرنے والے کے قول کو مان لیا ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہر صنف میں بہت سے گمراہ قتل کیے جائیں گے یاد رکھو کہ سرکش باغی منکر جھوٹے لوگوں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ یہ سب رحمت الٰہی سے دور ہیں۔ اے خدا کے بندو! ہوش میں آؤ اور راہ راست اختیار کرو۔ ہدایت کے راستے پر چلو اور دشمنان محمد وآل محمد سے جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ اور اس امر کا پورا پورا عزم کر لو کہ اب آل محمد کے کمزور لوگوں سے دشمنوں کو دور کرو گے اور ان کی مدد کرو گے اے لوگو! تم کان دھر کے سن لو کہ میں مقہور اور سرکشوں پر مسلط کیا گیا ہوں۔ میں اس لئے میدان میں آیا ہوں کہ فاطمہ بنت رسول کے فرزند امام حسین (ع) کے خون کا بدلہ لوں لوگو! اس خدا کی قسم جو دوش ہوا پر ابر کو پیدا کرتا ہے اور جو گنہگاروں اور سرکشوں کو سخت

سزا دینے والا ہے کہ وہ دن قریب ہے کہ جس میں "ابن شہاب" جیسے مفتری، کذاب، مجرم اور مرتاب کی قبر کھود کر پھینک دوں گا اور منافقوں کے گروہوں کے شہر سے باہر نکال دوں گا، اور ضرور ضرور ظالموں کے مددگاروں اور قاسطین کے باقی لوگوں کو قتل کروں گا۔

(اس کے بعد آپ ایک لحظہ کے لئے منبر پر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر بولے) قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بصیرت عطا کی ہے۔

اور میرے دل میں پورا نُور بھرا ہے۔ میں لوگوں کے گھروں کو مصر میں جلا ڈالوں گا اور قبروں سے مردوں کو اکھاڑ پھینکوں گا۔

اور مومنوں کے دلوں کو خوش وخرم کر دوں گا۔ اور جہاد و کفار کو تہ تیغ کروں گا پھر فرمایا اے مسلمانو! یہ بھی سُن لو کہ میں خانہ کعبہ اور نون وقلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے علم کامرانی اور کوفہ سے زخم اور اطراف ذی سلم حتیٰ کہ عرب وعجم تک پہنچا دوں گا۔ اور بنی تمیم کے اکثر لوگوں کو غلام بناؤں گا۔ اس خطبے کے بعد آپ منبر سے اُتر کر دارالامارہ میں تشریف لائے۔ یہاں پہنچنے کے بعد لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔

اور یہ عالم ہو گیا کہ خلق کثیر حلقہ بیعت میں آ گئی جس میں عالم عرب لوگوں کے علاوہ سادات وسردار بھی تھے۔ بیت المال کا جائزہ حضرت مختار نے سریر حکومت پر قبضہ مجاہدانہ کرنے کے بعد اس کے بیت المال کا جائزہ لیا۔ اس میں بروایت طبری ۹ ہزار اور بروایت مؤرخ ہروی ۱۲ ہزار اور برایت علامہ جعفر ابن نما ۹ لاکھ درہم تھے۔ آپ نے اس میں سے تین ہزار آٹھ سو افراد کو جو کہ محاصرہ قصر پہلے سے ہمراہ تھے، پانچ پانچ سو درہم اور چھ ہزار افراد کو محاصرہ قصر کے بعد ساتھ ہوئے تھے۔ دو دو سو درہم دے دیئے۔

حضرت مختار اور ابن مطیع کی مالی امداد

حضرت مختار نے جائزہ بیت المال کے بعد اس امر کا تفحص کیا کہ عبداللہ ابن مطیع کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں روپوش ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ جب وہ دارالامارہ سے نکل کر پناہ تلاش کر رہا تھا تو اسے کوئی پناہ دینے پر آمادہ نہ تھا۔ حضرت مختار نے اسے کہلا بھیجا کہ مجھے تمہاری روپوشی کا پورا علم ہے، چونکہ لوگ تمہارے دشمن ہیں اس لئے میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم کوفہ سے کہیں اور چلے جاؤ۔

ورنہ یہ لوگ اگر تمہارے وجود سے آگاہ ہو گئے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔

عبداللہ ابن مطیع نے کہلا بھیجا کہ میں زادِراہ کا بندوبست کر رہا ہوں۔ مجھے تین دن کی مہلت دی جائے۔

زادِراہ کے انصرام و انتظام کے فوراً بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا حضرت مختار کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ عبداللہ ابن مطیع زادِراہ اور آزوقہ سفر کی کشمکش میں مبتلا ہے تو آپ نے ہمدردی کے طور پر اس خیال سے بھی کہ وہ کوفہ کے واقعہ سے قبل بروایت طبری ان کا دوست تھا۔ عبداللہ ابن کامل الشاکری کے ذریعہ سے مبلغ ایک لاکھ درہم بھیج کر کہلا بھیجا کہ تم اسے لے لو اور اپنے کام میں لاؤ۔ عبداللہ ابن مطیع نے ان درہموں کو لے لیا۔

اور وہ کوفہ سے روانہ ہو کر بصرہ چلا گیا۔ یہاں سے جانے وہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس حیا و شرم کی وجہ سے نہیں گیا۔ ایک روایت کی بنا پر وہ کوفہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچا اور وہاں ابن زبیر سے ملا۔ ابن زبیر نے اُسے سخت بُرا بھلا کہا۔ وہ وہاں سے رنجیدہ اور غمگین روانہ ہو کر بصرہ میں مقیم ہو گیا۔

حضرت مختار کا تجدیدِ بیعت کیلئے فرمان واجب الاذعان

سریر حکومت پر تمکن کے بعد حضرت مختار نے بیعت کنندگان کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے حکم دیا کہ سب کے سب اس امر پر تجدید بیعت کریں کہ وہ کتابِ خدا کے احکام اور سنتِ رسول کریم پر عمل کریں گے۔ اور خونِ حسین (ع) کے عوض میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔ چنانچہ سب نے تجدید بیعت کر لی۔

حضرت مختار کا عہد عدالت مہدی

علماء اور مؤرخین فریقین کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار نے کمال انصاف اور عدالت کے ساتھ خود کام کرنا شروع کر دیا۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت مختار کوفہ میں ہر روز صبح سے نماز ظہر کے وقت تک دارالعدل میں بیٹھتے اور نہایت انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے تھے۔ مؤرخ ہروی یعنی صاحب روضة الصفا لکھتے ہیں کہ "مختار نیز وارد کوفہ بتاسیس قواعد عدل و داد پرداختہ رسوم ظلم و بیداد برانداخت" (مختار نے کوفہ میں قواعد عدل کی بنیاد ڈال دی اور ظلم و بیداد کے رسوم پارینہ کو فنا کر دیا) وہ ہر روز ایوان میں خود بیٹھتے تھے اور فیصلے فرماتے تھے اور جو ظلم کرتا تھا۔ اس کی مکمل گوشمالی فرماتے اور اُسے پوری سزا دیتے تھے۔ نجزاہ اللہ خیرا۔ خدا ان کو اس کی بہترین جزا دے۔

علّامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ حضرت مختار محرم ۶۷ھ تک کوفہ میں حکومت کرتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے قاتلانِ حسین کو قتل کرنے کی طرف قدم بڑھایا اور ۷ محرم ۶۷ھ کو ہفتہ کے دن حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کو ارض جزیرہ کی طرف ابن زیاد کے قتل کی خاطر بھیج دیا۔ جہاں وہ قیام پذیر تھا۔

Wisdom is the lost property of the Believer,
let him claim it wherever he finds it